کتاب الشفعہ

ترتیب و نظر ثانی

عبد المالک عرفانی ایم اے عربی، ایم اے علوم اسلامیہ

ایل ایل بی، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ۔

قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور

پندرہ روپے

کتاب الشفعہ

از کتب مذہب حنفی

مجمع البحرین و فتاوی قاضی خان

و عینی شرح کنز

طاہر مقبول اعوان

قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور

کتاب الشفعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وهى تمليك البقعة جبرًا بما قام على المشترى بالشركة اوالجوار -

(۱) بسبب شرکت یا جوار کے جبراً کسی جائداد پر (اسی قدر ثمن دلاکر جو مشتری پر لازم ہوا ہے) مالک کر دینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وهى مشتقة من الشفع وهو الضم انما سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع

(۲) شفعہ شَفعٌ سے ماخوذ ہے جو اتصال کے معنے میں ہے شفعہ کو شفعہ اس واسطے کہتے ہیں کہ اس میں بھی خریدی ہوئی شے شفیع کے ملک کے ساتھ ملجاتی ہے۔

(۳) وتجب للخليط اى تثبت الشفعة للشريك فى المبيع -

(۳) سب سے پہلے حق شفعہ اس شخص کو ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے۔

(۴) وهذا مقدم على غيره بلا خلاف لانه اقوى لتعلق الشركة باجزاء الملك -

(۴) شریک فی المبیع کو بالاتفاق اوروں پر تقدم ہے کیونکہ بہ نسبت اور شریکوں کے اس کو قوت ہے اس لیے کہ اجزاء ملک کے ساتھ یہاں شرکت کا تعلق ہے۔

(۵) وفى التبيين الشريك فى البناء بدون الارض لا يكون خليطا فى المبيع -

(۵) تبیین میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک شخص صرف مکان کے عمارت میں شریک ہے اور زمین کے اندر شریک نہیں ہے تو اسکو شریک فی المبیع کا حکم نہیں ہے۔

(۶) ثم فى حقه يعنى اذا سلم الخليط فى المبيع الشفعة يجب للخليط فى حق

(۶) اگر شریک فی المبیع نے حق شفعہ چھوڑ دیا تو اب حق شفعہ شریک فی حق المبیع کو ثابت ہوگا۔ کیونکہ منافع کے

المبيع لانه شريك فى مرافق الملك

ملک مین شریک ہے۔

(٧) ثم لو كان الخليط فى المبيع غائبًا يقضى بالشفعة للخليط فى حقه اذا طلب لان الغائب يحتمل ان لا يطلب فلا يؤخر حق الحاضر بالشك۔

(٧) اگر شریک فی المبیع غیر حاضر ہو اور شریک فی حق المبیع نے شفعہ چاہا تو قاضی اس کے لئے شفعہ کا حکم دیدیگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ غیر حاضر اگر حق شفعہ طلب نہ کرے پس صرف احتمال سے اس حاضر کے حق مین تاخیر نہ کیجائیگی۔

(٨) ثم اذا حضر وطلب الشفعة قضى له بها۔

(٨) شریک فی المبیع کے غیبت مین اگر قاضی نے اس حاضر کو شفعہ دلادیا اور پھر اوس نے حاضر ہو کر شفعہ کا مطالبہ کیا تو اوسکے لئے شفعہ دیا جائیگا

(٩) وبعد القضاء له لو ترك شفعته ليس للخليط فى حقه ان يأخذها لانه بالقضاء للشريك انقطع حقه وبطل۔

(٩) قاضی نے شریک فی المبیع کے لئے شفعہ کا حکم دیدیا مگر اوس نے شفعہ کے لینے سے انکار کر دیا تو اب شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ نہین ہے کیونکہ شریک فی المبیع کے لئے جب اوس نے حکم دیدیا تو اوسیوقت شریک فی حق المبیع کا شفعہ باطل اور منقطع ہو گیا۔

(١٠) ولو لم يطلب الخليط فى حقه حين غيبة الشريك فاذا حضر وسلم ليس للخليط ان يأخذها كذا فى القنية۔

(١٠) شریک فی المبیع تو غیر حاضر تھا اور اوس کے پیچھے شریک نے حق المبیع نے شفعہ کے درخواست نہ کی اس کے بعد شریک فی المبیع آگیا اور شفعہ لینے سے اوس نے انکار کیا تو اب شریک فی حق المبیع شفعہ نہین لے سکتا۔

(١١) كالشرب والطريق الخاص۔

(١١) حق المبیع مین شریک ہونے کے یہ صورتین ہین جیسے شرب خاص اور طریق خاص۔

(١٢) قيد به لانهما اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة۔

(١٢) شرب عام اور طریق عام مین شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا۔

(١٣) الشرب الخاص نهر لا يجرى فيه السفن۔

(١٣) شرب خاص اتنی بڑی نہر کو کہہ سکتے ہین جس مین ناؤ نہ چل سکے۔

(١٤) وقيل ما نفذ ماؤه الى اخر الاراضى المسقية منه۔

(١٤) بعض کے نزدیک شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جو اصلی کھیت اراضی کے لئے پوری طور پر آب پاشی کو کافی ہو سکے۔

(١٥) وعن ابى يوسف ما يسقى منه قراحان او ثلثة او بستانان

(١٥) ابو یوسف رح فرماتے ہین جس سے صرف دو تین کھیت یا دو تین باغ کو پانی دے سکین تب تو

اوثلثة ومازاد على ذلك فهو عام كذا فى النهاية۔

وہ نہر یا تالاب شرب خاص ہے ورنہ وہ شرب عام مین داخل ہے۔

(۱۶) والطريق الخاص مايكون غير نافذ۔

(۱۶) طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو۔

(۱۷) ثم تثبتها للجار الملازق۔

(۱۷) شریک فی البیع او شریک فی حق البیع کے بعد حنفیہ کے نزدیک جار کو حق شفعہ ہے۔

(۱۸) خلافا للشافعى۔

(۱۸) امام شافعی رح کے نزدیک پاس والے کو حق شفعہ نہین ہے۔

(۱۹) وفى الحقائق كذا الخلاف فى الجار المقابل فى السكة الغير النافذة۔

(۱۹) کوچہ سربستہ مین سامنے کے پاس والے کو حنفیہ کے نزدیک حق شفعہ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہین ہے۔

(۲۰) اما الجار المقابل فى السكة النافذة لاشفعة له اتفاقا۔

(۲۰) اگر کوچہ نافذہ ہو تو سامنے کے پاس والے کو بالاتفاق حق شفعہ نہین ہے۔

(۲۱) واذا قسمت الدار وحددت فلاشفعة۔

(۲۱) ایک مکان مین دو شخص شریک تھے اور وہ مکان اونمین تقسیم ہو گیا تو اب کوئی کسی کا شفیع نہین ہو سکتا۔

(۲۲) ولنا قوله عليه السلام الجار احق بشفعته۔

(۲۲) پاس والے کو حق شفعہ ثابت ہونے پر حنفیہ کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پاس والا اپنے شفعہ کا مستحق ہے۔

(۲۳) ولو ذميا اى وان كان الشفيع ذميا۔

(۲۳) جسطرح مسلمان کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اسیطرح ذمی کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۲۴) قيد به لان ابن ابى ليلى قال لاشفعة للذمى كذا فى الكفاية۔

(۲۴) کفایہ مین بیان کیا ہے کہ ابن ابی لیلے کے نزدیک ذمی کو حق شفعہ نہین ہے۔ اسواسطے بیان ذمی کا ذکر کر دیا گیا۔

(۲۵) وكذا لوكان ماذونا اومكاتبا لانها شرعت لدفع الضرر والكل فى ذلك سواء۔

(۲۵) غلام ماذون اور مکاتب کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسبات مین سب لوگ برابر ہین۔

(۲۶) وحكم الجار مع الخليط فى الطلب كحكم الخليط مع الشريك۔

(۲۶) شفعہ کے طلب کرنے مین پاس والے کا شریک فی حق البیع کے ساتھ وہی حکم ہوتا ہے جو شریک فی حق البیع کا شریک فی البیع کے ساتھ ہے۔

(۲۷) ونقسمها على الرؤس لا السهام یعنی الشفعة تثبت عندنا على قدر رؤس الشفعاء۔

(۲۷) حنفیہ کے نزدیک شفعا کے اوپر شفعہ علی قدر الرؤس تقسیم کیا جاتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جتنے شفیع ہونگے برابر برابر شفعہ کے مستحق ہون گے۔

(۲۸) وعند الشافعی علی قدر سهامهم

(۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک شفعا کے حصوں پر شفعہ تقسیم ہوتا ہے۔

(۲۹) مثلا اذا کان دار بین ثلثة لاحدهم نصفها وللآخر ثلثها وللآخر سدسها فباع صاحب النصف نصیبه قضی بالشفعة بین الآخرین اثلاثا عنده علی قدر ملکهما ونصفین عندنا علی قدر رؤسهما وان باع صاحب الثلث نصیبه یکون الشفعة بینهما ارباعا عنده وان باع صاحب السدس نصیبه یکون الشفعة بینهما اخماسا لصاحب الثلث خمساها ولصاحب النصف ثلثة اخماس کذا فی المصفی۔

(۲۹) ایک مکان مین تین شخص شریک ہین ایک نصف کا ایک ثلث کا ایک چھٹے حصہ کا اور نصف والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اس صورت مین امام شافعی رح کے نزدیک اس نصف کے دو تہائی مین ایک شخص کو اور ایک تہائی مین دوسرے کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اون دونون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔ اور اگر ثلث والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو امام شافعی رح کے نزدیک ایک کو اس ثلث کے تین ربع مین اور دوسرے کو ایک ربع مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر چھٹے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوس کے پانچ حصہ کیے جائینگے جنمین سے دو حصے تہائی والے کو اور تین حصے نصف والے کو بحق شفعہ دلائے جائین گے۔

(۳۰) له ان الشفعة من مرافق الملك فیثبت بقدره کالربح والکسب ولنا ان بینهما اتصال الملك وقلیل الملك ککثیره ولهذا لو تفرد صاحب القلیل فله کل الشفعة بخلاف الربح والکسب لانهما من نتائج الملك فیکونان بقدره۔

(۳۰) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ ملک کی ایک منفعت ہے لہذا نفع اور کسب کی طرح بقدر منفعت شفعہ حاصل ہوگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ اون دونون مین ملکیت کا اتصال پایا جاتا ہے اور اسبات مین ملکیت کثیر ہو یا قلیل دونون برابر ہین واسطے اگر صرف تھوڑے حصہ والا شریک ہوتا تو بالاتفاق اوسکو کل مین شفعہ کا حق حاصل ہوتا بخلاف نفع اور کسب کے اسلئے کہ یہ دونون ملک کے نتائج مین داخل ہین۔ لہذا ملک کے حساب سے اونکا اندازہ کیا جائے گا۔

(۳۱) اعلم ان کلا من الشفعاء قبل القضاء بالشفعة لهم مستحق بجمیع

(۳۱) معلوم کرو کہ جبتک قاضی شفعاء کے لیے شفعہ کا حکم نہ کرے اوس وقت تک ہر شفیع کو پورے مکان مشفوعہ مین شفعہ کا استحقاق ہے مگر صرف مزاحمت کے

الدار المشفوعة والقسمة بينهم للمزاحمة فينبغى ان يطلب كذلك حتى لوطلب واحد منهم بعضها بطل شفعته عند محمد لما سيجئ۔

خیال ہے اونمین باہم حق شفعہ تقسیم کیا جاتا ہے لہذا ہر شفیع کو پورے مکان مین شفعہ کی درخواست کرنی چاہیے حتیٰ کہ اگر کوئی شفیع مکان کے ایک حصہ مین شفعہ چاہیگا تو امام محمدرہ کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہوجاویگا چنانچہ آیندہ آتا ہے۔

(۳۲) وتجب الشفعة بعد البيع الصحيح قيد به لان الفاسد مستحق للفسخ فلا يثبت فيه الشفعة دفعا لتقرير فساده الخالى عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملك البائع فلا يمكن الشفيع التملك۔

(۳۲) حق شفعہ اوس بیع صحیح کے بعد ثابت ہوتا ہے جسمین بائع کو اختیار باقی نہو کیونکہ اگر اوسکو واپس لینے کا اختیار باقی ہے تو وہ مبیع کو اپنے ملک مین روک سکتا ہے پہر شفیع کسیطرح مالک نہین ہوسکتا اور بیع فاسد کرنے سے شفعہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ وہ بیع فسخ کے قابل ہے اور شفعہ کے ثابت کرنے مین اوس کے فساد کا قائم رکہنا ہے۔

(۳۳) قيد بخيار البائع لانه لو كان للمشترى فله الشفعة اتفاقا اما عندهما فلكونه مالكا للمبيع وقت الشراء واما عنده فلثبوت حق التملك له وهذا كاف لثبوت الشفعة كما جاز للمكاتب الشفعة۔

(۳۳) اگر بیع مین بائع کو اختیار نہین ہے مگر مشتری کو اختیار ہے تو بالاتفاق حق شفعہ ثابت ہوجاتا ہے صاحبین کے نزدیک تو اس لئے کہ خریدنے وقت مشتری مبیع کا مالک ہوگیا اور امام صاحب کے نزدیک اس لیے کہ اوس کو حق ملکیت حاصل ہوگیا اور شفعہ ثابت ہونے کے لئے اسقدر کافی ہے جس طرح مکاتب کے لئے شفعہ جائز ہے۔

(۳۴) وكذلك خيار العيب والروية لا يمنعان من الشفعة۔

(۳۴) خیار عیب اور خیار رویت کے صورت مین بہی شفعہ ثابت ہوجاتا ہے۔

(۳۵) وما فى معناه يعنى تجب الشفعة بعد وجود ما فى معنى البيع كالصلح على مال والهبة بعوض۔

(۳۵) جسطرح بیع سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسیطرح جس چیز مین مبادلۃ المال بالمال کے معنے پائے جاتے ہون مثلاً مال دیکر صلح کرنا یا کسی چیز کے عوض مین ہبہ کرنا۔

(۳۶) ولسقوط الخيار يعنى يثبت الشفعة بعد سقوط الخيار عن البائع۔

(۳۶) جس صورت مین بائع کو بیع کا اختیار حاصل ہو اور پہر وہ اختیار جاتا رہے تو پہر ہر طرح سے شفعہ ثابت ہوجاتا ہے۔

(٣٧) والفسخ في الفاسد اي بسقوط الفسخ في البيع الفاسد لان حق الفسخ فيه كان للشرع فاذا تعلق به حق المشتري بالبناء او الغرس سقط الفسخ وزال المانع عن الشفعة۔

٣٧) اگر بیع فاسد مین کسی وجہ سے اختیار فسخ باقی نہ رہے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہو کیونکہ بیع فاسد مین شرع سے حق فسخ ہوتا ہو پھر جب اوس کے ساتھ بسبب مکان بنا لینے یا باغ لگا لینے کے مشتری کا حق متعلق ہو گیا تو اب فسخ کا اختیار باقی نہ رہا اور شفعہ کا مانع جاتا رہا۔

(٣٨) قال المصنف في شرحه وانما قال ويجب بعد البيع لانه لو قال بالبيع لكان موهما ان البيع سبب وليس كذلك بل البيع شرط والسبب الشركة بنوعيه اي حق المبيع او نفسه او الجوار اقول على هذا كان ينبغي ان يقول او سقوط الخيار بلا باء عطفا على البيع اذ بالباء يوهم ان سقوط الخيار سبب

(٣٨) معلوم کرو کہ شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے بیع کے سبب سے نہین ثابت ہوتا کیونکہ بیع شرط ہے نہ سبب ہے اور اوس کا سبب شرکت یا جوار ہے اسیواسطے مصنف نے یہ کہا ہے کہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ نہین کہا کہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اسیطرح بائع کے اختیار ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے ساقط ہونے کے سبب سے نہین ثابت ہوتا۔

(٣٩) وتستقر بالاشهاد لان الشفعة حق ضعيف لابد من طلب المواثبة ليثبت رغبته في الشفعة ومن الاشهاد على الطلب ليمكن اثبات طلبه عند القاضي

(٣٩) شفعہ ثابت ہونے کے لئے شرط ہو کہ شفیع شفعہ کو فوراً طلب کرے اس لئے کہ شفعہ حق ضعیف ہو فوراً اوس کے طلب ہونی چاہیے تاکہ اوس طلب سے شفیع کی رغبت ثابت ہو۔ اور اوس کو طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے تاکہ عند القاضی اوس طلب کو ثابت کر سکے۔

(٤٠) ويملك اي الدار المشفوعة بالاخذ اذا سلمت اليه اي سلمها المشتري الى الشفيع لان الملك ثابت للمشتري حتى لو اجرة يطيب له الاجرة فينتقل برضاه

(٤٠) شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہو کہ مشتری اوس مکان کو شفیع کے قبضہ مین دیدے اور وہ اوسکو لے لے اس لیے کہ ملک مشتری کو ثابت ہو یہان تک کہ اگر وہ اس مکان کو کرایہ پہ دیدے تو مشتری کے لئے اوسکا کرایہ شرعاً حلال ہو گا لہذا اوسکی رضا مندی سے ملک منتقل ہو جاوگی۔

(٤١) او حكم له وهو بالجر معطوف على الاخذ

(٤١) اگر مشتری نے وہ مکان

یعنی یملك الشفیع باحد الامرین اما بالاخذ بالتراضی او بحکم الحاکم للشفیع بها ای بالشفعة۔

شفیع کے قبضہ مین رضامندی سے نہین دیا۔ مگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تب ہی شفیع اوس کا مالک ہو جاوے گا۔

(۲) وفائدة هذین ان الشفیع اذا مات بعد الطلبین قبل الاخذ او الحکم لم یورث عنه الدار المشفوعة ولو باعها لا یجوز۔

(۲) اسکا نتیجہ یہ ہو کہ اگر شفیع طلب اشہاد اور طلب مواثبت کے بعد اور مکان پر قبضہ کرنے یا حکم قاضی سے پہلے مر گیا تو اوس کے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور اگر اوسکو بیع کیا تو اوسکی بیع ناجائز ہوگی۔

(۳) ولا یجب الشفعة فی غیر العقار لقوله علیه السلام لا شفعة الا فی ربع او حائط حتی لو بیع النخل وحده او البناء وحده فلا شفعة لانهما لا قرار لهما بدون العرصة فکان فی معنی المنقول۔

(۳) شفعہ صرف عقار یعنے غیر منقولات مین ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ شفعہ نہین ہوتا مگر مکان مین یا باغ مین اس تقدیر پر اگر کوئی شخص صرف باغ کے درختون یا مکان کے دیوارنکو بغیر زمین کے بیع کرے تو اونمین شفعہ نہین ہو اس لیے کہ زمین کے بغیر انکو قیام نہین ہو پس وہ منقولات مین داخل ہین

(۴) بخلاف العلو حیث یستحق به الشفعة فی سفل لجوار اذا لم یکن طریقهما مشترکا لان له حق القرار فالحق بالعقار۔

(۴) اوپر کے مکان والے کو نیچے کے مکانمین حق شفعہ ہو۔ اس لیے کہ اگر دونون کا راستہ مشترک نہین ہو تو جوار کے سبب سے حق شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ اوپر کے مکان کو نیچے کے مکان پر حق قرار ہو لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا جاوے گا۔

(۵) وفی البدریة لو باع العقار مع العبید والدواب یثبت فی الکل تبعا للعقار۔

(۵) کتاب بدریہ مین بیان کیا ہو کہ اگر جائداد کو معہ غلامون اور مویشی کے ایک شخص نے فروخت کیا۔ تو یہ سب چیزین اوس جائداد کے تابع سمجھی جاوینگی اور سب مین حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۶) وفی التجرید لا شفعة فی الوقف ولا بجواره۔

(۶) کتاب تجرید مین ہو کہ وقف مین شفعہ نہین ہوتا اور نہ اسکے جوار سے شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۷) نثبتها فیما لا یقسم کالبیر والرحی والحمام۔

(۷) حنفیہ کے نزدیک جن چیزون کی تقسیم نہین ہو سکتی اون مین شفعہ ثابت ہوتا ہو جیسے کنوان۔ چکی۔ حمام۔

(۸) وقال الشافعی لا یثبت الشفعة

(۸) امام شافعی رح کے نزدیک جو چیزین قابل تقسیم نہین

فيها وهذا الخلاف مبني على ان الشفعة لدفع ضرر القسمة عنده ولدفع ضرر الجوار على الدوام عندنا۔

ہین اون مین شفعہ ثابت نہین ہوتا۔ اس اختلاف کا منشار یہ ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ اوٹھانی پڑے اور حنفیہ کے ہین کہ ہمیشہ کے لئے ضرر جوار سے امن ہو جائے۔

(49) والظلة وهي التي احد طرفي جذوعها على حائط الدار المبيعة وطرفها الآخر على حائط الجار لا تدخل عنده فلا ياخذها الشفيع حتى يقول بكل حق هو لها وقالا يدخل اراد بالظلة ما يكون مفتوحة في الدار المبيعة لانها لو كانت مفتوحة الى غيرها لا يدخل اتفاقا۔

(49) وہ سائبان جسکی کڑیان ایک جانب سے فروخت شدہ مکان کی دیوار پر اور دوسری طرف جار کی دیوار پر رکھے ہوے ہین حنفیہ کے نزدیک وہ سائبان بیع مین داخل نہو گا اور شفیع اوس کو نہ لے سکیگا مگر جس صورت مین بائع کل حقوق کی تصریح کر دے اور صاحبین کے نزدیک وہ بلا تصریح بیع مین داخل ہوگا اور سائبان سے وہ سائبان مراد ہے جسکا راستہ اوس مکان کی طرف کو ہو کیونکہ اگر دوسری طرف کو ہو تو بالاتفاق داخل نہ ہوگا۔

(50) لهما ان الظلة من مرافق الدار ينتفع بها صاحبها كالكنيف المشروع الى خارج الدار وله انها تبع للدار من وجه واصل من وجه لان قرارها بها وبغيرها فان قال بكل حق لها دخلت والا فلا بخلاف المقيس عليه لانه لا اتصال له بملك الغير۔

(50) صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ سائبان مکان کے تابع ہوتا ہے جس سے مالک مکان نفع اوٹھا سکتا ہے مثل پاخانہ وغیرہ کے جو مکان سے باہر ہو۔ اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ من وجہ وہ مکان کے تابع ہے اور من وجہ اوس سے الگ ہے کیونکہ اوس کا قیام صرف اسی مکان پر نہین ہے بلکہ دوسرے مکان پر بھی ہے لہذا اگر بائع کل حقوق کا لفظ کہدے گا تب وہ سائبان داخل ہوگا ورنہ نہین۔ بخلاف مقیس علیہ کے کہ اوسمین دوسرے کی ملک سے اتصال نہین پایا جاتا۔

(51) واذا ملك العقار بعوض وهو مال وجبت اي ثبت الشفعة۔

(51) اگر ایک شخص بعوض کسی مال کے ایک مکان کا مالک ہو تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(52) فان ملكها بلا عوض كالهبة المطلقة والصدقة لا يثبت۔

(52) اگر ایک شخص بلا عوض مالک ہوا جسطرح ہبہ مطلقہ اور صدقہ مین تو شفعہ ثابت نہو گا۔

(۵۳) وكذا اذا ملكها بعوض ليس بمال وعليه يتفرع قوله۔

(۵۳) اگر ایک شخص بعوض مکان کا مالک ہوا مگر وہ عوض مال نہین ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔

(۵۴) فلا نثبتها اى الشفعة فى دار يتزوج عليها اى يكون مهرًا للمنكوحة وان قال جعلتها بمهرك ففيها الشفعة لانها عوض عن المهر۔

(۵۴) اگر ایک مکان کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر مہر کے عوض مین وہ مکان ٹھیرا ہے تو شفعہ ثابت ہوجائے گا کیونکہ وہ بعوض مال کے ہے۔

(۵۵) او يخالع بها او يستاجر بها يعنى اذا اجر داره واخذ لاجرته من المستأجر دارا فلا شفعة لهذا لانه بدل المنفعة لا بدل المال۔

(۵۵) اگر ایک شخص نے بعوض مکان کے اپنی بیوی سے خلع کیا یا ایک مکان کسی کو کرایہ پر دیا اور کرایہ دار سے اوس کے کرایہ مین ایک مکان لے لیا تو اوسمین شفعہ نہین ہے کیونکہ وہ مکان اُسنے بعوض مال کے نہین لیا ہے بلکہ بعوض سکونت کے لیا ہے۔

(۵۶) او يصالح بها عن دم عمدا او يعتق عليها۔

(۵۶) اگر ایک شخص نے قصدًا ایک شخص کا خون کیا اور ایک مکان دیکر اوس کے وارثون سے صلح کر لی یا بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو شفعہ نہوگا

(۵۷) وقال الشافعى يثبت الشفعة فيها۔

(۵۷) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان پانچون صورتون مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہے۔

(۵۸) لان هذه الاشياء متقومة فى الشرع فيكون الدار قيمة للمتقوم ولنا ان قيمة الشئ ما يقوم مقامه لاتحادهما فى المقصود ولا اتحاد بين المال وهذه الاشياء فيه فلا يكون المال قيمة لها الا ان الشارع جعل للبضع قيمة فى النكاح لضرورة تعظيم قدره سيجئ بيانه فى النكاح وللمنافع قيمة فى الاجارة لضرورة حاجة الناس اليها وللدم قيمة لضرورة

(۵۸) امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ شرع کے اندر خلع اور خون وغیرہ متقوم چیزین ہین پس مکان متقوم چیز کے بدلہ پایا گیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قیمت اوس چیز کو کہتے ہین جو بسبب اتحاد مقصود کے ایک شئے کے قائم مقام ہوسکے اور مال مین اور ان چیزون مین اتحاد فی المقصود نہین ہے پس مال ونکی قیمت نہین ہوسکتا مگر شارع نے صرف شرافت انسانی کا لحاظ کر کے شرمگاہ کے نکاح مین قیمت مقرر کی ہے اور اجارہ مین منافع کو متقوم قرار دیا ہے کیونکہ لوگون کو اوسکی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اسیطرح ضرورت انسانی کا لحاظ فرماکر خون کی قیمت مقرر کی ہے تاکہ خون کسیکا ضائع نہو اور جو چیز کسی ضرورت سے مقرر کیجاتی ہے وہ صرف اوسی ضرورت کے

صيانته عن الهلاك وما ثبت بالضرورة لا يتعدى عن موضعها فلا يكون مقومة في حق الشفعة والاعتاق ازالة المالية فكيف يقوم المال مقامه۔

اندر منحصر رہتی ہو پس حق شفعہ مین یہ چیزین متقوم نہین ہوجاوین گی اور باقی رہا آزاد کرنا تو مال کسیطرح اوس کے قائم مقام نہین ہوسکتا کیونکہ آزاد کرنا اصل مین مالیت کا زائل کرنا ہے نہ مال کا مال سے بدلنا۔

(۵۹) فلو تزوجها على دار ان ترد اليه الفا يعني اذا تزوج امرأة وامهرها دارا على ان ترد اليه الف درهم فالشفعة غير ثابتة عندح مطلقا اي في حصة الالف وفي حصة الصداق۔

(۵۹) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر وہ عورت ہزار روپیہ اس شخص کو دے تو یہ شخص وہ مکان عورت کو دیدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اوس مکان مین بالکل حق شفعہ نہو گا نہ مہر کے حصے مین نہ ہزار کے حصے مین۔

(۶۰) واوجباها في حصة الالف لانه مبادلة مال بمال۔

(۶۰) صورت مذکورہ بالا مین صاحبین رح کے نزدیک اوس قدر حصے مین جو ہزار کے بدلہ مین آئے گا حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۶۱) اقول لو قال فالشفعة غير ثابتة في حصة الالف لكان اخصر واولى لانه لم يحتج الى قوله مطلقا واوجباها وعدم الشفعة في حصة الصداق قد كان عرف في المسئلة السابقة۔

(۶۱) شارح رحمہ اللہ کہتے ہین اگر ماتن یہ کہتا کہ ہزار کے حصے مین شفعہ ثابت نہو گا تو بہتر اور مختصر ہوتا اور مُطْلَقًا وَاَوْجَبَاهَا کہنے کی ضرورت نہوتی اور مہر کے حصہ مین شفعہ کا ثابت نہونا پہلے مسئلہ سے معلوم ہو چکا تھا۔پس دوبارہ اوس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(۶۲) وله ان البيع مشروط في النكاح والمشروط اتباع فيكون معنى المعاوضة تبعا للصداق واذا لم يثبت الشفعة في الاصل لا يثبت في تبعه۔

(۶۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ اس نکاح مین بیع کی شرط لگائی گئی ہے اور شرط مشروط کے تابع ہوا کرتی ہی لہذا معاوضہ کے معنے مہر کے تابع ہوے اور جب اصل مہر مین شفعہ ثابت نہین ہی اوس کے تابع مین بھی ثابت نہوگا۔

(۶۳) اورد بعض المشائخ هذه

(۶۳) بعض مشائخ رح نے اس مسئلہ کو کتاب النکاح مین

المسئلة فی کتاب النکاح وبعضهم فی کتاب الشفعة والمصنف اوردها فی کلیهما لکن ینافی ایجاز الکتاب۔

بیان کیا ہے اور بعض نے کتاب الشفعہ مین اور اس کتاب مین دونون مقام پر اوس کو بیان کیا ہے اس مین اگرچہ کچھ حرج نہین ہے مگر اختصار کی منافی ہے۔

(۶۴) ولو صالح عنها بانکار او سکوت لم تجب یعنی من ادعی دار رجل وانکر صاحبها او سکت ثم صالح عن تلك الدار علی مال لاشفعة فیها اما فی صورة الانکار فلان زعمه ان الدار لم تزل عن ملکه واما فی السکوت فلزعمه ان ما اعطاه افتداء لیمینه فلم یثبت المبادلة المالیة۔

(۶۴) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور مالک مکان نے انکار کیا یا سکوت کیا اور پھر کچھ مال دیکر اوس شخص سے اوس نے صلح کر لی تو اوس مکان مین شفعہ نہین ہے انکار کی صورت مین تو اس لئے کہ مالک مکان کے نزدیک وہ مکان اسیکا مملوک تھا اور سکوت کی صورت مین اس لئے کہ اوس نے جو مال دیا ہے اپنے نزدیک قسم کے عوض مین دیا ہے لہذا مبادلہ مالیہ نہین پایا گیا۔

(۶۵) ولو باقرار یعنی لو صالح عنها بعد اقراره بها یثبت الشفعة لان الصلح بعد الاعتراف یکون مبادلة بمال۔

(۶۵) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور اوس نے اقرار کر لیا اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ اقرار کے بعد یہ صلح مبادلہ ہے۔

(۶۶) او علیها ای لو صالح عن دعوی خصمه علی دار مطلقا ای سواء کان الصلح باقرار او سکوت او انکار وجبت الشفعة لان زعم المدعی انه اخذها عوضا عن حقه فیواخذ بزعمه۔

(۶۶) اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعوی کیا اور مالک مکان نے اوس سے انکار یا اقرار یا سکوت کیا اور ایک اور مکان دیکر صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہو گا کیونکہ مدعی نے اپنے نزدیک بعوض اپنے حق کے اوس مکان کو لیا ہے پس اوس کے زعم کے موافق اوس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

(۶۷) ولا یجب الشفعة بالارث والوصیة لان الملك الحاصل بکل منهما حاصل بغیر عوض۔

(۶۷) بذریعہ وراثت یا وصیت کے اگر کسی شخص کو ایک مکان ملے تو اوس مین شفعہ نہین ثابت ہوتا اسلئے کہ یہان مبادلہ مالیہ نہین ہے۔

(۶۸) وطردوا ذلك اى عدم ثبوت الشفعة فى الهبة اذا اعوض عنها لان التعويض عنها تبرع ولا شفعة فى التبرعات۔

(۶۸) اگر ایک شخص نے کسیکو ایک مکان ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اوس کے عوض مین کچھ مال ہبہ کنندہ کو دیا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک اوسمین شفعہ نہین ہے اس لئے کہ ہبہ کا عوض دینا تبرعات مین داخل ہے اور تبرعات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۶۹) الا بعوض مشروط یعنی اذا شرط العوض فى الهبة يثبت الشفعة فيها عندنا لان العوض يكون واجبا عليه ويكون بيعًا انتهاء۔

(۶۹) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا اور اوس کے عوض مین کچھ مال شرط کر لیا تو حنفیہ کے نزدیک اوسمین شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ یہ عوض موہوب لہ پر واجب ہو جاوے گا اور انتہاءً یہ بیع سمجھی جاویگی۔

(۷۰) وقال مالك يثبت الشفعة فى الهبة متى عوض عنها وان لم يكن العوض مشروطا فيها لانها يصير بمنزلة البيع ولنا انها هبة من الجانبين لانه لم يشترط فى العقد عوض ولا شفعة فى الهبة بخلاف ما اذا شرط العوض حيث صارت معاوضة اعلم ان انفهام قول مالك من المتن فيه نوع خفاء ليعلم بالتامل۔

(۷۰) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ہبہ کے اندر عوض دیا جاوے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ عوض کی شرط نہو کیونکہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع نہین ہے بلکہ جانبین سے ہبہ ہے اس لئے کہ عقد کے اندر عوض کی شرط نہین ہے اور جب ہبہ ٹھیرا تو اوسمین شفعہ نہو گا بخلاف اوس صورت کے کہ ہبہ مین عوض شرط ہو کہ وہان مبادلہ پایا جاتا ہے۔ معلوم کرو کہ متن سے بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا قول سمجھ مین نہین آتا۔

(۷۱) وفى المحيط الشفعة فى الهبة المشروطة بعوض انما تثبت اذا تقابضا فان قبض احدهما دون الآخر فلا شفعة۔

(۷۱) محیط مین بیان کیا ہے کہ ہبہ مشروط بعوض مین شفعہ اوسوقت مین ثابت ہوتا ہے کہ جب دونون کا قبضہ بدلین پر ہو جائے اور اگر صرف ایک نے قبضہ کیا ہے اور ہنوز دوسرے نے نہین کیا ہے تو اوسمین شفعہ نہین ہے۔

(۷۲) خلافا لزفر وهذا بناء على ان الهبة المشروطة بعوض ينعقد معاوضة ابتداءً عنده وعندنا ينعقد تبرعا ابتداء ويتم معاوضة

(۷۲) اوپر کی صورت مین امام زفر کا اختلاف ہے اوس کی بنا یہ ہے کہ اون کے نزدیک ہبہ مشروط بعوض شروع سے ہی معاوضہ ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شروع مین تبرع اور دونون کے قبضہ کرنے کے بعد

اذا تقابضا۔

مبادلہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۷۳) ولا تثبت ای الشفعۃ للجار باقتسام الشرکاء العقار لان فی القسمۃ معنی الافراز لا مبادلۃ المال بالمال ولہذا یجری فیہا الجبر علی القسمۃ اذا کانت فی المثلیات بطلب احد الشرکاء والشفعۃ لم تثبت الا فی المبادلۃ المطلقۃ۔

(۷۳) اگر چند شریک ایک مکان کو باہم تقسیم کرلین تو جار کو اوسمین مجال شفعہ نہین ہو کیونکہ تقسیم مین ہر شخص اپنے حصہ کو الگ کرتا ہو اور اوسمین مبادلہ نہین ہوتا ولہذا اگر مثلیات مین شرکت پائی جائے اور ایک شریک تقسیم کی درخواست کرے تو اور شریک راضی ہون یا نہون اوس شئ مین تقسیم جاری ہوسکتی ہے الحاصل تقسیم مین مبادلہ نہین ہے اور شفعہ مطلقاً مبادلہ مین ثابت ہوتا ہے۔

(۷۴) ولا برد المشتری ای لا تثبت الشفعۃ للجار اذا رد المشتری بشرط او برؤیۃ او عیب ای بسبب خیار الشرط او خیار الرؤیۃ او خیار العیب بقضاء ای بقضاء القاضی ھذا قید للرد بالعیب سواء یکون الرد بعد القبض او قبلہ بعد التسلیم ای تسلیم الجار الشفعۃ وقت الشراء لان الرد فسخ من الاصل۔

(۷۴) اگر بسبب خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب حاصل ہونے کے مشتری نے مبیع کو بحکم قاضی واپس کردیا خواہ مبیع پر ہنوز قبضہ کیا ہو یا نہین اور جار نے خریدتے وقت اوس شفعہ کے طلب نہ کی تھی تو اب اوس جار کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ واپس کرنا فی الحقیقت بیع کا فسخ کرنا ہو اور حکم قاضی کی قید صرف خیار عیب کے متعلق ہے۔

(۷۵) فان ردہ بعیب بعد القبض بغیر قضاء او تقایلا البیع وجبت الشفعۃ لان ذلک فسخ فی حقہما وعقد جدید فی حق الشفیع اذ لا ولایۃ لہما علی غیرہما فیکون معاوضۃ مالیۃ فی حقہ قید بقولہ بعد القبض لان الرد بالعیب قبل القبض فسخ من الاصل۔

(۷۵) اگر مشتری نے خیار العیب حاصل ہونیکی وجہ سے قبضہ کرنیکے بعد بغیر حکم قاضی کے مبیع کو واپس کیا یا بائع مشتری نے باہم بیع کا اقالہ کرلیا تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کیونکہ اون دونون کے حق مین یہ بیع کا فسخ ہو مگر شفیع کے حق مین وہ از سر نو دوسری بیع ہو اس لئے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہو مگر شفیع پر اونکو چہ ولایت نہین ہو پس شفیع کے حق مین یہ مبادلہ مالیہ سمجھا جاوے گا۔ بعد القبض کے قید اس لئے لگائی ہو کہ قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کا عیب کی وجہ سے واپس کردینا اصل مین فسخ کردینا ہے

(۷۶) ولو استثنى ذراعا مما يليه اى من الجانب الذى يلى الشفيع امتنعت الشفعة لانعدام اتصال الملك۔

(۷۶) ایک شخص نے ایک زمین فروخت کی اور جسطرف شفیع کے زمین سے اوس کو اتصال تھا ایک گز زمین کو بیع میں نہ داخل کیا تو شفعہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ اتصال ملکیت نہیں پایا گیا۔ (ہبہ بیز اسیجبہ ہذ حکم رکھتا ہے)

(۷۷) وكذا لو وهبه وسلمه اليه

(۷۷) بیع کے بعد زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا تھا مشتری کو ہبہ کیا

(۷۸) ولو ابتاع سهما من العقار قليلا بثمن كثير بحيث لا يرغب اليه الجار اصلا ثم ابتاع الباقى تثبت الشفعة للجار فى الاول اى فى السهم الاول دون بيع الباقى لان المشترى فى سهم سار شريكا للبائع فى الباقى والشفيع جار له فيه والشريك مقدم عليه۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا ہے زیادہ قیمت سے فروخت کیا تاکہ شفیع اوس کے خریدنے کا قصد نہ کرے اور پھر باقی کو بھی فروخت کر دیا تو صرف اوسی حصہ میں شفعہ ثابت ہوگا باقی میں نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ جس نے بائع سے وہ حصہ خریدا ہے وہ شخص بائع کا باقی میں شریک ہو گیا اور وہ شفیع صرف جار رہتا اور شریک کو جار پر تقدم ہے۔

(۷۹) وهذه الحيلة لدفع الجار عن الشفعة۔

(۷۹) صورت مذکورہ بالا کے حیلہ سے جار کا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۸۰) او بثمن اى لو ابتاع العقار الذى قيمته مائة مثلا بثمن غال كالف ثم عوضه عنه اى المشترى البائع عن ذلك الالف بثوب قيمته مائة تثبت الشفعة بالثمن لانه هو العوض عن العقار والتعوض بالثوب عقد اخر وهذه حيلة تعم دفع الجار والشريك الا ان فيها اضرارا للبائع عند الاستحقاق لانه باع الثوب من البائع بالف وقع

(۸۰) اگر ایک جائداد کی قیمت سو روپیہ ہو اور مالک نے اوسکو ہزار روپیہ سے فروخت کیا پھر مشتری نے اوس ہزار کے عوض میں بائع کو ایک کپڑا دیا جس کی قیمت سو روپیہ ہے تو شفیع ہزار روپیہ دیکر اوس جائداد کو لیسکتا ہے ورنہ نہیں لے سکتا کیونکہ اوس جائداد کی عوض ہزار روپیہ قرار پا چکے ہیں اور باقی رہا بعوض ہزار روپیہ کے اوس کپڑے کا لینا یہ دوسرا عقد ہے یہ ایسا حیلہ ہے جس سے جار اور شریک دونوں کا شفعہ باطل ہو سکتا ہے مگر جس صورت میں جائداد کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو اوس میں بائع کو ضرر ہوگا کیونکہ مشتری اوس کپڑے کو اس بائع کے ہاتھ بعوض ہزار روپیہ کے جسکو اون دونوں نے باہم قرار

المقاصة بينهما فاذا استحق العقار بطل ثمنه لكن بقي للمشتري على البائع ثمن الثوب وهو الف لان بيع الثوب صحيح۔

دے لیا ہو فروخت کر چکا۔ پس اگر زمین جایداد کسی دوسرے شخص کی نکلی تو اوسکا ثمن باطل ہو جاوے گا مگر کپڑے کی قیمت جو ہزار روپیہ اوسکا زر ثمن قرار پایا ہو مشتری کے اس بائع پر لازم ہو جاوینگے کیونکہ کپڑے کی بیع صحیح ہو۔

(٨١) فالاولى ان يباع بالدراهم الثمن دنانير بقدر قيمة العقار فيكون صرفا بما في ذمته۔

(٨١) اور اگر اسطرح پر حیلہ کیا جاوے کہ بعوض ہزار روپیہ زر ثمن کے کچھ اشرفیاں بقدر قیمت جایداد کے مشتری بائع کو دے تو بیع صرف ہو جاویگی اور بائع کا کچھ ضرر نہوگا۔

(٨٢) فاذا استحق العقار وتبين ان لا دين على المشتري يبطل الصرف للافتراق قبل القبض فيجب رد الدنانير لا غير فلا يتضرر بها البائع۔

(٨٢) حیلہ مذکورہ بالا کے بعد اگر اوس جایداد مین کسی کا حق برآمد ہوا اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مشتری پر زر ثمن لازم نہین ہو تو وہ بیع صرف قبل از قبض فراق پا جانے سے باطل ہو جاویگی اور بائع کو صرف اون اشرفیون کا واپس کرنا پڑے گا جس سے اوسکو کچھ ضرر نہوگا۔

(٨٣) وكره محمد الحيلة في اسقاطها وقالا لا يكره۔

(٨٣) امام محمد رح کے نزدیک اسقاط شفعہ کے لئے حیلہ کرنا مکروہ ہو اور صاحبین کے نزدیک مکروہ نہین ہو۔

(٨٤) له ان ثبوتها لدفع الضرر فاذا ابيحت الحيلة في اسقاطها يكون ابقاء لضرر الجار فيكون حراما

(٨٤) امام محمد کی دلیل یہ ہو کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہو پس اگر اوس کے ابطال کے لئے حیلہ کرنا جائز ہو تو بدستور ضرر جوار باقی رہتا ہو پس خواہ مخواہ حیلہ کرنا روا نہوگا۔

(٨٥) لهما ان هذه امتناع عن اثبات الحق وهو مشروع۔

(٨٥) صاحبین کی دلیل یہ ہو کہ حیلہ کرنے مین اثبات حق غیر سے بچنا ہے اور یہ ناجائز نہین ہے۔

(٨٦) قيد بقوله في اسقاطها لان الحيلة في ابطالها مكروهة اتفاقا كما اذا قال المشتري للشفيع بعد ما ثبت حقه انا ابيعها منك بما اخذت وقال الشفيع نعم تبطل الشفعة كذا في النهاية۔

(٨٦) حیلہ مین اسقاط شفعہ کی قید اس لیے لگائی ہو کہ ابطال شفعہ کے لئے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے جسطرح مشتری شفیع سے اوس کا حق ثابت ہو جانے کے بعد کہے کہ جتنی قیمت کو مین نے یہ مکان لیا ہو اوسی قیمت کو مین تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور وہ کہدے کہ اچھا تو شفعہ اوسوقت مین باطل ہو جاوے گا۔

(٨٧) لكن قال شمس الائمة لا باس

(٨٧) شمس الائمہ نے بیان کیا ہے ابطال حق شفعہ کے لئے

بالحيلة لابطال حق الشفعة اذا كان قصده الدفع عن نفسه لان فی اخذ داره بغير رضاه ضررا عليه واضرار الغير به ضمنی فلا يعتبر۔

اگر کوئی شخص حیلہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین بشرطیکہ اوس کو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہو اسواسطے کہ بغیر اوسکی رضامندی کے اوس کا گھر لینے مین اوس کے لئے ضرر ہے اور غیر کو اگر ضرر ہو بھی تو وہ ضمنا ہی۔

(۸۸) فصل فی طلب الشفعة والخصومة فيها۔

(۸۸) یہان سے شفعہ کے طلب کرنے اور اوسمین مخاصمت کرنے کا بیان کیا جاتا ہی

(۸۹) واذا علم الشفيع بالبيع اشهد فی مجلس علمه على الطلب نسمى هذا طلب المواثبة لابد للشفيع منه وان لم يكن بحضرته من يشهد لكيلا يسقط حقه فيما بينه وبين الله تعالى لقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها ای طلبها على المسارعة ويمكنه الحلف اذا استحلف۔

(۸۹) جسوقت شفیع کو بیع کا علم ہو تو اوسکو لازم ہے کہ اوسی جلسہ مین طلب شفعہ پر کسیکو گواہ کردے اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین شفیع کے لئے یہ طلب خواہ مخواہ ضروری ہے اگرچہ اوسوقت کوئی گواہ موجود نہو تاکہ فیمابینہ وبین اللہ تعالے اوس کا حق ساقط نہو جائے کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے شفعہ اوس شخص کے لئے ہے جو فوراً اوس کے طلب کرے۔ اور تاکہ حلف کرنے کے موقع پر وہ حلف کرسکے۔

(۹۰) ثم هذا الطلب انما يجب عليه اذا اخبره رجلان او رجل عدل عنده۔

(۹۰) امام رحمہ اللہ کے نزدیک طلب مواثبة اوسوقت واجب ہوتی ہے جبکہ دو مرد غیر عادل یا ایک مرد عادل شفیع کو بیع کی خبر دے۔

(۹۱) وعندهما يجب اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صغيرًا كان اوكبيرًا اذا كان الخبر حقا۔

(۹۱) صاحبین رح کے نزدیک طلب مواثبت اوسوقت واجب ہوتی ہے کہ ایک شخص خبر دے خواہ حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ بشرطیکہ وہ خبر صحیح ہو۔

(۹۲) ولو اخبره المشترى بنفسه يجب عليه الطلب اتفاقا كيف ما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة فی الخصومة كذا فی التبيين۔

(۹۲) اگر مشتری نے خود بیع کی خبر دی تو شفیع پر بہرصورت شفعہ کے طلب واجب ہی خواہ وہ مشتری کیسا ہی ہو اسواسطے کہ اس شفعہ میں مشتری اوسکی مخاصمت ہے اور خصومت مین عدالت شرط نہین ہے۔

(۹۳) وعن محمد ان له خيار الى آخر المجلس ما لم يشتغل بما يدل على الاعراض وهو مختار الكرخي لانه تملك لابد فيه من التامل

(۹۳) امام محمدؒ سے مروی ہے کہ شفیع کو آخر جلسہ تک طلب کرنیکا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ شفیع اُس جلسہ کے اندر کسی ایسے کام میں مشغول نہو جس سے اُسکا اعراض ثابت ہو۔ کرخی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اسواسطے کہ شفعہ میں ملکیت کا حاصل کرنا ہوتا ہے جسمین تامل کرنے کی ضرورت ہے۔

(۹۴) لكن المشهور عن ائمتنا انه على الفور حتى قالوا لو سكت بعد علمه او تكلم بلغو بطل الشفعة۔

(۹۴) ہمارے ائمہ سے یہ قول مشہور ہے کہ شفیع کو فی الفور طلب کرنی چاہیے حتی کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونیکے بعد شفیع نے سکوت کیا یا کوئی بیکار بات زبان سے نکالے تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۹۵) وفي الواقعات الصحيح ان الشفعة تثبت بكل كلام يفهم منه طلبها اسمية كانت او فعلية۔

(۹۵) واقعات میں مذکور ہے قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ ہر کلام سے جس سے اُسکی طلب پائی جائے ثابت ہوجاتا ہے خواہ وہ کسی قسم کا جملہ ہو۔

(۹۶) ثم على البائع اي ليشهد على البائع ان كان المبيع في يده لكونه خصما فيه۔

(۹۶) طلب مواثبت کے بعد شفیع پر لازم ہے کہ اگر بائع کے پاس مبیع موجود ہو تو اُس پر بھی کسیکو گواہ کرے اسلیے کہ اُسے مبیع میں اُسکو مخاصمت کرنی ہے۔

(۹۷) نص محمد في جامع الكبير انه يصح الاشهاد على البائع بعد تسليم المبيع استحسانا لانه عاقد لا قياسا۔

(۹۷) امام محمدؒ نے جامع کبیر میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا تو اُسوقت بھی شفیع کسیکو گواہ کردے تو صحیح ہے کیونکہ وہ عاقد ہے مگر یہ بات قیاس کے خلاف ہے صرف استحسانا ہے۔

(۹۸) او على المشتري لانه ملك المبيع۔

(۹۸) اگر طلب مواثبت کے بعد بائع کے پاس آکر کسیکو گواہ نکرے تو مشتری کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ وہ مبیع کا مالک ہے۔

(۹۹) او عند العقار لتعلق الحق به ويسمى هذا طلب التقرير وصورته ان يقول ان فلانا اشترى دارا او هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة وانا طالبها الآن فاشهدوا على ذلك۔

(۹۹) اگر شفیع نے بائع اور مشتری میں سے کسیکے پاس جاکر گواہ نہ کیا تو اُسکو چاہیے کہ اراضی مبیعہ کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ حق اُسکے ساتھہ متعلق ہے۔ طلب مواثبت کے بعد گواہ کرنے کا نام طلب تقریر ہے اُسکا طریقہ یہ ہے کہ شفیع لوگونکے سامنے یہ بیان کرے کہ فلان شخص نے ایک مکان یا یہہ مکان خریدا ہے اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین اُسکو طلب کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اس بات پر گواہ رہو۔

(۱۰۰) قال شيخ الاسلام لو علم الشفيع البيع عند احد هذه الثلثة فطلب و اشهد عليه يكفيه فلا حاجة الى طلب الاشهاد ثانيا ومدة هذا الطلب مقدرة بالتمكن من الاشهاد مع القدرة على احد هذه الثلثة۔

(۱۰۰) شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے کہ اگر ان تینون مین سے کسی جگہ شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُسجگہ اُس نے کسیکو گواہ کر دیا تو اسقدر اثبات شفعہ مین اوسکے لیئے کافی ہے اور دوبارہ طلب اشہاد کے حاجت نہین ہے اور طلب کرنیکے مدت اُس قدر رہے جس مین وہ ان تینون مین سے کسی جگہ جاکر گواہ کر سکے۔

(۱۰۱) فان ترك الاقرب من هؤلاء وطلب الابعد فى مكان اخر بطل شفعته الا ان يكونوا فى مصر

(۱۰۱) اگر ان تینون مین سے شفیع نے قریب کو چھوڑ کر بعید کو دوسری جگہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جاوے گا مگر جس صورت مین کہ یہ سب ایک شہر مین ہون۔

(۱۰۲) وعن محمد انها مقدرة بثلثة ايام۔

(۱۰۲) امام محمد رحہ سے طلب اشہاد کے مدت تین روز مروی ہین۔

(۱۰۳) وعن الشافعى ان له الطلب فى جميع عمره۔

(۱۰۳) امام شافعی رہ سے مروی ہے کہ شفیع کو تمام عمر طلب اشہاد کرنے کا اختیار ہے۔

(۱۰۴) وتاخير الخصومة وسمى طلب التملك بعد الاشهاد لا يسقطها اى الشفعة عند ابى حنيفة لان الحق متى تقرر لم يسقط الا باسقاط صاحبه بلسانه كما فى سائر الحقوق وعليه الفتوى۔

(۱۰۴) طلب اشہاد کے بعد اگر خصومت مین دیر ہو جائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک شفعہ نہین ساقط ہوتا کیونکہ جب کوئی حق ثابت ہو جاتا ہے تو جب تک وہ نون شخص اپنی زبان سے اُسکو ساقط نکرین وہ ساقط نہین ہو سکتا تمام حقوق کا یہی حال ہے اسی قول پر فتوی ہے اور اس خصومت کو طلب تملک کہتے ہین۔

(۱۰۵) ويسقطها اى ابو يوسف شفعته بترك المحاكمة يعنى المرافعة الى القاضى مع القدرة على ذلك لانه دليل الاعراض والتسليم كما فى تاخير الطلبين الاولين۔

(۱۰۵) امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شفیع با وجود قدرت کے قاضی کی طرف چارہ جوئی نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اسلیے کہ طلب نہ کرنا اعراض کرنے و تسلیم کرنیکی دلیل ہے جسطرح پہلے دونون طلبونمین تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(۱۰۶) وقدره ای محمد بزمان ترك المحاکمة لشهر لان الشهر ادنی الآجال وما دونه عاجل کما سیجیٔ فی الایمان من غیر عذر۔

(۱۰۶) امام محمد رہ نے بلا عذر چارہ جوئی نہ کرنیکی مدت ایک مہینہ معین کی ہے کیونکہ ایک مہینہ ادنی درجہ کی مدت ہی اور ایک مہینہ سے کم عجلت مین داخل ہے چنانچہ کتاب الایمان مین اسکا بیان آتا ہے۔

(۱۰۷) قید به لانه لو کان لعذر کمرض وسفر او عدم قاض یری الشفعة بالجوار فی بلده لا یسقط اتفاقا۔

(۱۰۷) تاخیر مین بلا عذر کی قید اسلیے لگائی ہو کہ اگر کسے عذر سے تاخیر ہوئی مثلا وہ بیمار تھا یا سفر مین تھا یا اسکے شہر مین ایسا قاضی موجود نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو بالاتفاق شفعہ ساقط نہو گا۔

(۱۰۸) وفی الجامع الخانی الفتوی الیوم علی قول محمد لتغیر احوال الناس فی قصد الاضرار۔

(۱۰۸) جامع خانی مین ہو کہ آج کل امام محمد رہ کے قول پر فتوا ہو اسلیے کہ ضرر رسانی مین لوگون کا حال متغیر ہوگیا ہے۔

(۱۰۹) واذا ادعی الشراء ای اذا ادعی الشفیع ان المشتری اشتری الدار المشفوعة وطلب الشفعة سأل القاضی المشتری بان یقول الدار التی یشفع بها الشفیع هل هی الملك وانما احتیج الی هذا السوال لانه بمجرد کونها فی یده لا یستحق الشفعة فان اعترف بملکه الذی یشفع به ثبت کونه خصما باعترافه۔

(۱۰۹) جسوقت شفیع دعوے کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان جس مین میرا شفعہ ہے خرید کیا ہو اور مین اوس مین شفعہ چاہتا ہون اوسوقت قاضی کو مشتری سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان مین شفیع شفعہ کرتا ہو وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اور اس سوال کے اسلیے حاجت ہو کہ صرف شفیع کے قبضہ سے اوس کو حق شفعہ ثابت نہو گا اگر مشتری نے اوس مکان کے شفیع کی ملک ہونے کا اقرار کر لیا تو اوس کے اقرار ہی سے ثابت ہو گیا کہ وہ شفیع کا مخاصم ہے۔

(۱۱۰) والا کلفناه البینة ای ان لم یعترف به کلف القاضی الشفیع باقامة البینة علی انه مالك بما یشفع به۔

(۱۱۰) اگر قاضی نے مشتری سے اس مکان کی ملکیت کا سوال کیا اور مشتری نے ملکیت کا اقرار نہ کیا تو قاضی کو شفیع سے کہنا چاہیے کہ اپنے شفعہ پر گواہ سنا دے۔

(۱۱۱) وقال زفر یکون خصما بلا بینة لان ظاهر الید دلیل الملك

(۱۱۱) امام زفر کے نزدیک شفیع کو مخاصمت مین گواہ کی ضرورت نہین ہے کیونکہ شفیع کا ظاہری قبضہ ثبوت ملک کے لئے کافی ہو۔

(۱۱۲) ولهذا يجوز للشهود ان يشهد وا بالملك بمشاهدة اليد ولنا ان ظاهر الملك يصلح لدفع دعوى الغير لا الاستحقاق به۔

(۱۱۲) ظاہری قبضہ ملکیت کی دلیل ہو جاتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص کسی کے قبضہ مین کوئی چیز دیکھے تو اوس شخص کو اسبات کی گواہی دینی درست ہو جاتی ہے کہ وہ شے اوس قابض کی مملوک ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ظاہر قبضہ غیر کا دعوے دفع کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے دوسرے کا حق ثابت ہونے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔

(۱۱۳) فان عجز اى الشفيع عن اقامة البينة استحلف المشترى ما يعلم به اى يحلف بان يقول بالله ما اعلم ان الشفيع مالك لما يشفع به۔

(۱۱۳) صورت مذکورہ مین اگر شفیع گواہ نہ لا سکا تو قاضی کو مشتری سے اس بات کا حلف لینا چاہیئے کہ مجھکو شفیع کی ملکیت بذریعہ شفعہ کے خدا کی قسم معلوم نہین ہے۔

(۱۱۴) وانما يستحلف على نفى العلم لانها يمين على فعل الغير۔

(۱۱۴) عدم علم کی قسم مشتری سے اس لئے لیجاتی ہے کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم ہے۔

(۱۱۵) هذا اذا قال المشترى ما اعلم واما لو قال اعلم انه غير مملوك للشفيع يحلف على البتات من فصول استروشنى

(۱۱۵) یہ اوس وقت ہے جبکہ مشتری عدم علم بیان کرے اور اگر اوس نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ وہ شفیع کی نہین ہے تو اوس سے علم قطعی پر حلف لیا جاوے گا۔

(۱۱۶) فان نكل اى المشترى اليمين او برهن الشفيع اى اقام بينة على مدعاه سأل القاضى المشترى عن الشراء ليثبت كونه خصما عنده فان اعترف ليسمع دعوى الشفيع فان انكر اى المشترى الشراء طولب الشفيع بالبينة على شرائه لانه هو المدعى

(۱۱۶) اگر مشتری نے قسم سے انکار کیا یا شفیع نے اپنے دعوے پر گواہ سنا دیئے تو قاضی مشتری سے اوس شے کے خریدنے کا سوال کریگا تاکہ عند القاضی اوس کا مخاصم ہونا ثابت ہو جائے پس اگر مشتری خریدنے کا اقرار کرے تو شفیع کا دعوی مسموع ہو گا اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا تو شفیع سے خریدنے پر گواہ طلب کئے جاوینگے کیونکہ وہ مدعی ہے۔

(۱۱۷) فان عجز استحلف المشترى ان طلب الشفيع لان اليمين حقه فلا يحلفه القاضى بدون طلبه ما ابتاع اى يقول فى حلفه بالله ما اشتريت الدار المشفوعة وهذا يمين على سبب وهو قول ابى يوسف

(۱۱۷) اگر شفیع خریدنے پر گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے یہ حلف لینا چاہیئے کہ خدا کی قسم مین نے مکان مشفوعہ کو نہین خریدا ہے اور یہ سبب پر قسم لینا ہے اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے کیونکہ مدعی نے اصل خریدنے کا دعوی کیا ہے تو اوسی کے نفے پر مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے گا اس لئے کہ حلف دعوی کی طرف سے واجب ہوتا ہے۔ مگر مشتری سے حلف اوسوقت لیا جاوے گا

لان المدعی ادعی اصل الشراء فینبغی
ان یستحلف علی نفیه لان الیمین انما
یجب بحسب الدعوی وما یستحق علیه
هذه الشفعة ای یقول فی حلفه بالله
ما یستحق الشفیع هذه الشفعة علی
وهذا الیمین علی الحاصل وهو قول ح
ومحمد لان فی الاستحلاف علی
السبب اضرارا للمدعی علیه لجواز
ان یکون قد فسخ العقد واذا استحلف
علی الحاصل یکون رعایة لحقهما

(۱۱۸) الا ان یدعی الشفعة علی من لا
یراها بالجوار ویستحلف علی السبب
لانه لو حلف فیه علی الحاصل یصدق
فی یمینه فی اعتقاده فیفوت النظر فی
حق المدعی۔

(۱۱۹) فان نکل ای المشتری قضی بها
ای بالشفعة۔

(۱۲۰) اعلم انه ذکر فی هذا الکتاب
ومتن الکنز ان القاضی یسأل المدعی
علیه عن ملك الشفیع اولا ولیس کذلك
بل یسأل القاضی اولا المدعی عن
موضع الدار وحدودها لانه ادعی
فیها حقا فلابد ان تکون معلومة کما
لو ادعی رقبتها فاذا بین الشفیع ذلك
سأله هل قبض المشتری الدار لانه

جب شفیع ہی حلف لینا چاہے اس لئے کہ حلف لینیکا حق
اوسی کو ہے بغیر اوسکے درخواست کے قاضی مشتری سے حلف نہین
لے سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک
اس صورت مین مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم
میرے اوپر شفیع اس شفعہ کا مستحق نہین ہے اور یہ
حاصل پر قسم لینا ہے ان دونون کی دلیل یہ ہے کہ
کہ سبب پر حلف لینے مین مدعی علیہ پر ضرر کا احتمال ہے
اور ممکن ہے کہ بیع وشرا ہو کر اوسکا فسخ ہو گیا ہو اور حاصل
پر حلف لینے مین کسیکی حق تلفی نہین ہے بلکہ دونون کی
رعایت ہے۔

(۱۱۸) اگر شفیع نے اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے روبرو
دائر کیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا تو وہان بالاتفاق
سبب پر حلف چاہئے کیونکہ اگر وہان بھی حاصل پر حلف کیا
اور قاضی نے اپنے اعتقاد کے موافق اوسکی تصدیق کرے
تو مدعی کا حق تلف ہو جاوے گا۔

(۱۱۹) اگر مشتری نے حلف سے انکار کیا تو شفیع کے لئے شفعہ
کا حکم دیا جاوے گا۔

(۱۲۰) معلوم کرو کہ اس کتاب مین اور متن کنز مین
یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قاضی اولاً مدعی علیہ سے شفیع کی ملکیت کا
سوال کرے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہین ہے بلکہ اولا قاضی کو
مدعی سے اوس مکان کا پتا اور اوس کے حدود دریافت
کرنی چاہئیین اس لئے کہ وہ اوس مکان مین اپنا حق
بیان کرتا ہے لهذا اوس مکان کا تعین ضروری ہے جسطرح کوئی
شخص مکان کی ملکیت کا دعوی کرے تو اوس شخص سے
حدود اور پتا دریافت کیا جاتا ہے اور جب شفیع

لو لم يقبضها لا يسمع دعواه على المشتري
حتى يحضر البائع فاذا ابين ذلك
سأله عن سبب شفعته لاحتمال
ان يزعم ما ليس بسبب سببا او يكون
هو محجوبا بغيره فاذا ابين سببا صالحا
وانه غير محجوب بغيره سأله انه متى
علم وكيف صنع حين علم لانها تبطل
بطول الزمان وبما يدل على الاعراض
فاذا ابين ذلك سأله عن طلب التقرير
وكيف كان وعند من اشهد وهل
كان الذي اشهد عنده اقرب من
غيره على ما بيناه فاذا ابين ذلك
كله اقبل على المدعى عليه وسأله
عن ملك الشفيع الى آخر ما ذكر
في التبيين۔

(۱۲۱) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن
الى مجلس القاضي وقت خصومته
الا بعد القضاء بها اى بالشفعة لان
الثمن لا يجب عليه قبل القضاء بالشفعة
ولا يجب احضاره۔

(۱۲۲) والزمه اى محمد الشفيع به
قبله اى باحضار الثمن قبل القضاء
فلا يقضى القاضي بها اذا لم يحضره
لاحتمال ان يكون الشفيع مفلسا
فيتوى مال المشتري۔

پتا وغیرہ دریافت کر لے تو قاضی اوس سے دریافت کرے کہ
مشتری نے اوس مکان پر قبضہ کر لیا ہو یا نہین اس لیے کہ اگر قبضہ
نہین کیا ہو تو مشتری پر شفیع کا دعوی جبتک بائع حاضر نہو صحیح نہوگا۔ جب
شفیع اس بات کو بیان کر دے تو اوس سے شفعہ کرنے کا سبب دریافت
کرنا چاہیے ممکن ہے کہ اوس نے غیر سبب کو اپنی دانست مین سبب سمجھا ہو یا
اوس کے حق پر کوئی دوسرا شفیع مقدم ہو جب شفیع ٹھیک ٹھیک ان
باتون کو بیان کر دے تو اوس سے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ تجھکو
بیع کا علم کب ہوا اور جب تجھکو علم بالبیع ہوا تو تو نے کیا کیا اس لیے
کہ تاخیر کرنے یا کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے جس سے اعراض سمجھا
جاوے شفعہ ساقط ہو جاتا ہو جب شفیع یہ بھی بیان کر دے تو اوس سے
طلب تقریر کا سوال کرے کہ کسطرح اوس نے طلب کیا اور کس کے پاس لوگونکو گواہ
کیا وہ بہ نسبت دوسرے کے اقرب تھا یا نہین غرض جسطرح ہم بیان کر چکے ہین
اوسی ترتیب سے اُس سے سوال کیے جاوین جب شفیع ان سب باتونکا جواب دیدے
تو اب قاضی کو مدعی علیہ کیطرف متوجہ ہونا چاہیے اور اوس سے شفیع کی
ملکیت وغیرہ اور اوسکے متعلق سب باتین دریافت کرنی چاہیئن

(۱۲۱) شفیع کو ضرور نہین ہو کہ قاضی کے پاس اوس مکان
کی قیمت خصومت کے وقت لا کر موجود کرے ہان اسوقت موجود
کرنا ضروری ہو کہ جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے
کیونکہ قبل از حکم قاضی زر ثمن شفیع پر واجب نہین ہوتا
اور نہ اوس کا موجود کرنا اوسپر ضروری ہو۔

(۱۲۲) امام محمد رح کے نزدیک قبل از حکم قاضی
شفیع پر زر ثمن کا موجود کر دینا ضروری ہے جبتک
زر ثمن موجود نہو گا قاضی شفعہ کا حکم نہ دے گا
کیونکہ اگر شفیع مفلس نکلا تو مشتری کا مال تلف
ہو جاوے گا۔

(۱۲۳) وھو روایۃ ای قول محمد روایۃ عن ح۔

(۱۲۳) ایک روایت مین امام صاحب سے بھی یہ قول مروی ہے کہ قبل از حکم قاضی شفیع پر زر ثمن کا موجود کرنا ضروری ہے۔

(۱۲۴) ولو حکم القاضی قبل احضار الثمن فللمشتری ان یحبس العقار حتی یدفع الثمن الیہ لانھما بمنزلۃ البائع والمشتری

(۱۲۴) اگر قاضی نے زر ثمن موجود ہونے سے پہلے شفیع کو شفعہ کا حکم دیدیا تو مشتری کو اسبات کا اختیار ہے کہ جبتک اوسکو زر ثمن نہ ملے مبیع کو روکے رہے کیونکہ وہ دونون بمنزلہ بائع ومشتری کے ہین۔

(۱۲۵) واذا کان المبیع فی ید البائع لم یسمع البینۃ ای القاضی بینۃ الشفیع ولم یقض لہ بالشفعۃ حتی یحضر المشتری لان للبائع یدًا وللمشتری ملکا فلابد من اجتماعھما ولو قضی بھا قبل حضورہ یکون قضاء علی الغائب وانہ لایجوز۔

(۱۲۵) جبتک مبیع بائع کے قبضہ مین ہو قاضی شفیع کے گواہ نہ سنے گا اور شفعہ کا حکم نہ دے گا جبتک کہ مشتری موجود نہو کیونکہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اس لیئے دونون کا اجتماع ضروری ہے اور اگر مشتری کے حاضر ہونے سے پہلے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو وہ قضاء علی الغائب ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔

(۱۲۶) بخلاف ما بعد القبض حیث لایشترط حضور البائع لان العقد قد انتہی بالتسلیم الی المشتری فصار البائع اجنبیا فیفسخ البیع بحضرتہ ای بحضرۃ المشتری ویقضی بھا ای بالشفعۃ۔

(۱۲۶) مشتری کا قبضہ ہو جانے کے بعد بائع کا حاضر ہونا ضروری نہین ہے اس لئے کہ قبضہ سے بیع تمام ہو چکی اور بائع اجنبی ہو گیا پس صرف مشتری کے موجودگی مین بیع فسخ ہو جاوے گی اور شفعہ کا حکم دے دیا جاوے گا۔ اگرچہ بائع اوس جگہ موجود نہو۔

(۱۲۷) ویجعل العھدۃ ای ضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع اذا اخذ الشفیع الدار من یدہ لانہ اذا اخذھا منہ ینفسخ العقد الذی جری بین البائع والمشتری فیکون متملکا علی البائع فکانہ اشتری

(۱۲۷) اگر شفیع نے وہ مکان بائع کے قبضہ مین سے لیا تھا اور اب اوسمین کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوس کے زر ثمن کا ضامن ہوگا اس لئے کہ جب شفیع خود بائع سے مبیع کو لے لیا ہو تو بائع اور مشتری کے مابین جو عقد ہوا تھا فسخ ہو جاوے گا اور بائع کی طرف سے شفیع کو یہ ملکیت حاصل ہوگی اور یہ سمجھا جاوگا کہ اوس نے بائع سے اس مکان کو خرید اہے لہذا وہی ذمہ دار ہوگا

منه فيكون العهدة عليه لا على المشترى

اور مشتری سے کچھ واسطہ نہو گا۔

(١٢٨) اى قال الشافعى العهدة على المشترى سواء اخذها من البائع او المشترى لان العقد لا ينفسخ ويكون متملكا على المشترى فيكون العهدة عليه كما لو اخذها منه۔

(١٢٨) امام شافعی رح کے نزدیک بہرصورت مشتری زمن کا ذمہ دار ہوتا ہے خواہ شفیع نے اوس مکان کو بائع کے پاس سے لیا ہو یا مشتری کے پاس سے اس لئے کہ بائع اور مشتری مین جو عقد ہوا ہے وہ فسخ نہو گا اور شفیع کو یہ ملکیت بہرحال مشتری کی طرف سے حاصل ہو گی پس وہی ذمہ دار ہو گا۔

(١٢٩) ويرد الشفيع الدار المشفوعة بخيار الروية والعيب لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء لانه مبادلة المال بالمال مع شرط المشترى البرءة عن خيار العيب فى عقده لان الخيار حق للشفيع فلا يسقط باسقاط المشترى

(١٢٩) اگر مشتری نے خریدتے وقت خیار عیب سے بری ہونے کی قید لگا دی ہو اوس وقت مین بھی شفیع کو اختیار ہے کہ بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے اوس مکان کو واپس کردے کیونکہ خیار العیب شفیع کا حق ہے مشتری کے ساقط کردینے سے وہ ساقط نہین ہوتا۔

(١٣٠) ومن اشترى لغيره كان خصما للشفيع لان الاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه الى الوكيل لانه هو العاقد۔

(١٣٠) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے ایک مکان خریدا تو یہی شخص شفیع کا مدمقابل سمجہا جاوے گا اس لئے کہ شفعہ عقد کے متعلق ہے پس جس نے عقد کیا ہے اوس ہی سے شفعہ کا مواخذہ کیا جاوے گا۔

(١٣١) الا بالتسليم الى الموكل يعنى اذا سلم الوكيل المبيع الى الموكل يخرج عن كونه خصما لانه لا يد له ولا ملك فيكون الخصم هو الموكل۔

(١٣١) اگر وکیل نے اپنے موکل کے لئے مکان خرید کے موکل کو دیدیا تو اب شفیع کو اس وکیل سے خصومت کا استحقاق نہو گا بلکہ موکل سے خصومت کرنا چاہئے اس لئے کہ وکیل نہ قابض ہے نہ مالک۔

(١٣٢) ولو قال المشترى لوكيل الشفيع قد سلم موكلك الشفعة يامر ابو يوسف رح بتاخير القضاء حتى يحضر الموكل فيحلف على انه لم يسلمها لانه لو قضى بها فى الحال ثم حضر الشفيع

(١٣٢) امام ابو یوسف رح فرماتے ہین اگر مشتری نے شفیع کے وکیل سے کہا کہ تیرے موکل نے حق شفعہ ترک کردیا ہے تو قاضی کو حکم دینے مین موکل کے حاضر ہونے اور اوس کے اس بات پر حلف کرنے تک کہ مین نے شفعہ کو ترک نہین کیا تاخیر کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر موکل کے حاضر ہونے سے پہلے شفعہ کا حکم دیدیا اور پہر موکل نے

ونكل عن اليمين لزم نقض القضاء فيجب تاخيره صيانة له عن النقض۔

عدم تسلیم شفعہ پر حلف کرنے سے انکار کیا تو قاضی کو اپنے پہلے حکم کا منسوخ کرنا پڑے گا اس مصلحت سے اوسکو دیر کرنی چاہیے۔

(١٣٣) وامر به اى محمد بقضاء الشفعة للحال لان الحق لما ثبت عند القاضى وجب عليه الحكم بما ظهر عنده فلا يؤخر لامر موهوم فان الشفيع يحتمل ان لا يحضر اصلا ولو حضر ونكل رد الدار على المشترى۔

(١٣٣) امام محمد رح فرماتے ہین کہ صورت مذکورہ بالا مین قاضی کو حکم دینے مین انتظار نہ کرنا چاہئے بلکہ فی الفور حکم دینا چاہئے اس لئے کہ جب عند القاضی ایک حق ثابت ہو چکا تو قاضی پر اوس کے متعلق حکم دینا فرض ہو گیا صرف امر موہوم کی وجہ سے اوسمین تاخیر نہین کر سکتا ممکن ہے کہ شفیع حاضر نہو اور اگر حاضر بھی ہوا اور حلف سے انکار کیا تو قاضی اوس مکان کو مشتری کے طرف واپس کرا دیگا۔

(١٣٤) ولو باع او وهب يعنى من اشترى دارا فباعها من غيره او وهبها له ثم غاب فادعى الشفيع على الحاضر اى على المشترى الثانى او على الموهوب له فانكر الحاضر فاراد الشفيع اقامة البينة يجعله اى ابو يوسف الحاضر خصمًا فيقبل بينته۔

(١٣٤) ایک شخص نے مکان خریدا بعد ازان دوسرے کے ہاتھ اوسکو بیع یا ہبہ کر دیا بعد ازان وہ غائب ہو گیا اور شفیع نے مشتری ثانی یا موہوب لہ پر دعوی کیا اور ان دونون نے انکار کیا تو شفیع نے گواہ پیش کرنے کا قصد کیا امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مشتری ثانی یا موہوب لہ اوس کا مدمقابل قرار دیا جاوے گا اور گواہون کی گواہی مقبول ہو گی۔

(١٣٥) وقالا لا يكون خصمًا۔

(١٣٥) امام محمد اور امام صاحب کے نزدیک مشتری ثانی یا موہوب لہ سے شفیع دعوی نہ کر سکے گا۔

(١٣٦) له ان الموهوب له او المشترى الثانى ذو اليد ومدع لرقبة الدار لنفسه فيكون خصما لمن ينازعه كما لو صدقه فى الدعوى لكن يوخذ منه كفيل للثمن او يوضع الثمن عند عدل تظنًا

(١٣٦) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ موہوب لہ یا دوسرا مشتری قابض ہے اور مکان کی ملکیت کا اوسکو دعوی ہے پس جو شخص اوس مکان مین نزاع کرتا ہے لامحالہ یہ دونون اوس کے مدمقابل ہون گے جسطرح یہ موہوب لہ وغیرہ اوسکے دعوی کی تصدیق کر دے تو اس تصدیق کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر صورت مذکورہ مین

للغائب ولهما ان القضاء على الغائب قصدا لايجوز وفى جعله خصمًا ابطال حق الغائب قصدا فلا يجوز بخلاف ما اذا اصدقه لان الاقرار حجة قاصرة فلا يتعدى عن نفسه واما البينة فحجة متعدية يظهر بها القضاء على الغائب۔

شفیع کیطرف سے کسی شخص کو کفیل کرلینا چاہیئے یا اوس سے زرثمن لیکر کسی عادل شخص کے پاس رکہدینا چاہئے تاکہ اوس غائب کی حق تلفی نہو اور امام محمد اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ قصدًا غائب پر کوئی حکم دینا درست نہین ہے اور مشتری ثانی یا موہوب لہ کو اگر شفیع کا مدمقابل ٹھیرایا گیا تو اسمین قصدًا غائب کا حق باطل کرنا ہے لہذا اونکا مدمقابل ٹھیرانا جائز نہوگا بخلاف صورت تصدیق کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر کی ذات سے تجاوز نہین کرسکتا اور بینہ حجت متعدیہ ہے کہ اوس کے سبب سے غائب پر حکم دینا پڑتا ہے۔

(١٣٧) فصل فيما تبطل به الشفعة وما لا تبطل۔

(١٣٧) فصل شفعہ کے بطلان اور عدم بطلان کی صورتون کے بیان مین۔

١٣٨، ولو ترك الاشهاد على طلبه مع القدرة او صالح من شفعته على عوض او باع ما يشفع به بيعا باتا قبل القضاء بها اى بالشفعة مطلقا اى علم شراء العقار او لم يعلم او ساوم المشترى اى طلب الشفيع ان يشترى منه او استاجر منه اى العقار من المشترى او اخذه اى العقار من المشترى مزارعة او معاملة اى مساقاة مع علمه بالشراء او مات الشفيع قبل القضاء بها بطلت جواب لو۔

(١٣٨) اگر شفیع نے باوجود قدرت کے طلب پر گواہ کسیکو نہ کیا یا کچہ عوض لیکر شفعہ سے صلح کرلی یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع نے اپنے مکان کی جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تہا کسی سے بیع قطعی کردی خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو یا مشتری سے خریدنے کے ارادہ سے اوس مکان کی قیمت ٹہرالی۔ یا مشتری سے اوسکو کرایہ پر لیا یا زمین کو مشتری سے کاشتکاری یا باغ لگانیکی غرض سے لیا باوجودیکہ شفیع کو زمین کے فروخت ہونے کا علم تہا یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع فوت ہوگیا ان سب صورتون مین شفعہ باطل ہوجاوے گا۔

١٣٩، قيدنا البيع بالبات لانه لو باع ما يشفع به بالخيار لا يبطل شفعته ما دام الخيار ثابتًا لان

(١٣٩) صورت مذکورہ بالا مین بیع کے امر قطعی کی قید اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر شفیع نے بیع قطعی نہین کی بلکہ بیع بالخیار کے تو جہتک کہ اختیار ثابت ہے حق شفعہ

الملك لم يزل ولو رجع اليه عقاره بخيار او عيب بقضاء او بغيره لا يعود اليه حق الشفعة لانها لما بطل لا تعود الا بسبب جديد۔

ساقط نہوگا کیونکہ ہنوز اُس وقت تک شفیع کے ملک زائل نہوگی۔ اوراگر بحکم قاضی بوجہ خیار یا عیب کے اُس کی جایداد واپس ہوگئی تو حق شفعہ دوبارہ ثابت نہوگا کیونکہ حق شفعہ جب باطل ہوچکا تو اب سبب جدید سے اُسکا اعادہ ہوسکتا ہی ورنہ نہین ہوسکتا۔

(۱۴۰) قيد بقوله قبل القضاء لانه لو باع ما يشفع به بعد القضاء لا تبطل شفعته لتاكيده بالقضاء۔

(۱۴۰) قبل حکم قاضی کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے اپنے مکانکو بعد از حکم قاضی بیچ کیا ہو تو اب شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ قاضی کے حکم سے شفعہ کو استحکام ہوگیا۔

(۱۴۱) فالان نشرع فی بیان عللها على الترتيب اما بطلان الشفعة فی المسئلة الاولى فلان تركه يدل على الاعراض واما فی الثانية فلان الشفيع ليس له حق فی المحل وانما الثابت له حق التملك وهو فعله والفعل لا يتقوم الا بالعقد فلم يجز اعتياضه فتبطل شفعته لانه اسقطها واما فی الثالثة فلزوال سبب الاستحقاق فلا يتوقف على العلم واما فی سومه فلدلالته على الاعراض عن الشفعة وكذا فی العقود الباقية وانما شرط فيها العلم بالشراء لان دلالتها على الاعراض ليست بصريحة بخلاف تسليم الشفعة حيث يسقط به مع الجهالة بالشراء لانه صريح فی الاسقاط كالطلاق۔

(۱۴۱) اب ہم بہ ترتیب ان مسائل کے وجوہ بیان کرتے ہین مسئلہ اولے مین بطلان شفعہ کے یہ وجہ ہی کہ اُسکو ترک کردینا اعراض کے دلیل ہی مسئلہ ثانیہ مین یہ وجہ ہی کہ شفیع کو حق سے المحل نہین ہی صرف حق تملک ہے اور وہ اُسکا فعل ہی اور فعل کو بغیر عقد کے قرار نہین ہی تو اُسکا عوض دینا صحیح نہوگا اور شفعہ باطل ہوگا کیونکہ وہ اُسکو خود باطل کرچکا اور تیسری صورت مین اسلیے کہ وہ جبکہ اپنے مکان کے بیع قطعی کرچکا تو استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا خواہ اُسکو مکان مشفوعہ کے بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اور مشتری سے قیمت ٹھیرانے کی صورت مین اسلیے شفعہ باطل ہوجاتا ہی کہ قیمت ٹھیرانے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ شفعہ کی طرف اُسکو توجہ نہین ہی۔ وعلی ہذا القیاس باقی صور مذکورہ مین۔ اوران صورتون مین یہ قید کہ شفیع کو مکان مشفوعہ کے بیع کا حال معلوم ہوا ہو اسلیے لگائی ہی کہ ان صورتون مین صراحةً اعراض نہین ثابت ہوتا بخلاف اُس صورت کے کہ شفعہ کو ترک کردے کہ باوجود لاعلمی کے شفعہ ساقط ہوجاویگا کیونکہ شفعہ کے ترک کرنے مین صراحةً اُسکا اسقاط ہے جیسے طلاق مین۔

(١٤٢) ولا نورثها اى الشفعة اذا مات الشفيع بعد البيع قبل القضاء۔

(١٤٢) ہمارے ائمہ کے نزدیک اگر شفیع قبل از حکم اور بعد از بیع مر جاوے تو اوسکے وارثونکو حق شفعہ ثابت نہین ہوتا۔

(١٤٣) وقال الشافعي يورث الشفعة عن الشفيع ويقسم بين ورثته على عدد رؤسهم والذكر والانثى فيه سواء۔

١٤٣ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ مین توریث جاری ہوتے ہے اور بقدر شمار ورثہ کے حق شفعہ اُن پر تقسیم ہوتا ہے اور مرد و عورت کے لیے برابر حق ہوتا ہے۔

١٤٤ قيدنا بقولنا قبل القضاء لانه لو مات بعد القضاء بها قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته اتفاقا كذا فى الحقائق۔

(١٤٤) قبل از حکم کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے بعد از حکم قاضی انتقال کیا ہو اور اُس نے ہنوز زرثمن بائع کو نہین دیا تھا تو بالاتفاق اُسکے وارثون کو وہ بیع لازم ہوجاویگی۔

(١٤٥) له انه حق معتبر فى الشرع كالقصاص فيورث ولنا ان الشفعة هى ولاية التملك وهى لا تبقى بعد موت صاحبها فكيف يورث عنه بخلاف القصاص لان من عليه القصاص صار كالمملوك لمن له القصاص حتى صح الاعتياض عنه والعين المملوكة تبقى بعد موت المالك۔

(١٤٥) امام شافعی رح کے دلیل یہ ہے کہ شفعہ شرع مین ایک معتبر حق ہے مثل قصاص کے لہذا اُس مین توریث جاری ہوگی ہمارے ائمہ کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ فی الحقیقت ولایت تملک کا نام ہے اور ولی کے مرجانے کے بعد ولایت باقی نہین رہتی جب باقی نہین رہی تو اُس مین توریث کیونکر جاری ہوسکتی ہے بخلاف قصاص کے کہ اُسمین قاتل ورثہ مقتول کیلئے مثل مملوک کے ہوجاتا ہے اسی وجہ سے اُسکا عوض دینا صحیح ہے اور شیے مملوک مالک کے مرجانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

(١٤٦) وفى المحيط لو باع حق الشفعة من انسان لا يكون تسليما لها لان البيع لم يصادف محله۔

(١٤٦) محیط مین مذکور ہے اگر حق شفعہ کسی انسان کے ہاتھ بیع کردیا تو یہ ترک شفعہ نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ یہ بیع بے محل ہے۔

(١٤٧) ولو قال اجنبى للشفيع سلم حق الشفعة للمشترى فقال سلمت لك صح استحسانا لان اللام للتعليل

(١٤٧) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا کہ حق شفعہ مشتری کو تسلیم کردے شفیع نے جواب دیا کہ مین نے تیرے لیے تسلیم کردیا تو استحسانا تسلیم کرنا صحیح ہوگا اور تیرے لیے کے معنے یہ ہونگے کہ تیری خاطر سے مین نے

فکانہ قابل سلمتھا لحرمتك۔

حق شفعہ مشتری کو تسلیم کر دیا۔

(۱۴۸) وان مات المشتری لم تبطل الشفعۃ لان سبب الاستحقاق قائم حتے لایباع فی دین المشتری لان حق الشفیع کان مقدما علی المشتری فکذا یکون مقدمًا علی من تلقی الحق من قبلہ۔

(۱۴۸) اگر مشتری مرگیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ استحقاق شفعہ کا حق برابر قائم ہے حتی کہ مشتری کے دین مین مکان مشفوعہ کے بیع نہین ہو سکتی کیونکہ شفیع کا حق مشتری پر مقدم ہے تو اسیطرح جو مشتری کے طرف سے حق لینا چاہے گا اُس پر بہی مقدم ہوگا۔

(۱۴۹) ولو بیع فللشفیع نقضہ وان باعہ القاضی۔

(۱۴۹) اگر مشتری مرگیا اور اُسکے دین مین وہ مکان مشفوعہ بیع ہوگیا تو شفیع اوس بیع کے فسخ کرانیکا مجاز ہے اگرچہ وہ بیع خود قاضی نے کی ہو

(۱۵۰) ولاشفعۃ لوکیل البائع ان کان شفیعا لان البائع لو کان شفیعا لم یکن لہ الاخذ بالشفعۃ لان البیع تملیك والاخذ بالشفعۃ تملك وبینھما منافاۃ فکذا الوکیل القائم مقامہ۔

(۱۵۰) اگر مالک مکان نے شفیع کو اوس مکان کے بیع کا وکیل کیا تو پھر اس شفیع کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ جس صورت مین اگر بائع خود شفیع ہوتا تو بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو نہین لیسکتا تھا اسلیے کہ بیع کے اندر مالک کرنا اور شفعہ کے اندر خود مالک بننا ہوتا ہے اور ان دونون مین منافات ہے اسیطرح وکیل کو بھی جو بائع کا قائم مقام ہے حق شفعہ نہین۔

(۱۵۱) ولالمن ضمن للدرك یعنی من ضمن للمشتری عن البائع الدرك وھو تبعۃ الاستحقاق ان کان شفیعا فلاشفعۃ لان ضمان الدرك تقریر للبیع فی ید المشتری ففی اخذہ بالشفعۃ ابطال ذلك فلم یصح۔

(۱۵۱) جو شخص بائع کی طرف سے مشتری کیلیے اسبات کا ضامن ہو کہ اگر اس بیع مین بعد کو کوئی قضیہ پیش آئے تو مین اُس کا ذمہ دار ہون تو اُس کو بھی حق شفعہ نہین ہے کیونکہ جب وہ اسبات کا ضامن ہوگیا ہے تو گویا اُس نے بیع کو ثابت کر دیا اب اُس مین شفعہ کا دعوے کرنا اُس بیع کا باطل کرنا ہے۔

(۱۵۲) بخلاف وکیل المشتری حیث لہ الشفعۃ لان المشتری لو کان شفیعا لم تبطل شفعتہ فکان لہ

(۱۵۲) اگر مشتری نے ایک شخص کو خریدنے کیلئے وکیل لیا تو اُس شخص کا شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ مشتری اگر خود شفیع ہوتا تو اُسکا شفعہ باطل نہوتا پس یہ شخص و شفعہ کا

ان يشارك سائر الشفعاء ان لم يقدموا عليه لان الاخذ بالشفعة تملك كالشراء فيكون مقدرا له فكذا وكيله۔

شفعہ کے اندر شریک ہو سکتا ہی اگر انکو اسپر تقدم نہو اسلیئے کہ جسطرح خریدنے مین مالک بننا مقصود ہوتا ہی اسیطرح شفعہ مین بہی مقصود ہوتا ہی پس خرید مین شفعہ بہی شامل ہو سکتا ہی اور یہ شخص انکا وکیل ہی پس حق شفعہ اس شخص کا باطل نہوگا

(١٥٣) ولو كان الخيار للبائع وشرطه لثالث فاجاز فهو كالبائع لا شفعة له۔

(١٥٣) اگر بیع مین بائع کو اختیار حاصل تہا اور اس نے تیسرے ایک شخص کی اجازت شرط کی تہی اور اُسنے اجازت دیدی تو وہ مثل بائع کے ہوا اور اُس شخص کا شفعہ جاتا رہا۔

(١٥٤) وان كان الخيار للمشتري وشرطه لثالث فاجاز فهو كالمشتري فله الشفعة۔

(١٥٤) اگر مشتری کو بیع کا اختیار تہا اور ایک تیسرے شخص کی اجازت پر اس بیع کو منحصر کیا تہا اور اُس تیسرے نے اُسکو اجازت دیدے تو وہ مثل مشتری کے ہوگا اور اُس کا شفعہ باطل نہوگا

(١٥٥) ولو باع المريض بمرض الموت من وارثه دارا بمثل القيمة او اكثر واخذ الآخر فيه الشفعة فالبيع والشفعة باطلان عنده

(١٥٥) اگر ایک بیمار نے مرض الموت کی حالت مین اپنے وارث کے ہاتھ ایک مکان کو خواہ برابر قیمت سے یا زیادہ قیمت سے فروخت کیا پہر ایک شخص نے اُسمین شفعہ کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ بیع اور شفعہ دونون باطل ہین۔

(١٥٦) وقالا يجوز بيعه ويصح الشفعة منه۔

(١٥٦) صاحبین کے نزدیک مرض الموت کی بیع اور اُسکے بعد شفعہ دونون صحیح ہین۔

(١٥٧) وعلى هذا الخلاف اذا باع وصي الميت من الوارث ذكره في الفصول۔

(١٥٧) اگر میت نے ایک شخص کو وصیت کی اور اس شخص نے میت کے وارث کے ہاتھ ایک مکانکو بیع کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی۔

(١٥٨) لهما ان حق الورثة تعلق بمالية امواله لا باعيانها ولهذا جاز للمورث استبدالها بمايشاء وبهذا البيع لم ينقص ماليتها فلم يقع تصرفه ملاقيا لحق الورثة وله ان الوصية لم تجز لوارث لان فيها ايثار بعض الورثة

(١٥٨) صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ وارثون کا حق مورث کے مال کے مالیت کیساتھ متعلق ہوا ہی عین مال کیساتھ تعلق نہین ہوا اسی واسطے مورث جیسا چاہے اُنکو بدل سکتا ہی اور اس بیع سے مال کی مالیت مین نقصان نہین آتا پس اس تصرف کو وارثون کے حق سے کچھ علاقہ نہوا اور امام ابو حنیفہ رح کی یہ دلیل ہی کہ وارث کیلئے وصیت جائز نہین ہی اسلیئے کہ اُسمین بعض وارثون کی بعض پر

على الباقين فيودى ذلك الى العداوة عرفا والبيع من الوارث كالوصية له لان عين بعض المال قد يكون اولى من ماليته فاذا لم يصح البيع لم يصح الشفعة لبنائها عليه۔

ترجیح لازم آتی ہے اور عرفاً یہ بات باہمی عداوت کا سبب ہو جاتی ہے اور وارث سے بیع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اُس کے لئے وصیت کرنا کیونکہ بسا اوقات ایک شیے کی ذات اُسکی مالیت سے بہتر ہوتی ہے پس جبکہ بیع صحیح نہیں ہوئی شفعہ بھی صحیح نہوگا اس لیے کہ وہ بیع پر مبنی ہے۔

(۱۵۹) الا ان يجيزه بقية الورثة لانهم رضوا بسقوط حقهم۔

(۱۵۹) صورت مذکورہ میں اگر باقی ورثہ نے بھی اُسکی اجازت دیدی تو یہ بیع صحیح ہو جاویگی کیونکہ خود انہوں نے رضامندی سے اپنا حق ساقط کیا ہے۔

(۱۶۰) او باقل يعنى لو باع المريض من وارثه دارا باقل من قيمتها كما لو باع داره بالفين وقيمتها ثلثة الاف ثم مات والاجنبى شفيعها ولا مال له غيرها فلا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۰) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے کسی وارث کے ہاتھ ایک مکان کم قیمت سے فروخت کیا مثلاً اس مکان کی قیمت تین ہزار روپیہ ہیں اور دو ہزار روپیہ پر فروخت کیا بعد ازاں وہ مر گیا اور اُسکا شفیع ایک اجنبی شخص ہے اور میت نے بجز اُس مکان کے کچھ اور نہیں چھوڑا تو بالاتفاق شفعہ نہوگا۔

(۱۶۱) ذكر فى المحيط فى هذه المسئلة لا شفعة للاجنبى عنده وله الشفعة بثلثة الاف عندهما بناء على ما مر من ان بيعه لوارثه لا يجوز عنده ويجوز عندهما سواء كان للمريض مال غيرها اولا انظر كيف اورد المصنف الخلافية على صيغة الوفاق وقيد بقيد لا احتياج اليه۔

(۱۶۱) محیط میں اس مسئلہ کی اندر مذکور ہے کہ اجنبی کو امام صاحب کے نزدیک اسمین شفعہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک شفعہ کر سکتا ہے بشرطیکہ مکان کی اصلی قیمت یعنے تین ہزار روپیہ دیدے اوسکی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہ بیع درست نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے خواہ مریض کے پاس بجز اُس مکان کے اور مال ہو یا نہو۔ دیکھو کہ مصنف رح نے یہاں اختلافی مسئلہ کو کسطرح بیان کیا ہے کہ اُسکا اتفاقی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسی قید لگائی ہے کہ جس کی حاجت نہ تھی۔

(۱۶۲) ولو باعها اى المريض داره من اجنبى بالمثل اى بمثل القيمة او باكثر ووارثه شفيعها فشفعة الوارث باطلة عنده لان تلك الصفقة تنتقل الى الوارث بالشفعة

(۱۶۲) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اجنبی شخص کے ہاتھ اپنا مکان برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا اور اُسکا وارث اُسمین شفیع ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اُسمین شفعہ باطل ہے کیونکہ شفعہ کے سبب سے یہ بیع وارث کے جانب منتقل ہو جاویگی اور ایسا ہوگا کہ گویا اوس نے اپنے

فیصیر کانه باعها من وارثه وذا غیر جائز وقالا له الشفعة لان هذا البیع جائز عندهما۔

دارث کے ہاتھ بیع کی اور یہ جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں وارث شفعہ کر سکتا ہے کیونکہ انکی نزدیک یہ بیع درست ہے۔

(۱۶۳) اوباقل یعنی لوباع المریض داره من اجنبی باقل من قیمتها فلا شفعة له ای للشفیع الوارث اتفاقا

(۱۶۳) اگر ایک شخص نے اپنے مکان کو کسی اجنبی کے ہاتھ کم قیمت پر فروخت کیا تو اُس شفیع کو جو میت کا وارث بھی ہے بالاتفاق شفعہ نہیں ہے۔

(۱۶۴) وفی المحیط مریض باع داره من اجنبی بالفین وقیمتها ثلثة الاف ولا مال له غیرها ثم مات وابنه شفیعها لاشفعة له اتفاقا۔

(۱۶۴) محیط میں مذکور ہے اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے مکان کو جسکی قیمت تین ہزار ہے کسی اجنبی کے ہاتھ دو ہزار پر فروخت کیا اور بجز اوسکے کوئی مال اسکے پاس نہ تھا اور مر گیا اور اُسکا بیٹا اُس مکان میں شفیع ہے تو بالاتفاق اسکو شفعہ نہیں ہے

(۱۶۵) وفی روایة الاصل قالا یاخذها بقیمتها لان المریض صار بائعا للدار من الشفیع حکما فصار کما لو باع منه حقیقة بالفین وقیمته ثلثة الاف کان للوارث ان یاخذها بثلثة الاف عندهما۔

(۱۶۵) مبسوط میں ایک روایت ہے کہ صاحبین رح کے نزدیک اُس مکان کی اصل قیمت دیکر وہ وارث لے سکتا ہے کیونکہ حکماً مریض نے شفیع کے ہاتھ مکانکی بیع کی ہے تو اسکا حال ایسا ہوا کہ حقیقۃً دو ہزار سے بدست اُس وارث کے بیع کی اور اسکی قیمت تین ہزار تھی کہ صاحبین رح کے نزدیک اس صورت میں وارث تین ہزار دیکر مکان کو لے سکتا ہے۔

(۱۶۶) فی الاصح احتراز به عما قیل یجوز له الاخذ عندهما بمثل القیمة وانما احترز عنه لان الشفعة انما شرعت بالثمن وتمام القیمة لم یکن منه فلا یجوز الاخذ به ولا بالثمن لان فیه محاباة للوارث ولا یعمل اجازة الوارث لانه لا یعمل فی حق المشتری لان المحاباة یخرج من الثلث وههنا لا مال له غیرها

(۱۶۶) قول صحیح یہی ہے کہ بالاتفاق اس شفیع کو جو کہ میت کا وارث بھی ہے حق شفعہ نہیں رہتا اور بعض نے یہ جو بیان کیا ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک برابر قیمت دیکر وہ شفیع لے سکتا ہے تو یہ قول غیر معتبر ہے اسواسطے کہ شفعہ ثمن کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے اور باقی قیمت ثمن میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے نہ برابر قیمت سے لے سکتا ہے نہ ثمن سے اس لئے کہ ثمن سے دینا وارث کو کچھ مال چھوڑ دینا ہے اور اگر دوسرا وارث اجازت دیدے تو اوسکی اجازت دینے کا کچھ اثر نہ ہوگا کیونکہ مشتری کے حق میں اوسکا کچھ اثر نہیں ہے اس لئے کہ ثلث مال سے درگذر ہو سکتی ہے اور یہاں سوائے اوس کے مورث کا کچھ مال نہیں ہے دوسرے وارث کا اجازت دینا

واجازة الوارث يتضمن ابطال ملك المشتري لانها متى صحت اخذها الشفيع فيبطل ملكه-

ملک مشتری کا باطل کرنا ہی کیونکہ اگر اجازت صحیح ہو جاویگی شفیع فوراً اوس مکان کو لے لیگا اور مشتری کی ملکیت باطل ہو جاویگی۔

(۱۶۷) ولو كان له مال غيرها فاجازت الورثة فله الشفعة اتفاقا انظر كيف ترك المصنف هذا القيد مع انه مقيد-

(۱۶۷) جس صورت مین علاوہ اُس کے مورث کا اور بھی مال ہو تو بالاتفاق اجازت کی صورت مین وارث شفیع ہو جاوے گا دیکھو مصنف رحمہ اللہ نے اس قیدکو کسطرح ترک کر دیا حالانکہ یہ حکم مقید ہے۔

(۱۶۸) واذا اخبر انها اي الشفيع بان الدار بيعت بالف اوان المشتري فلان فسلم الشفيع اي الشفيع الشراء ثم علم انه غيره اي ان المشتري غير فلان او ان البيع باقل من الالف او بمكيل اي علم ان البيع كان بمكيل او موزون قيمته الف او اكثر لم تبطل شفعته لان تسليمه حين سمع الالف كان لاستكثاره واذا ظهر ان الثمن اقل منه فله الاخذ-

(۱۶۸) جس صورت مین شفیع کو خبر لگی کہ فلان مکان ہزار کو فروخت ہو گیا یا فلان شخص نے خریدا ہی اوس وقت مین تو شفیع نے شرار کو تسلیم کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا دوسرے شخص نے خریدا ہی یا ہزار سے کم فروخت ہوا ہی یا یہ معلوم ہوا کہ کسی مکیل یا موزون چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے یا ایک ہزار سے زیادہ خریدا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوسکا شفعہ کو تسلیم کرنا گران خیال کرنے کے سبب سے تھا اور جب اوسکو معلوم ہوا کہ اوس سے کم فروخت ہوا ہے تو اب وہ لے سکتا ہے۔

(۱۶۹) وفي المحيط هذا اذا كان التفاوت في الثمن ولو كان في المبيع فقط كما اذا سمع انه بيع كل الدار بالف فسلم ثم علم انه بيع بعضها بالف بطلت شفعته لان من رغب عن شراء الكل وليس فيه عيب الشركة كان ارغب عن شراء النصف وفيه عيب الشركة ولو كان بالعكس لا يبطل لان الرغبة

(۱۶۹) محیط مین مذکور ہی یہ جب ہو کہ ثمن کے اندر تفاوت ہو اور اگر صرف بیع کے اندر تفاوت ہو جیسے کہ اوس نے سنکر کہ کل مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی شرار کو تسلیم کر لیا اور بعد کو معلوم ہوا نصف مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ جو شخص کل مکان کے خریدنے سے باوجودیکہ شرکت کے جھگڑے سے پاک ہو اعراض کرے گا تو نصف مکان کے خریدنے سے باوجود عیب شرکت کے بطریق اولی اعراض کرے گا اور اگر اس کے عکس ہو تو حق شفعہ باطل نہوگا کیونکہ

عن شرى النصف المعيب لا يكون رغبة عن الكل التسليم وكذا لتسليمه حين سمع ان المشترى فلان كان لرضائه بجواره واذا بان غيره فله الاخذ حذرا عن اضراره وكذا لتسليمه فى الف يجوز ان يكون لعجزه من ذلك واذا ظهر انها بيعت بجنس آخر مما يثبت فى الذمة كمكيل وموزون وعددى متقارب فله ان يرغب فى اخذها لقدرته على ذلك-

نصف کے خریدنے سے جو عیبدار ہے اعراض کرنا کامل اوسکے تسلیم سے اعراض کی دلیل نہین ہو سکتا- اسیطرح اس بات کو علم کہ فلان شخص نے خریدا ہو اوس شرار کو تسلیم کر لینا اس غرض سے تہا کہ وہ اوس مشتری کے جوار پر خوش رہتا اور جب اوس کو دوسرے شخص کے خریدنے کا علم ہوا تو وہ حق شفعہ لے سکتا ہو تاکہ اوس کے جوار سے شفیع کو ضرر نہ پہونچے اسیطرح اوس نے جب نقد ہزار سنے تہے تو ہو سکتا ہو اس لئے اوس نے تسلیم کر دیا ہو کہ وہ ہزار کے بہم پہونچانے سے عاجز تہا اور جب اوس کو معلوم ہوا کہ دوسری چیز سے اوس کی بیع ہوی ہی جو کسی کے ذمہ ثابت ہو سکتی ہو مثل اون چیزون کے جو ناپ تول یا شمار کے حساب سے بکتی ہین جنمین چندان فرق نہین ہوتا ہو تو اب وہ اوسکو رغبت سے لے سکتا ہو اسلیئے کہ اوسکو بہم پہونچا سکتا ہے-

(١٧٠) او بمائة قيمتها الف يعنى لو اخبر انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت بمائة دينار قيمتها الف درهم ابطلناه اى حق الشفعة وجعلنا تسليمه صحيحا-

(١٧٠) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار درم کو فروخت ہوا ہے اوس وقت تو اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا سو اشرفی کو جنکی قیمت ہزار درم ہین فروخت ہوا ہے تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفعہ باطل ہو اور اوسکا اول مرتبہ تسلیم کر لینا صحیح ہو-

(١٧١) وقال زفر وهو القياس هو على شفعته-

(١٧١) اور زفر رحمہ اللہ فرماتے ہین اور قیاس بہی یہی چاہتا ہو کہ اوسکا شفعہ قائم رہیگا-

(١٧٢) قيد بقوله قيمتها الف اذ لو كان قيمة الدنانير اقل فهو على شفعته اتفاقا-

(١٧٢) دینار مین یہ قید کہ اونکی قیمت ہزار درم ہین اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر اس سے کم اوسکی قیمت ہو گی تو بالاتفاق اوس کا شفعہ قائم رہیگا-

(١٧٣) له ان الدراهم والدنانير جنسان مختلفان ولهذا لو اكره على احدهما فاقر بالآخر كان مختارا

(١٧٣) امام زفر رح فرماتے ہین کہ دراہم اور دنانیر مختلف جنسین ہین- اس لئے کہ اگر اون دونون مین سے ایک پر کوئی شخص اکراہ کیا جاوے اور دوسرے کا اقرار کرے تو وہ

فلا يكون التسليم فى احدهما تسليما فى الاخر ولنا انهما كالجنس فى الثمنية ولهذا يضم فى الزكوة وكلامنا فى الثمن فيكون الاختلاف راجعا الى القدر دون الجنس۔

مختار ہوگا۔ تو ایک مین تسلیم کردینا دوسرے مین تسلیم کردینا شمار نہ کیا جاوے گا۔ ہم کہتے ہین ثمنیت کے اندر وہ دونون جنس واحد کے مانند ہین اور ثمن مین ہمارا کلام ہے تو اختلاف مقدار مین سمجھا جاویگا نہ جنس مین۔

(۱۷۴) او بعرض غير مثلى يعنى لو اخبر انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت بعرض غير مثلى قيمته الف بطلت شفعته وصح تسليمه لان الواجب فى القيمى القيمة فلم يظهر فيه اختلاف الجنس

(۱۷۴) اگر معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے بیع ہوی ہی یعنے جب اوسکو معلوم ہوا کہ ہزار سے بیع ہوی ہی تو مان گیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہی بیع ہوی ہی تو شفعہ باطل ہوجاوے گا اور اوسکا تسلیم کردینا صحیح ہوگا کیونکہ غیر مثلی مین قیمت واجب ہوتی ہی اور اوس مین اختلاف جنس کا ظاہر نہوا۔

(۱۷۵) قيد بقوله غير مثلى لانه لو كان مثليا كالمكيل والموزون والعددى المتقارب قيمته الف لم تبطل شفعته لما مر۔

(۱۷۵) غیر مثلی کی قید اس لحاظ سے بڑہائی ہے کہ اگر مثلی ہو مانند اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا بوجہ قریب برابر ہونیکے شمار سے فروخت ہوتی ہین اور اوسکی قیمت ایک ہزار ہو تو شفعہ باطل نہو گا جسکی وجہ مذکور ہو چکی ہے۔

(۱۷۶) او اقل يعنى لو كان قيمة العرض اقل من الالف لم تبطل شفعته لان تسليمه كان لاستكثار الالف۔

(۱۷۶) اور اگر ایک ہزار سے اوسکی قیمت کم ہو تو شفعہ باطل نہو گا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوس کا تسلیم کردینا ہزار کو زیادہ سمجھنے کی غرض سے تہا۔

(۱۷۷) ولا يجعل قوله اخذ نصفها تسليما اى اذا قال الشفيع اخذ نصف الدار لا يكون تسليما للنصف الاخر عند ابي يوسف رح لان طلب بعض الحق لا يكون رضا بسقوط الباقى عرفا وعادة۔

(۱۷۷) شفیع کا یہ کہدینا کہ مین نصف مکان کو لیتا ہون تسلیم نہ شمار کیا جائیگا یعنے اگر شفیع کہدے کہ نصف مکان کو لیتا ہون تو یہ اوسکا کہنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف باقی مین تسلیم کردینا نہ شمار کیا جائے گا کیونکہ بعض حق کے طلب کرنے سے باقی حق کے ساقط ہوجانے سے رضامندی ثابت نہین ہوتی نہ عرفاً نہ عادۃً۔

(۱۷۸) وخالفه اى محمد لانه

(۱۷۸) امام محمد رح کا اس مین اختلاف ہی کیونکہ

لما سلم فی النصف الآخر صار مسلما فی الکل لانه غیر متجزیٔ۔

(۱۷۹) وفی المحیط الاصح قول ابی یوسف

(۱۸۰) وابطل ای محمد تسلیم الاب و الوصی شفعة الصبی فیما اذا بیعت بمثل القیمة فله ان یاخذها بعد البلوغ۔

(۱۸۱) وقالا صح تسلیمها فلا یاخذها الصبی بعده۔

(۱۸۲) وعلی هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار دار الصبی فلم یطلبا۔

(۱۸۳) قید بالتسلیم لانه لو لم یکن له ولی توقف علی بلوغه اتفاقا لقوله علیه السلام ینتظر للشفیع اذا کان غائبا وکذلك اذا کان عاجزا کذا فی المحیط۔

(۱۸۴) له انه حق ثابت فلا یملکان ابطاله کالعفو عن القصاص ولهما ان حق الشفعة انما تملك بالثمن فصار فی معنی البیع وهما یملکان الامتناع عنه بخلاف العفو عن القصاص لانه تبرع وهما لا یملکانه۔

(۱۸۵) وفی المحیط یثبت الشفعة للحمل بدار التی ورثها من ابیه

جب دوسرے نصف مین اوس نے بیع کو تسلیم کرلیا تو گویا کل ہی مین تسلیم کرلیا کیونکہ وہ متجزی نہین ہی۔

(۱۷۹) محیط مین مذکور ہی ابو یوسف رح کا قول زیادہ صحیح ہی

(۱۸۰) اگر ایک مکان برابر قیمت سے فروخت کیا جائے اور ایک نابالغ اوسمین شفیع ہو اور اوس نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی شفعہ کو تسلیم کردے تو یہ تسلیم کرنا امام محمد رح کے نزدیک باطل ہی اور بعد بلوغ کے وہ نابالغ اپنا شفعہ لے سکتا ہی۔

(۱۸۱) صاحبین رح کے نزدیک اون دونون کا تسلیم کردینا صحیح ہی اور اوس کے بعد نابالغ اوسکو نہین لے سکتا

(۱۸۲) ایسا ہی اوس صورت مین اختلاف ہی کہ باپ کو یا باپ کے وصی کو نابالغ کے جوار مین ایک مکان کے فروخت ہو جانے کی خبر لی اور انہون نے شفعہ کے طلب نہ کی۔

(۱۸۳) تسلیم کی قید اس لئے لگائی ہی کہ اگر اوسکا کوئی ولی نہین ہی تو بالاتفاق اوسکے وقت بلوغ تک انتظار کیا جائے گا اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ شفیع کا انتظار کیا جائے جبکہ غائب ہو اور ایسی ہی جبکہ عاجز ہو۔

(۱۸۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ یہ ایک حق ثابت ہی اور وہ دونون اوس کے ابطال کے مالک نہین ہین جیسے قصاص سے عفو کرنے پر اونکو اختیار نہین ہی صاحبین رح فرماتے ہین حق شفعہ کی ملکیت ثمن سے ہوتی ہی اور وہ حقیقت مین بیع ہی اور وہ دونون بیع کے ترک کردینے کے مالک ہین بخلاف عفو عن القصاص کے کہ یہ تبرع ہی اور وہ تبرع کے مالک نہین ہین

(۱۸۵) محیط مین مذکور ہی حمل کو بسبب اوس مکان کے جو اوسکے باپ کے ورثہ مین اوس کو ملا ہی شفعہ ثابت ہو جاتا ہی۔ لیس،

فان وضعت لاقل من ستة اشهر منذ البيع فله الشفعة۔

ایسی صورت مین اگر ایک عورت وقت بیع سے چھ ماہ سے کم مین بچا جنے تو وہ شفیع ہو جائے گا۔

(۱۸۶)، ولو بيعت اى الدار التى شفيعها الصبى بثمن يسير اى باقل من قيمتها بمحاباة فتسليمه اى تسليم كل من الاب والوصى صحيح عندح لانه امتناع عن ادخاله فى ملك الصغير لا ازالة عن ملكه۔

(۱۸۶)، اگر ایک مکان جسکا نابالغ کو شفعہ حاصل ہے کم قیمت سے کچھ رعایت کرکے فروخت کیا جائے پس اوس مین باپ اور وصی کا تسلیم کردینا امام صاحب رح کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ شفعہ کا تسلیم کردینا اوس بیع کو نابالغ کے ملک مین داخل کرنے سے باز رکھنا ہے اوس کے ملک سے بیع کا دور کردینا نہین ہے۔

(۱۸۷)، وابطله محمد لما فيه من ترك النظر للصغير۔

(۱۸۷)، اور امام محمد رح نے اوس تسلیم کو باطل سمجھا ہے کیونکہ اوس کے چھوڑ دینے مین نابالغ کے نفع کی رعایت کا ترک کردینا ہے۔

(۱۸۸)، قيد بقوله يسير لانها لو بيعت باكثر من قيمتها مما لا يتغابن الناس فى مثله جاز التسليم اتفاقا والاصح انه لا يجوز اتفاقا لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبى۔

(۱۸۸)، کم قیمت کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ کوئی شخص اتنا نقصان نہین گوارا کر سکتا تو بالاتفاق تسلیم صحیح ہے مگر اصح یہ ہے کہ بالاتفاق تسلیم کردینا صحیح نہین ہے کیونکہ اوس کا حال اجنبی کا سا ہے جب لینے کا مالک نہین ہے تو تسلیم کرنے کا بھی اوسکو کیا اختیار ہے۔

(۱۸۹)، ولو اشتراها اى الاب دارا لابنه الصغير احزنا له اخذها اى جاز للاب اخذ الدار بالشفعة قبل بلوغه وقال زفر لا يجوز۔

(۱۸۹)، اگر ایک شخص نے اپنے صغیر لڑکے کے لئے ایک مکان خریدا تو قبل اوسکے بلوغ کے باپ کو مکان کا شفعہ مین لے لینا ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین جائز نہین ہے۔

(۱۹۰)، انما قيد نابه لان الشفعة بعد بلوغه جائز اتفاقا۔

(۱۹۰)، قبل بلوغ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ بعد از بلوغ تو بالاتفاق شفعہ جائز ہے۔

(۱۹۱)، وقيد بالاشتراء لان الاب لو باع ملك نفسه ليس له الشفعة لابنه الصغير لان البائع

(۱۹۱)، اور خریدنے کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر باپ نے اپنے ملک کو فروخت کیا تو اپنے صغیر لڑکے کے لئے اوسکو شفعہ جائز نہین ہے کیونکہ بائع کو حق شفعہ نہین ہے

لاشفعة له وللصغير الشفعة اذا بلغ اتفاقا۔

اور صغیر کے لئے بالاتفاق جب وہ بالغ ہو جائے شفعہ کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔

(١٩٢) وقيد بالاب لان الوصي لا يملك اخذها لنفسه اتفاقا لان ذلك بمنزلة الشراء ولا يجوز للوصي ان يشتري مال اليتيم لنفسه بمثل القيمة۔

(١٩٢) اور باپ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وصی بالاتفاق اپنی ذات کے لئے لینے کا مالک نہین ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خریدنے کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال اپنی ذات کے لئے برابر قیمت سے خریدنا درست نہین ہے۔

(١٩٣) وقيد بقوله لابنه لانه لو اشترى الاب لنفسه والصبي شفيعها فله الشفعة لابنه اتفاقا۔

(١٩٣) اور بیٹے کے لئے خریدنیکی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر باپ نے اپنی ذات کے لئے خریدا اور نابالغ کو اوسمین حق شفعہ ہو تو اپنے بیٹے کے لئے وہ شفعہ کرسکتا ہے اتفاقًا۔

(١٩٤) له ان كون الشخص الواحد مطالبا ومطالبا ممتنع ولنا ان ولاية الاب قامت مقام شخصين ولهذا جاز له ان يشتري من مال الصغير شيئا بمثل القيمة۔

(١٩٤) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کا طالب اور مطالَب ہونا غیر ممکن ہے اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کی ولایت دو شخصوں کے قائم مقام ہے اسی غرض سے باپ کے لئے یہ بات درست ہے کہ صغیر کے مال سے کوئی چیز برابر قیمت سے خریدے

(١٩٥) ومنعنا من اخذ الدارين بيعتا في مصرين اي سواء كانتا متلاصقين ام متفرقين بصفقة واحدة اي اذا كان شفيعهما واحدا وقال زفر له ذلك وكذا الخلاف لو كان ارضين او قريتين۔

(١٩٥) جس صورت مین دو مکان جو دو شہرون کے اندر ہین ایک عقد سے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کئے جائین خواہ وہ دونون شہر ملے ہوے ہون یا دور دور ہون اور ایک ہی شخص دونون مکانون مین شفیع ہو تو وہ شفیع اون مکانون مین شفعہ نہین کرسکتا اور امام زفر رح فرماتے ہین شفعہ کرسکتا ہے یہی اختلاف دو زمینون اور دو گانون مین ہے۔

(١٩٦) قيد بمصرين لانه لو بيعت داران في مصر واحد فقوله كقولنا كذا في الحقائق

(١٩٦) دو شہرون کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر ایک شہر مین ہون تو امام زفر رح کا بھی اوسمین وہی قول ہے جو ہمارا قول ہے۔

(١٩٧) وذكر في المصفى والايضاح ان التقييد بالمصرين وقع اتفاقا۔

(١٩٧) ایضاح اور مصفی مین مذکور ہے کہ دو شہرون کی قید اتفاقی ہے۔

(١٩٨) قيد بصفقة واحدة لانهما لو بيعتا بصفقتين كان له ان ياخذ

(١٩٨) ایک عقد کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر دو عقد سے فروخت ہونگی تو بالاتفاق اون دونون مین سے جس کو

ايهما شاء اتفاقا۔

(۱۹۹) وقيدنا بقولنا اذا كان شفيعهما واحدا لانه ان كان شفيعا لاحدهما دون الاخرى ياخذ التي هو شفيعها اتفاقا لان الصفقة وان اتحدت فقد اشتملت على ما تثبت فيه الشفعة وعلى ما لا تثبت الشفعة فيه فاختص الشفعة بالدار المجاورة كذا في المصفى

(۲۰۰) له ان تفرق المكان كتفرق الصفقة ولا ضرر على المشترى في اخذ احدهما فقط فيجوز ولنا ان في اخذ احدهما دون الاخرى تفريق الصفقة على المشترى فلا يجوز۔

(۲۰۱) ولو اشترى رجل دارا من اثنين نمنعه اى الشفيع من اخذ نصيب احدهما۔

(۲۰۲) وقال الشافعي يجوز ذلك۔

(۲۰۳) ولو باع من اثنين جاز اى للشفيع ان ياخذ نصيب احدهما اتفاقا لوقوع العقد متفرقا في حق المشترى۔

(۲۰۴) له قياس المسئلة الاولى على هذه المسئلة ولنا ان الجار في الاولى واحد عن ضاءه لجوار المشترى في نصيب احدهما يكون رضا في الاخر لان الجار الواحد لا يتجزى واما في الثانية فالجار اثنان فله ان يرضى باحدهما دون

جائیگا شفیع لے سکیگا۔

(۱۹۹) یہ قید کہ شفیع اون مین ایک ہی شخص ہو اسلئے لگائی ہو کہ اگر ایک شخص ایک مین شفیع ہوا اور دوسرے مین نہوا تو بالاتفاق جس مین وہ شفیع ہو اوسکو لے سکتا ہی کیونکہ صفقہ اگرچہ واحد ہی مگر دو مکانون پر مشتمل ہو جن مین سے ایک مین شفعہ ثابت ہو اور ایک مین نہین اس لئے اوس مکان مین جو شفیع کے مجاور ہو شفعہ متعین ہوگا۔

(۲۰۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہی کہ تفرق مکان کا تفرق عقد کے مانند ہی اور مشتری کو صرف ایک کے لے لینے مین کچھ نقصان نہین ہو تو شفیع کو لینا جائز ہے حنفیہ کہتے ہین ایک کے لینے اور دوسرے کے نہ لینے مین مشتری پر صفقہ کا تفریق کرنا ہی اور یہ جائز نہین ہے۔

(۲۰۱) اگر ایک شخص نے دو شخصون سے ایک مکان خریدا تو حنفیہ رح کے نزدیک شفیع دونون مین سے ایک کا حصہ نہین لے سکتا۔

(۲۰۲) امام شافعی رح فرماتے ہین یہ جائز ہے۔

(۲۰۳) اگر ایک مکان دو شخصون سے فروخت کیا تو شفیع دونون مین سے ایک کا بالاتفاق حصہ لے سکتا ہی کیونکہ مشتری کے حق مین تو عقد متفرق واقع ہوئی ہے۔

(۲۰۴) امام شافعی رح تو مسئلہ اولی کو اس مسئلہ پر قیاس کرتے ہین حنفیہ کہتے ہین پہلے مسئلہ مین جار ایک ہی شخص ہے پس شفیع کا ایک حصہ مین مشتری کے جوار پر راضی ہونا دوسرے کے حصہ مین بھی راضی ہونا ہی کیونکہ جار واحد تجزی چیز نہین ہے اور مسئلہ ثانیہ مین جار دو شخص ہین اور ہو سکتا ہی کہ شفیع ایک کے جوار پر راضی ہو اور دوسرے کے جوار پر ناراض ہو

الاخر فافترقا۔

(۲۰۵) فصل فى البناء والغرس فى الارض المشفوعة

(۲۰۶) وبناء المشترى واتخاذه مسجدا قاطع لحق البائع فى الفسخ يعنى من اشترى دارا شراء فاسدا وقبضها وبنى او اتخذها مسجدا ينقطع عنها حق البائع فى الفسخ عند ابى حنيفة وعلى المشترى قيمتها۔

(۲۰۷) وللشفيع الاخذ بالقيمة فى الاول اى فى البناء عنده۔

(۲۰۸) وقالا لا ينقطع عنها حق البائع فى المسئلتين فليس له الاخذ۔

(۲۰۹) قيد بقوله فى الاول لان فى اتخاذه مسجدا ليس له الاخذ اتفاقا اما عندهما فلعدم انقطاع حق البائع عنها واما عنده فلصحة كونها مسجدا والمسجد لا يملك۔

(۲۱۰) وذكر فى مبسوط شيخ الاسلام الخلاف فيما اذا جعله على هيئة المسجد ولم يؤذن للناس بان يصلوا فيه حتى يكون رقبة الارض

دونون صورتون مین بہت فرق ہے۔

(۲۰۵) فصل مشفوعہ اراضی مین مکان وغیرہ بنانے اور درخت وغیرہ لگانے کے بیان مین۔

(۲۰۶) مشفوعہ زمین مین مشتری کا مکان بنا لینا یا اوسکو مسجد قرار دینا بائع سے فسخ کرنے کا حق باطل کر دیتا ہے یعنے جس شخص نے بیع فاسد سے ایک مکان خریدا اور اوسپر قابض ہوگیا اور اوسمین اوس نے اور مکان بنالیا یا اوسکو مسجد کر دیا تو بائع کو جو اس کے فسخ کا بسبب بیع فاسد ہونے کے اختیار حاصل تہا امام صاحب رح کے نزدیک وہ حق منقطع ہو جاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب ہو جاویگی۔

(۲۰۷) بناء کی صورت مین شفیع کو اوسکی قیمت دیکر امام صاحب رح کے نزدیک لینے کا اختیار حاصل ہے۔

(۲۰۸) صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین بائع کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور شفیع کسی صورت مین اوس کو نہین لے سکتا۔

(۲۰۹) صورت اول کی اس لئے قید لگائی ہے کہ مسجد کر لینے کی حالت مین بالاتفاق شفیع کو لینے کا استحقاق نہین ہے صاحبین رح کے نزدیک اس لئے کہ بائع کا حق اوس سے منقطع نہین ہوا اور امام صاحب رح کے نزدیک اسلئے کہ اوس کا مسجد ہونا صحیح ہے اور مسجد مملوک نہین ہو سکتی

(۲۱۰) شیخ الاسلام نے مبسوط مین ذکر کیا ہے اختلاف اوس صورت مین ہے کہ اوسکو مسجد کے ہیئت پر کر دے اور لوگون کو ہنوز اجازت نہ دے اور ابتک مسجد کی زمین اور اوسکی دیوارین اوس کے ملک مین باقی ہون

والبناء باقية على ملكه اما اذا اذن للناس بان يصلوا فيه ينقطع عنه حق البائع اتفاقا فعلم من هذا ان تعليل المصنف في شرحه بان المسجد لا يملك غير صحيح لانه ان اراد ما هو مسجد حقيقة فليس هو محل الخلاف وان اراد ما هو في هيئة المسجد فانه يصح ان يملك۔

اور اگر لوگون کو نماز کی اجازت دیدی ہو تو بالاتفاق بائع کا حق اوس سے ساقط ہو جائے گا پس اس سے یہ بات ثابت ہوی کہ مصنف رح کا اپنی شرح مین اسکی یہ علت بیان کرنا کہ مسجد کسی کی مملوک نہین ہوسکتی ٹھیک نہین ہے کیونکہ اگر مسجد سے اوس نے حقیقۃً مسجد مراد لی ہے تب تو وہ محل خلاف ہی نہین اور اوس سے مراد لی ہو کہ بصورت مسجد ہو تو وہ مملوک ہو سکتی ہے

(۲۱۱) ولعله اراد بان المشترى بنيته ان يجعله مسجدا توجه ان يكون حقا لله ومثله لا يملك عادة فلو اخذه الشفيع عنه يلزم ان يكون مملوكا۔

(۲۱۱) شاید مصنف کی یہ مراد ہو کہ وہ مکان مشتری کے اس نیت کر لینے سے کہ اوسکو مسجد بناوے قریب ہے کہ خدائے تعالے کا حق اوس کے ساتھ متعلق ہو جاوے اور عادۃً ایسی شی غیر مملوک ہو جاتی ہے۔ پس اگر شفیع اوسکو لیگا تو وہ لا محالہ مملوک ہو جائیگی۔

(۲۱۲) اعلم ان قيد البناء اتفاقي لان الخلاف كذا لو اخرجها عن ملكه بالهبة او بجعلها مهرا او بالبيع فللشفيع ان ينقض تصرفه ويأخذها بالقيمة عنده فان اخذها بالبيع الثاني اخذها بالثمن لان البيع الثاني صحيح۔

(۲۱۲) جاننا چاہئے کہ بنا کی قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی اختلاف اون صورتون مین بھی ہے کہ مشتری اوس شی کو اپنے ملک سے بذریعہ ہبہ یا مہر یا بیع کے خارج کردے پس امام صاحب کے نزدیک ان صورتون مین بھی شفیع کو مشتری کے اس تصرف کے باطل کردینے اور مبیع کو قیمت دیکر لے لینے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر بیع ثانی کے بعد لیگا تو ثمن دیکر لینا پڑے گا کیونکہ وہ بیع صحیح ہے۔

(۲۱۳) لهما ان هذا التصرف لا يسقط حق البائع كما لا يسقط حق المالك اذا وجد في المغصوب وكذا اتخاذه مسجدا لا يسقط حقه لان الله لا يقبله لكون الفسخ واجبا عليه فاذا لم ينقطع حق البائع

(۲۱۳) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اس تصرف سے بائع کا حق ساقط نہوگا جس طرح کہ اگر یہ تصرفات شی مغصوبہ مین پائی جائین تو مالک کا حق ساقط نہین ہو جاتا اسیطرح اوسکا مسجد بنا لینا بائع کے حق کو ساقط نہین کر سکتا کیونکہ خدائے تعالی کے نزدیک وہ غیر مقبول

لا يجب حق الشفعة لان حقه اقوى
من حق الشفيع ولهذا يسقط
حقه بالتاخير دون حق
البائع وله ان البناء حق
المشتري وحق الفسخ في الفاسد
حق الشرع وحق العبد مقدم
عليه وباتخاذها مسجدا تم قبض
المشتري وزال ملكه
عنها الى الله فانقطع حق البائع
كما لو كان المشتري
شترى عبدا فقبضه فاعتقه۔

+ + + + + + + +

(۲۱۴) واذا ابنى المشتري بالشراء
الصحيح او غرس ثم قضى بها اى بالشفعة
للشفيع اخذه الشفيع بالثمن وقيمتها اى
اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس
بقيمتهما مقلوعا او كلفه اى الشفيع المشتري
قلعهما اى قلع بنائه وغرسه۔

(۲۱۵) وخيره اى ابو يوسف الشفيع
بين الاخذ بذلك اى اخذ الشفيع
المبيع بالثمن والبناء والغرس
بقيمتهما قائمين او الترك اى ترك
الاخذ ولا يكلفه بالقلع كما لو بنى الموهوب
له في الارض الموهوبة ليس للواهب
ان يقلع بناءه ويرجع في الارض لانه

مقبول ہے اس لئے کہ اوس کا فسخ ضروری ہے پس جب
بائع کا حق اوس سے منقطع ہوا تو شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ
بائع کا حق شفیع کے حق سے قوی ہے اسی لئے تاخیر کرنے سے
شفیع کا حق ساقط ہو جاتا ہے بخلاف بائع کے امام صاحبؒ
فرماتے ہین کہ بنا مشتری کا حق ہے اور بیع فاسد کے اندر
فسخ کا حق شرع کا حق ہے اور بندہ کا حق شرع کے حق پر
مقدم ہے اور جب اوس نے اوس مکان کو مسجد بنالیا تو
مشتری کا قبضہ مکان مین پورا ہوگیا اور اوسکی ملکیت مکان سے
جاتی رہی اور خدائے تعالی کے ملک مین داخل ہوگیا پس
بائع کا حق بھی اوس سے منقطع ہوگیا۔ جس طرح ایسے ہی
بیع سے غلام کو خریدتا اور بعد قبضہ کرلینے کے اوس کو
آزاد کردیتا۔

(۲۱۴) اگر ایک شخص بشراء صحیح ایک زمین خرید کرکے
اوس مین مکان بنالے یا باغ لگالے بعد ازان قاضی
اوسمین شفعہ کا حکم کرے تو شفیع اوس زمین کو اوسی
ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو اوس قیمت سے
جو گرادینے کے بعد ہوتی ہولے سکتا ہے یا مشتری سے کہسکتا
ہے کہ وہ اپنی دیوارون اور درختون کو گرالے۔

(۲۱۵) امام ابو یوسف رح شفیع کو اس بات مین اختیار
دیتے ہین کہ یا تو شفیع اوس زمین کو ثمن سے اور دیوارون اور
درختون کو وہ قیمت دیکر جو کھڑی رہنے کی حالتمین ہوتی ہے
لیلے یا چھوڑ دے اور اوس سے اونکے گرانے کی نسبت نہین
کہسکتا جسطرح موہوب لہ ایک زمین موہوبہ مین کچہ مکان
بنالے تو واہب کو یہ استحقاق نہین ہے کہ اوس مکان کو
ڈھوادے اور زمین واپس کرلے کیونکہ اپنے ملک مین

بناه فی ملکه۔

اوسکو بنایا ہے۔

(۲۱۶) ولهما ان هذا التصرف وقع فی حق الغیر من غیر تسلیط من جهته فله ان ینقضه کالراهن اذا ابنی فی المرهون بخلاف ما استشهد به لان التصرف فیه حصل بتسلیط من جهة من له الحق۔

(۲۱۶) صاحبین رح فرماتے ہین کہ یہ تصرف دوسرے کے ملک مین بدون اوس کے اجازت کے واقع ہوا ہے تو اوسکو اس تصرف کے باطل کرنے کا استحقاق ہو جسطرح راہن شئ مرہونہ مین کچھ بنالے اور زمین موہوبہ سے جو استشہاد کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے کیونکہ وہان پر تصرف صاحب حق کے تسلیط سے پایا گیا ہے۔

(۲۱۷) ولو بنی الشفیع او غرس ای فی الدار المشفوعة ثم استحقت رجع الشفیع بالثمن علی من رده من البائع او المشتری اتفاقا لانه تبین انه اخذه بغیر حق لا بقیمتها ای لا یرجع بقیمة البناء والغرس علی من اخذ منه الدار یعنی اذا بنی الشفیع فی الدار المشفوعة او غرس فاقلع المستحق الشفیع لا یرجع بقیمتهما۔

(۲۱۷) اگر شفیع نے مکان مشفوعہ مین کچھ مکان بنالیا یا کوئی درخت لگالیا بعد ازان وہ مکان کسی دوسرے شخص کا نکلا تو شفیع اوس کا ثمن جسکو اوس نے دیا ہو بالاتفاق واپس لے سکتا ہے خواہ بائع کو دیا ہو یا مشتری کو کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ بغیر حق کے اوس سے ثمن لیا گیا تھا مگر بنا کی اور درختون کی قیمت اوس شخص سے جس سے اوس نے مکان لیا ہے نہین لے سکتا۔ یعنے اگر مکان مشفوعہ مین شفیع درخت لگائے یا کچھ بنالے اور وہ شخص جسکا حق ثابت ہوا ہے اوسکو گرادے تو شفیع اونکی قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۱۸) ویفتی به ای ابو یوسف برجوع القیمة فیهما ای فی البناء والغرس لان الشفیع مع من اخذ منه صار کالمشتری المغرور من جهة البائع۔

(۲۱۸) امام ابو یوسف رح نے درخت اور بنا کی قیمت لے لینے کا فتوی دیا ہے کیونکہ شفیع کا اوس شخص کے ساتھ جس سے اوس نے مکان لیا ہے ایسا حال ہے جیسا اوس مشتری کا جس کو اوسکا بائع فریب دیدے۔

(۲۱۹) ولهما الفرق بان المشتری کان مغرورا من جهة البائع مسلطا علی التصرف فی المبیع والشفیع غیر مغرور لانه متملک علی صاحب الید

(۲۱۹) اور صاحبین رح فرماتے ہین کہ مشتری تو بائع کی طرف سے فریب مین ہوتا ہے اور بیع کے اندر تصرف کرنے پر مسلط ہوتا ہے اور شفیع فریب مین نہین ہو سکتا کیونکہ وہ تو جبراً بلا اختیار صاحب قبضہ کے اوس پر مالک ہوتا ہے

جبرا من غیر اختیار فلا یرجع علی احد۔

تو وہ کسی سے قیمت نہیں لے سکتا۔

(۲۲۰) ویتخیر الشفیع بین الاخذ ای اخذ العرصة بجمیع الثمن او الترك اذا اصابت المبیع آفة سماویة کما اذا کان دار افانهدم بناؤها لان البناء تابع للعرصة حتی تدخل فی بیعها من غیر ذکر فالثمن لا یقابل الاتباع ما لم تکن مقصودة۔

(۲۲۰) جس صورت میں مبیع کو کوئی آفت سماوی ہو پہنچ جائے تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ پورا ثمن دیکر اوس زمین کو لے یا ترک کردے مثلاً ایک مکان ہو اور اوسکی دیواریں گر جائیں کیونکہ بنار زمین کے تابع ہے حتے کہ صرف زمین کے بیع کرنے سے بغیر ذکر کرے کے بنار بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے پس جبتک کہ توابع ایک شئ کے مقصود مستقل طور پر نہوں ثمن اون کے مقابل نہیں ہوتا۔

(۲۲۱) وفی التبیین هذا اذا انهدم البناء بالکلیة ولم یبق له نقض لانه لو بقی منه شئ واخذه المشتری بانفصاله من الارض حیث لم یکن تبعا للارض فلا بد من سقوط بعض الثمن لانه مال قائم بقی محتبسا عند المشتری فیکون له حصة من الثمن فینقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ۔

(۲۲۱) تبیین میں ہے یہ جب ہو کہ بنار بالکل منہدم ہو جائے اور انہدام کے بعد اوسکا کچھ سامان باقی نہ رہے کیونکہ اگر کچھ باقی رہگیا اور مشتری اوس زمین میں سے اوٹھا کرلے گیا تو زمین کے تابع نہوگا اور کچھ ثمن کا اوسکے بدلہ میں ضرور ساقط ہو جانا چاہیے کیونکہ وہ ایک مال قائم ہے اور مشتری کے پاس محتبس رہا ہے تو لا محالہ ایک ثمن کا حصہ اوس کے مقابلہ میں بھی ہوگا اور عقد کے وقت مکان کی قیمت پر ثمن منقسم ہوگا اور لینے کے دن اوس مکان کی اینٹوں وغیرہ پر منقسم ہوگا۔

(۲۲۲) وان نقضها ای الدار المشتری یخیر الشفیع بین اخذ العرصة بالحصة ای بحصتها من الثمن او الترك لان التابع صار مقصودا بالاتلاف فتقابله شئ من الثمن۔

(۲۲۲) اگر مشتری نے اوس مکان کو گرایا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اوس صحن کو بحصہ رسدی ثمن دیکر لیلے یا چھوڑ دے کیونکہ تلف کر دینے سے تابع بھی مقصود ہو گیا اور کچھ ثمن اوس کے مقابل ہو جائے گا۔

(۲۲۳) ولا یاخذ الشفیع النقض بکسر النون وهو المنقوض لانه صار مفصولا

(۲۲۳) اون اشیار کو جو مکان کے منہدم ہو جانے سے نکلے ہیں شفیع نہیں لے سکتا کیونکہ وہ اب ایک جداگانہ

ولم يبق التبعية ولا شفعة فى المنقول ويأخذ
الشفيع ثمر النخل مع الارض اذا ذكر الثمر
فى البيع۔

(۲۲۴) انما قيدنا به لان الثمر لا يدخل فى
بيع النخل من غير ذكر وهذا استحسانا
وكان القياس ان لا ياخذ الشفيع لانه
ليس بتابع فصار كالمتاع الموضوع
فى الارض وجه الاستحسان انه
باتصال خلقة صار تبعا للنخيل
من وجه الا ان اتصاله لما كان
للقطع لا للبقاء صار كالزرع
لم يدخل فى البيع الا
بالذكر۔

(۲۲۵) وان حدث عند المشترى اى الثمر ولم يكن
على النخيل حين البيع ان هذه للوصل يعنى
ياخذ الشفيع الثمر فى هذه الصورة ايضا
لانه بيع تبعا للنخل۔

(۲۲۶) فلو جذها اى قطع المشترى الثمر
سقط حصتها اى حصة الثمر من الثمن فى
غير الحادثة اى فى الثمر التى كانت عند
البائع وقت البيع ولم يكن حادثة
عند المشترى لان شيئا من
الثمن قابلها لكونها
مبيعة۔

(۲۲۷) قيد به لان الثمر لو كانت حادثة

شئ ہوگئی اور تبعیتہ باقی نہین رہی اور منقول کے اندر
شفعہ نہین ہے اور زمین کے ساتھ درختون کا پہل بہی
شفیع لے سکتا ہے جبکہ بیع کے اندر ثمر کا بہی ذکر ہوا ہو

(۲۲۴) ذکر کی ہم نے اس لئے قید لگائی ہی کہ نخل کے
بیع کے اندر بغیر ذکر کے اوسکا پہل داخل نہوگا اور یہ
استحسانا ہی اور قیاس چاہتا ہے کہ شفیع نہ لے سکے
کیونکہ وہ تابع مین شمار نہین کیا جاتا اور ایسا ہے
کہ زمین مین کچہ اسباب رکہا ہو۔ استحسان کی یہ وجہ
ہے کہ اتصال خلقی کے باعث سے ایک وجہ سے
ثمر درخت کے لئے بمنزلہ توابع کے ہوگیا ہے۔ لیکن چونکہ
اوسکا اتصال بقار کے لئے نہین ہے بلکہ قطع کرنے کے
لئے ہے اس لئے اوسکا حال کہیتی کا سا ہی کہ کہیتی
بدون ذکر کئے ہوئے زمین کے بیع مین داخل نہین ہوتی

(۲۲۵) اگرچہ بیع کے وقت درختون پر پہل نہ تہا
اب مشتری کے پاس آکر اوسپر پہل آگیا ہو یعنے اس
صورت مین بہی شفیع پہل لے سکتا ہی کیونکہ درختون کے
تبعیت مین پہل بہی بیع کے اندر داخل ہوگیا۔

(۲۲۶) اگر مشتری نے پہل کو کاٹ لیا بقدر پہل کے
حصہ کے ثمن مین سے اوس صورت مین کم کر لیا
جاوے گا کہ مشتری کے پاس آکر پہل پیدا نہوا ہو
یعنے اوس پہل مین ثمن کم کر لیا جائے گا کہ بیع کے
وقت بائع کے پاس پیدا ہوا ہو گا اور مشتری کے پاس
آکر پیدا نہوا ہو گا کیونکہ بسبب مبیعہ ہونے کے کچہ ثمن
اوس کے مقابلہ مین بہی دیا گیا ہے۔

(۲۲۷) یہ قید اس لئے زیادہ کی ہی کہ اگر مشتری کے پاس

عند المشتری وجذها لا یسقط حصتها من الثمن لانها لم تکن موجودة عند العقد فیأخذ الارض والنخل بجمیع الثمن۔

پہل پیدا ہوا ہو اور اوس نے اوسکو قطع کر لیا تو بعوض اوس کے ثمن مین سے کم نہ کیا جائے گا کیونکہ عند العقد اوسکا وجود نہ تھا تو زمین اور درختون کو پورے ثمن سے لے لیگا۔

(۲۲۸)، ولو انهدم علو فبیع السفل لا یوجبها ای ابو یوسف الشفعة للعالی ای لصاحب العلو بل یکون الشفعة لمن یجاور السفل۔

(۲۲۸)، اور اگر بالاخانہ گر جائے بعد ازان نیچے کا مکان فروخت ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوپر والے کا شفعہ اس مکان مین نہو گا بلکہ وہ شخص شفیع ہو گا جو نیچے کے مکان کا پڑوسی ہے۔

(۲۲۹)، وخالفه ای قال محمد الشفعة لصاحب العلو۔

(۲۲۹)، بخلاف امام محمد رح کے کہ اونکے نزدیک اوپر والا شفیع ہو گا۔

(۲۳۰)، ولو بیعت الی جانبها دار الجار والمجرور حال ای بیعت دار منضمة الی جانب عرصة السفل فطلباها ای صاحب العلو والسفل الشفعة فانهدم العلو والسفل قبل الاخذ یعتبها ای ابو یوسف الشفعة للسافل ای صاحب السفل۔

(۲۳۰)، اگر ایک مکان دو منزلہ مکان کے پہلو مین یعنے جو نیچے والے مکان کے صحن سے ملا ہوا تھا فروخت ہوا اور دونون مکان والون نے اوس مکان مین شفعہ چاہا اور اس سے پہلے کہ اون مین سے کوئی اوس مکان کو لیتا وہ دونون مکان گر پڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف نیچے والے کو حق شفعہ ہے دونون کو حق شفعہ نہین ہے

(۲۳۱)، لا لهما یعنی قال محمد الشفعة لهما۔

(۲۳۱)، امام محمد رح فرماتے ہین دونون اوس مین شفیع ہون گے۔

(۲۳۲)، لابی یوسف فی المسئلتین ان حق الشفعة زال بانهدام العلو ولمحمد ان صاحب العلو له اعادة علوه اذا بنی صاحب السفل وله ان یرفع الامر الی القاضی لیأمره ببناء السفل فیبنی علیه علوه واذا کان حقه قائما استحق الشفعة فی السفل

(۲۳۲)، دونون مسئلون مین امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوپر کے مکان کے گر جانے سے اوسکا حق شفعہ زائل ہو گیا۔ اور امام محمد رح فرماتے ہین کہ اوپر والے کو اپنے مکان کے بنانے کا اختیار ہر حاصل ہے اگر نیچے والا مکان بناوے اور اوسکو یہ بھی استحقاق ہے کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہونچاوے تاکہ نیچے والے کو قاضی مکان کے بنانے کا

وفی الدار المجاورۃ لهما وفی المحیط لو بنی السفل صاحب العلو لا یکون متبرعاً فعلی صاحب السفل ان یعطیہ قیمتہ لانہ کان مضطراً فی البناء لاحیاء حقہ فصار ماذوناً شرعاً۔

حکم کرے اور پھر وہ اپنا اوپر کا مکان بنالے۔ پس جب اوسکا حق قائم ہے تو اوسکو نیچے کے مکان مین بھی حق شفعہ ہے اور اوس مکان مین بھی جو اون دونون کے جوار مین واقع ہوا ہے محیط مین مذکور ہے کہ اگر اوپر والے نے نیچے کا مکان اپنے پاس سے بنوادیا تو وہ اوسمین متبرع نہ سمجھا جائیگا بلکہ نیچے والے کو اوسکی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ اپنے احیاء حق کی غرض سے نیچے کے مکان کے بنانے کی طرف مضطر ہے اور شرعاً اسبات مین وہ ماذون ہے۔

(۲۳۳)، ولو بنی احد الشریکین حماماً منهدماً لم یرجع علی شریکہ بشیٔ لانہ غیر مضطر فی البناء فانہ یمکنہ ان یرفع الامر الی القاضی حتی یقسم الساحۃ۔

(۲۳۳)، اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے بوسیدہ حمام کی مرمت کی تو اپنے دوسرے شریک سے وہ کچھ نہین لے سکتا کیونکہ وہ اوس کے بنانے کی طرف مضطر نہین ہے بلکہ اوسکو یہ استحقاق ہے کہ قاضی تک اس معاملہ کو پہونچا دے تاکہ قاضی اوس زمین کو تقسیم کردے۔

(۲۳۴)، **فصل فی الاختلاف و مایؤخذ بہ المشفوع۔**

(۲۳۴)، **فصل** اختلاف اور اوس چیز کے بیانمین جسکے بدلے مین مشفوع لیا جاتا ہے یعنے ثمن۔

(۲۳۵)، ولو قال المشتری اشتریت البناء والارض فی صفقتین یعنی قال اشتریت البناء اولاً ثم اشتریت الارض بدون البناء ثانیاً وقال الشفیع بل اشتریتهما معاً فی صفقۃ واحدۃ والدار لی ببنائها ولم یکن لهما بینۃ کان القول للشفیع اتفاقاً لان حق الشفیع قائم والمشتری یدعی ابطالہ بادعاء الصفقتین والشفیع ینکرہ فیکون القول لہ مع

(۲۳۵)، اگر مشتری نے کہا مین نے بناء اور زمین کو دو عقدون مین خریدا ہے یعنے اولاً بناء کو خریدا ہے بعد ازان دوسرے بیع سے زمین کو بغیر بناء کے خریدا ہے اور شفیع نے کہا بلکہ تونے دونون کو ایک ہی بیع سے خریدا ہے اور مکان کا مع بناء کے مین مالک ہون اور کسیکے پاس بینہ نہو تو شفیع کا قول بالاتفاق مقبول ہوگا کیونکہ شفیع کا حق تو قائم ہے اور مشتری دو عقد کے خریدنے کا دعوی کرکے اوسکا باطل کرنا چاہتا ہے اور شفیع اوسکا منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا

يمينه على العلم لانه حلف على فعل الغير۔

اور اسبات کے علم پر اوس سے حلف لے لیا جائیگا کیونکہ دوسرے کے فعل پر حلف ہو۔

«٢٣٦» فان برهنا اى اقام كل منهما البينة على ما ادعاه ولا تاريخ يرجح ابو يوسف بينة المشترى لانها يثبت امرا زائدا على الشراء وهو تفريق الصفقة فكانت اولى۔

«٢٣٦» اگر ہر ایک نے اپنے دعوے پر بینہ پیش کر دیا اور دونوں میں سے کسی کی تقدم تاخر کی تاریخ نہیں معلوم تو امام ابو یوسف رح مشتری کے بینہ کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اوسکی بینہ شراء کے اوپر ایک امر زائد کے مثبت ہو یعنے تفریق صفقہ کی تو وہی مقدم ہوگی۔

«٢٣٧» لا الشفيع اى قال محمد يقضى ببينة الشفيع لان البينة للاثبات وبينة الشفيع مثبتة للاستحقاق فكانت اولى۔

«٢٣٧» امام محمد رح فرماتے ہیں شفیع کے بینہ کے موافق حکم دیا جاوے گا کیونکہ بینہ اثبات کے لئے ہوتی ہے اور شفیع کے بینہ استحقاق کے مثبت ہے تو وہ مقدم ہوگی

«٢٣٨» ولو اختلفا اى المشترى والشفيع فى الثمن كان القول للمشترى مع اليمين لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل والمشترى ينكره۔

«٢٣٨» اگر مشتری اور شفیع میں ثمن کے اندر اختلاف ہوا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جاوے گا کیونکہ شفیع کا یہ دعوی ہے کہ میں کم ثمن دیکر اس مکان کا مستحق ہوں اور مشتری اسبات سے منکر ہے

«٢٣٩» فان برهنا يقدمه اى ابو يوسف برهان المشترى لانه اكثر اثباتا۔

«٢٣٩» اگر دونوں نے بینہ پیش کر دی تو امام ابو یوسف رح مشتری کے برہان کو مقدم کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک امر زائد کو ثابت کرتی ہے۔

«٢٤٠» وقدما بينة الشفيع لانه مدع لكونا فكان بينته اولى على بينة المدعى عليه۔

«٢٤٠» صاحبین رح شفیع کے بینہ کو مقدم کرتے ہیں کیونکہ وہ مدعی ہے اور مدعی علیہ کے بینہ پر اوسکے بینہ کو تقدم ہے

«٢٤١» وفى المحيط لو تصادق المتبايعان بعد طلب الشفيع ان البيع كان تلجئة لا يصدقان على الشفيع الا اذا كان الحال يدل عليه بان كان المنزل كثير القيمة وبيع بثمن قليل فلا شفعة۔

«٢٤١» محیط میں مذکور ہو اگر بائع اور مشتری نے باہم شفیع کے طلب کے بعد اسبات کو مان لیا کہ یہ بیع جبراً ہوئی ہو تو شفیع کے حق میں وہ صادق نہ سمجھے جاوینگے مگر جب کہ قرینہ دلالت کرے اس بات پر کہ وہ مکان بیش قیمت ہو اور کم قیمت سے فروخت ہوا ہو تو اب اوسکا شفعہ نہو گا۔

(۲۴۲) ولو ادعی المشتری ثمنًا وادعی البائع اقل منه ولم یقبض البائع الثمن اخذ الشفیع بقول البائع وجعل ای قول البائع حطًّا عن المشتری من الثمن۔

(۲۴۲) اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہین کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کردی جاوےگی۔

(۲۴۳) فان قبض البائع الثمن فبقول المشتری ای یاخذ الشفیع بقول المشتری لان البائع صار کالاجنبی ولا یلتفت الی قوله فبقی الخلاف بین المشتری والشفیع وقد سبق بیانه۔

(۲۴۳) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کرلیا ہے تو بموجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع مبیع کو لے سکتا ہے کیونکہ بائع اسوقت مین اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہو گا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا

(۲۴۴) ولو حط البائع عن المشتری بعض الثمن تسقط عن الشفیع

(۲۴۴) اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کردی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۵) وقال الشافعی لا یسقط بل علی الشفیع الثمن المستمر۔

(۲۴۵) امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاوے گا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہوجایگا

(۲۴۶) وهذا الخلاف فرع الخلاف فی ان الحط لا یلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخری للمشتری وعندنا یلتحق مرت المسئلة فی کتاب البیوع

(۲۴۶) اس اختلاف کی بناء اس امر پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک یہ کم کردینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جایگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہے اور ہمارے نزدیک ملایا جائے گا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہو چکا ہے۔

(۲۴۷) او الکل ای لو حط البائع کل الثمن لم یسقط ولا یلتحق ذلك باصل العقد اتفاقًا لانه لو التحق صار بیعًا بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷) اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع سے ساقط نہو گا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق سمجھا جائے گا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جائے تو بلا ثمن کے بیع ہو جاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸) او زاد فیه ای فی الثمن المشتری لم یلزم الشفیع فیاخذ ه

(۲۴۸) مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کردی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہوگی اور اول ثمن سے

بالثمن الاول لان فی اعتبار الزیادة اضرارا للشفیع۔

وہ بیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق مین اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر پہونچا تا ہے۔

(۲۴۹) وان کان الثمن عرضا او عقارا اخذ بالقیمة ای بقیمة الثمن۔

(۲۴۹) اگر ثمن کچھ اسباب یا کوئی زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر بیع کو لیلے۔

(۲۵۰) وفی الجامع لو وجد البائع الثمن العرض معیبا فرضی به یاخذ الشفیع بقیمته سلیما۔

(۲۵۰) اگر بائع نے اوس شے کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیبدار پایا اور وہ اوس کے لے لینے پر راضی ہوگیا تو شفیع بیع کو وہ قیمت دیکر لیلیگا جو اوس شے کے سلامتی کی حالت مین ہوتی ہوگی۔

(۲۵۱) او مکیلا او موزونا فبالمثل ای فیاخذ بمثله کما فی الاتلاف۔

(۲۵۱) اگر کیلی یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع بیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت مین مثل دینا آتا ہے۔

(۲۵۲) او مؤجلا ای ان کان الثمن مؤجلا فان شاء الشفیع صبر الی انقضاء الاجل ثم یاخذها وهذا الانتظار لیس فی طلب الشفعة لانه علی الفور بل فی اخذها والا ای ان لم یشأ الشفیع الصبر اخذ بثمن حال

(۲۵۲) اگر ثمن مؤجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازان شفعہ کرے اور یہ انتظار طلب شفعہ مین نہین ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہئے بلکہ اوسکے لینے مین انتظار ہے۔

(۲۵۳) لکن البائع لم یرجع علی المشتری بالثمن المؤجل لان شرط التاجیل بینهما لم یبطل۔

(۲۵۳) اگر صبر نہ کرسکے اوسیوقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن مؤجل کے طلب اسوقت نہ کرے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی مابین ہوئی تھی وہ باطل نہین ہوئی ہے۔

(۲۵۴) وفی المحیط ان استحق الثمن بعد اخذ الشفیع الشفعة ینظر ان کان اخذها بالقضاء یرد المشفوعة علی البائع لانه تبین انه لم یکن له حق الشفعة لکون الشراء فاسدا فلا ینفذ قضاؤه بالملك

(۲۵۴) محیط مین مذکور ہے اگر شفیع کے شفعہ لے لینے کے بعد اصل ثمن مین جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اب دیکھا جائے گا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہے تو وہ شے مشفوعہ بائع پر رد کردی جائیگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شرار فاسد تھی اور قاضی کا حکم بالملک نافذ نہ سمجھا جائے گا کیونکہ

لوقوعه خطاءً وان كان اخذها
بغير قضاء لا يردها بل يرد قيمتها
للبائع لانه وجد التراضي
بالتملك والتمليك فجعل بيعا
مستانفا۔

(۲۵۵) ومنعوه منه اي من الاخذ مع
التاجيل اي لا ياخذ الشفيع بثمن مؤجل عندنا

(۲۵۶) وقال مالك ياخذ به
لان الاجل وصف للثمن
فياخذه به كما في
الزيوف ولنا ان الاجل ليس
بوصف للثمن ولهذا لا يثبت
بلا شرط۔

(۲۵۷) او خمرا او خنزيرا اي اذا كان الثمن
خمرا او خنزيرا وهما اي البائع والمشتري
ذميان فبالمثل فيها اي ياخذ الشفيع بالمثل في الخمر لانها
من ذوات الامثال وبالقيمة فيه اي في الخنزير لانه من القيمي

(۲۵۸) او الشفيع مسلم وهو معطوف على
المقدر بعد قوله وهما ذميان وهو والشفيع
ذمي فبالقيمة فيهما اي ان كان الشفيع مسلما
يأخذ بالقيمة في الخمر والخنزير لان تسليم
عين الخمر للمسلم ممتنع فالتحقت في حقه
بغير المثلي حتى لا يتملك عين الخمر ولان
الخمر مثلي والمثلي في المثليات قيمته لا يكون
قائما مقام العين والله اعلم

وہ بطور خطا کے اوس سے واقع ہوا ہے۔ اور اگر بدون
حکم قاضی کے شفیع نے مبیع کو لیا ہے تو اصل مبیع کو واپس
نہ کرے گا بلکہ بائع کو اوسکی قیمت دیدے گا کیونکہ تملک
اور تملیک کے ساتھ دونوں کی رضامندی ثابت
ہوگئی ہو اب یہ از سر نو ایک دوسری بیع شمار کیجائیگی

(۲۵۵) ہمارے ائمہ کے نزدیک ثمن مؤجل کی صورت میں
ثمن مؤجل سے شفیع نہین لے سکتا۔

(۲۵۶) امام مالک رح فرماتے ہین لے سکتا ہو کیونکہ اجل
بھی ایک ثمن کا وصف ہو اور اس سے شفیع برابر لیگا
جسطرح اگر کھوٹے روپیہ سے مشتری خریدتا تو شفیع بھی
کھوٹے ہی سے لے سکتا تہا ہم کہتے ہین اجل ثمن کا وصف
نہین ہو اسی واسطے بدون شرط کئے ہوے اجل ثابت
نہین ہوتی۔

(۲۵۷) اگر شراب یا خنزیر پر ثمن قرار پایا ہو اور بائع
اور مشتری دونون ذمی ہین تو شراب کا مثل اور خنزیر
کی قیمت دیکر شفیع لے سکتا ہو کیونکہ شراب ذوات الامثال
سے ہے اور خنزیر ذوات القیم سے ہے۔

(۲۵۸) بائع اور مشتری ذمی ہین اور شفیع مسلمان ہے
تو دونون مین اوسکو قیمت ہی دینی آئیگی کیونکہ مسلمان کے
لئے مسلمان کو شراب دینا حرام ہو تو اوسکے حق مین
شراب بھی غیر مثلی سے شمار کیجائیگی حتے کہ مسلمان شراب
کا مالک نہین ہو سکتا اور ذمی کو اس لئے شراب
دینی پڑیگی کہ وہ مثلی ہے اور جتنے ذوات الامثال
ہین اونمین کسی کی قیمت اوس کے عین کے
قائم مقام نہین ہو سکتی ہو واللہ تعالی اعلم بالصواب

53

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كتاب الشفعة

(۱) الشفعة حق شرع نظرا لمن كان شريكا او جارا عند البيع۔

(۱) شفعہ ایک شرعی حق کا نام ہے جو بیع کے وقت شریک یا ہمسایہ کا لحاظ کرکے مقرر کیا گیا ہے۔

(۲) تثبت فی العقار بالبیع۔

(۲) کسی عقار کی بیع کرنے سے اوسمین شفعہ ثابت ہوجاتا ہے

(۳) وتتاكد بالطلب وتملك بالقضاء او بالتسليم

(۳) طلب کرنے کے بعد شفعہ مستحکم ہوجاتا ہے اور شفیع کو ملکیت اوسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ قاضی حکم دیدے یا خود بائع یا مشتری مبیع کو شفیع کے قبضہ مین دیدے۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۴) اما البيع الذى يثبت بالشفعة هو الجائز الذى يزيل ملك البائع۔

(۴) شفعہ اوس بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے جو شرعا صحیح ہو اور جس سے بائع کی ملکیت زائل ہوجائے۔

(۵) فان كان فى البيع خيار فان كان الخيار للمشترى كان فيه الشفعة وان كان الخيار للبائع او لهما جميعا فلا شفعة فيه مالم يسقط الخيار۔

(۵) اگر بیع کے اندر مشتری کو اختیار حاصل ہے تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہوجاتا ہے اور اگر صرف بائع کو یا دونون کو اختیار رہے تو شفعہ نہین ہے جب تک کہ وہ اختیار ساقط نہووے۔

(۶) وخيار الروية والعيب لا يمنع ثبوت الشفعة

(۶) خیار رویت اور خیار عیب حق شفعہ کا مانع نہین ہے۔

(۷) ولا شفعة فی البيع الفاسد وان اتصل به القبض لم يبطل حق البائع فی الاسترداد۔

(۷) بیع فاسد مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ بیع مشتری کے قبضہ مین ہوبچ جای جبتک کہ واپسی کا حق باطل ہو۔

(۸) ولا شفعة فيما يملك لغير بدل اوببدل ليس بمال نحو الميراث والهبة والنكاح والاجارة بان جعل الدار اجرا او بدل الخلع بان اختلعت المرأة من زوجها على دار۔

(۸) اگر ایک مکان بلا عوض یا ایسے عوض سے جو مال نہین ہے ایک شخص کو ملے تو شفعہ ثابت ہو گا مثلا اگر ورثہ مین یا بذریعہ ہبہ یا نکاح کے ایک مکان ملا یا کرایہ مین ایک مکان ٹھیرالیا یا ایک مکان دیکر عورت نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو بہر حال ایسے مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا۔

(۹) ولا شفعة فی عقار ملك بالصلح عن القصاص فی النفس او فيما دون النفس۔

(۹) اگر بعوض قتل کے یا بعوض زخم کے ایک مکان یا زمین لیکر صلح کر لی تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہے۔

(۱۰) ولو وهب دارا بشرط العوض فلا شفعة فيها ما لم يتقابضا فاذا تقابضا وجبت الشفعة فياخذ الشفيع الدار بمثل العوض ان كان العوض مثليا وان لم يكن فبقيمته۔

(۱۰) اگر بشرط عوض ایک مکان ہبہ کیا اور ہنوز واہب اور موہوب لہ نے بدلین پر قبضہ نہین کیا ہو تو اوسوقت تک اوس مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا البتہ قبضہ کر لینے کے بعد شفعہ جاری ہو گا اور شفیع اوس مکان کو اگر ہبہ کا عوض مثلی ہے تب تو مثل دیکر ورنہ قیمت دیکر لے سکتا ہے۔

(۱۱) وان كان الهبة لغير شرط العوض ثم عوضه بعد الهبة فلا شفعة فيها۔

(۱۱) اگر ایک مکان کسی کے لئے ہبہ کیا اور ہبہ مین عوض لینا شرط نہین کیا مگر ہبہ کے بعد خود موہوب لہ نے واہب کو اوسکے بدلہ مین کچھ مال دیدیا تو مکان مین شفعہ نہین ہو سکے گا۔

(۱۲) ولو بيعت الدار بثمن مؤجل ان اراد الشفيع ان ياخذ الدار

(۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور کچھ مدت کے بعد اوسکی قیمت ادا کرنی قرار پائی اب شفیع اگر یہ بات

في الحال بالثمن المؤجل لم يكن له ذلك
ويكون له الخيار ان شاء اخذها
بثمن حال وان شاء ينتظر حلول
الاجل فاذا حل ياخذها بالثمن
الحال وان اراد الانتظار الى حلول
الاجل وقد كان طلب طلب
المواثبة فانه يطلب بطلب الاشهاد
فان لم يطلب وانتظر حلول الاجل
بطلت شفعته وكذا لو بيعت الدار
على ان المشتري بالخيار ولم يطلب
الشفيع طلب الاشهاد بطلت شفعته
(۱۳) والمسلم والكافر والكبير
والصغير والذكر والانثى في
الشفعة لهم وعليهم سواء وكذا العبد
الماذون والمكاتب ومعتق البعض
(۱۴) والخصم عن الصبيان في الشفعة
لهم وعليهم آباءهم واوصياء
الآباء عند عدمهم والاجداد من
قبل الاب عند عدمهم فان لم
تكن فاوصياء الاجداد فان لم تكن
فالامام والحاكم يقيم لهم من ينوب
عنهم في الخصومة والطلب۔
(۱۵) فالشفعة على عدد الرؤس
عندنا قلت الانصباء او كثرت
(۱۶) ومن باع دارا وهو شفيعها

چاہے کہ فی الحال اوس مکان کو لیلے اور قیمت
اوسیقدر مدت مین ادا کرے تو اوسکو یہ مجاز نہین ہے
بلکہ اوسکو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو اوسیوقت
قیمت دیکر مکان کو لیلے یا اوس مدت تک توقف
کرے اور جب وہ دن آجاوے تو اوسیوقت قیمت
ادا کرے اور مکان کو لیلے۔ ایسی صورت مین اگر شفیع کو
اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا منظور ہو اور وہ طلب مواثبت
کر چکا ہو تو اوسپر اسی عرصہ مین طلب اشہاد کرنا بھی ضروری
ہو اگر طلب اشہاد اوسنے نہین کی اور مدت کے پورا ہونیکا منتظر رہا تو اوسکا
شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بیع اندر
مشتری کو کچھ اختیار شرط کیا گیا اور شفیع نے طلب اشہاد نہین کی شفعہ باطل ہو جائیگا
(۱۳) شفعہ کے لینے اور شفعہ کے دینے مین مسلمان و کافر
بالغ و نابالغ مرد و عورت سب برابر ہین اور شفعہ کے اندر
جو آزاد کا حال ہو وہی اوس غلام کا حال ہو جس کا کچھ حصہ
آزاد کر دیا گیا ہو یا وہ ماذون یا مکاتب ہو۔
(۱۴) نابالغ سے شفعہ لینے یا اوسکو شفعہ دینے مین اوسکا باپ ہے نہ
باپ کا وصی وصی بھی نہ ہو تو دادا۔ دادا بھی نہ ہو تو دادا کا وصی۔ ورنہ
نابالغ کی طرف سے امام پیروکار ہوگا اور قاضی امام کی طرف
سے کسی کو قائم مقام کر دے گا جو اوس کا پیروکار
ہوگا اور شفعہ کا مطالبہ کرے گا کیونکہ قاضی کو
ولایت عامہ ہو۔
(۱۵) اگر ایک مکان مین کئی شخص شریک ہین تو حنفیہ کے
نزدیک سب کو حق شفعہ برابر حاصل ہوگا اگرچہ اونکے حصے برابر
ہون یا کم و بیش ہون۔
(۱۶) ایک شخص نے ایک مکان خواہ اپنی طرف سے یا کسی

بدار له اخرى فلا شفعة له فيها باعها لنفسه او كان وكيلا فى البيع او قيما او وصيا۔

(۱۷)، ولو اشترى الاب دارا لولده الصغير وهو شفيعها كان له ان ياخذها لنفسه عندنا۔

(۱۸)، ولو اشترى الوصى لليتيم دارا لا يملك اخذها لنفسه بالشفعة۔

(۱۹)، ولو اشترى الاب دار النفسه وولده الصغير شفيعها ليس للصبى اذا بلغ ان ياخذها بالشفعة۔

(۲۰)، ولو باع الاب داره وولده الصغير شفيعها كان للصبى ان ياخذها بالشفعة اذا بلغ۔

(۲۱)، ولو باع المضارب دارا من المضاربة ورب المال شفيعها لا شفعة له فيها ولو باع المضارب دار الغير المضاربة كان لرب المال ان ياخذها بالشفعة بدار من المضاربة ويكون له خاصة

(۲۲)، ولو باع رب المال دارا له خاصة والمضارب شفيعها بدار من المضاربة فان كان فيها ربح فله ان ياخذها لنفسه بالشفعة وان لم يكن فيها ربح فلا ياخذ۔

دوسرے کی طرف سے بذریعہ وکالت یا وصیت یا تولیت کے فروخت کیا اور اس مکان سے بائع کا ایک ذاتی مکان ملا ہوا ہو تو اب یہ بائع اس فروخت شدہ مکان میں شفعہ نہیں کر سکتا۔

(۱۷)، اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے ایک ایسا مکان خریدا جسمیں خود اس شخص کو حق شفعہ ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہو گا اور اگر چاہے تو اپنے لئے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۱۸)، اگر ایک نابالغ کے لئے وصی نے (یعنے جسکو اوسکا باپ وصیت کر گیا ہو) ایک مکان خریدا جسمیں اوس وصی کو بھی حق شفعہ تھا تو اب وصی کا شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۱۹)، اگر ایک شخص نے ایک مکان اپنے لئے خریدا اور اوس کے نابالغ لڑکے کو اوس مکان میں حق شفعہ تھا تو بالغ ہونیکے بعد وہ نابالغ اس مکان میں شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتا

(۲۰)، ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اس مکان میں حق شفعہ تھا تو وہ نابالغ لڑکا بالغ ہونیکے بعد شفعہ کا دعوی کر کے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۲۱)، اگر دو شخص ملکر تجارت کرتے ہیں (یعنے ایک کا مال ہو اور ایک کی محنت قرار پائی ہو) اور اس تجارت میں اس دوسرے شخص نے جو خرید فروخت کرتا ہے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو حق شفعہ تھا تو اب وہ شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتا اور اگر اس تجارت سے علیحدہ اوس شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو بذریعہ ایک مکان کے جو اس تجارت کا مکان ہے حق شفعہ تھا تو یہ پہلا شریک خاص اپنے لئے بلا شرکت دوسرے شریک کے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۲۲)، اور اگر پہلے شریک نے (یعنے جسکا مال ہے) اپنا ایک ذاتی مکان فروخت کیا اور دوسرے شریک کو بذریعہ تجارت کے ایک مکان کے حق شفعہ تھا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر وہ مکان نفع سے ملتا ہے تب تو وہ خاص اپنے لئے بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اور اگر اوسکے لینے میں نقصان ہو تو نہیں لے سکتا۔

مضاربت یہ ہے کہ ایک کا مال ہو اور دوسرے کی محنت

(۲۳) واذا بيعت الدار بجنب دار مشتركة بين رجلين كان لكل واحد من الشريكين فيها الشفعة ولتسليم احدهما الشفعة يصح في حق نفسه دون صاحبه۔

(۲۳) ایک مکان مین دو شخص شریک ہین اس مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا تو ان دونون مین سے ہر شخص کو حق شفعہ ہو اور اگر ایک شخص نے بالفرض شفعہ کا دعوی نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور دوسرے کا بدستور قائم رہیگا۔

(۲۴) ولو باع الرجل دارا وعبده المأذون شفيعها فان كان على العبد دين فله الشفعة وان لم يكن فلا شفعة له۔

(۲۴) ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اسکے غلام ماذون کو شفعہ تھا تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام کسیکا قرضدار ہے تب تو شفعہ کر سکتا ہے ورنہ نہین کر سکتا۔

(۲۵) ولو باع العبد المأذون دارا والمولى شفيعها فان لم يكن على العبد دين فلا شفعة للمولى وان كان عليه دين فلمولاه الشفعة۔

(۲۵) اگر غلام ماذون نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اوسکے مالک کا شفعہ ہو تو اوسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام مقروض نہین ہے تو مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کسیکا مقروض ہو رہا ہو تو اوسکے مالک کو شفعہ ہے۔

(۲۶) فلو باع المولى دارا ومكاتبه شفيعها كان له الشفعة وان باع المكاتب ومولاه شفيعها كان له الشفعة ايضا۔

(۲۶) اگر مالک نے ایک مکان فروخت کیا جسمین غلام مکاتب کا شفعہ ہو تو وہ مکاتب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے اور اگر اوس مکاتب نے ایک مکان فروخت کیا اور مالک کا اوسمین شفعہ ہو تو مالک بھی دعوی کر سکتا ہے۔

(۲۷) ولو مات الشفيع لا يكون لورثته الشفعة

(۲۷) شفیع کے مر جانیکے بعد اوسکے وارثون کو حق شفعہ نہین ہوتا

(۲۸) وان مات البائع والمشتري والشفيع حي كان له الشفعة۔

(۲۸) اگر بائع اور مشتری مر جائین تو شفیع کو بدستور حق شفعہ باقی رہتا ہے۔

طلب شفعہ کا بیان

(۲۹) طلب الشفعة ثلثة طلب المواثبة وطلب الاشهاد وطلب التملك

(۲۹) طلب شفعہ کی تین قسمین ہین طلب مواثبت اور طلب اشہاد اور طلب تملک انہین سے اپنے اپنے موقع اگر ایک طلب بھی نہوگی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۰) اما طلب المواثبة فوقته فور علم

(۳۰) طلب مواثبت اوس طلب کو کہتے ہین جو بیع

الشفيع بالبيع.

حال معلوم ہونے سے فوراً اوسیوقت طلب کیجاوے۔

(۳۱) ان اخبره بالبيع رجلان اورجل وامرأتان او رجل عدل فسكت هنية ولم يطلب الشفعة بطلت شفعته.

(۳۱) اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت یا صرف ایک پرہیزگار مرد نے شفیع کے پاس آکر بیان کیا کہ فلان شخص نے فلان مکان فروخت کیا ہے وہ یہ سنکر کچھ دیر تک شفیع خاموش رہا اور شفعہ کو طلب نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۲) وان اخبره بالبيع رجل واحد غير عدل وامرأة او عبد او صبي ولم يطلب الشفعة لا يبطل شفعته في قول ابيحنيفة رح وفي قول صاحبيه رح تبطل لان الشرط هو الطلب فور العلم بالبيع وعندهما الاعلام يحصل بخبر الواحد عدلا كان اولم يكن حرا كان او عبدا صبيا كان او بالغا وعند ابيحنيفة رح يشترط للعلم احد شرطي الشهادة وهو العدد او العدالة وقد مر هذا في البكر اذا بلغت واخبرت بالنكاح وسكتت.

(۳۲) اگر ایک مرد نے جو پرہیزگار نہین ہے یا عورت نے یا غلام نے یا نابالغ لڑکے نے شفیع کے سامنے مکان کے فروخت ہونے کا حال بیان کیا اور شفیع نے شفعہ کو طلب نہ کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین بیع کا حال معلوم ہوتے ہی فوراً طلب کرنا شرط ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک شخص کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جاتا ہے پرہیزگار ہو یا نہو آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک علم کے لئے شہادت کی دو شرطون مین سے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے یعنے اگر ایک مرد ہے تو اوسکا پرہیزگار ہونا ضروری ہے ورنہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا ہونا لازم ہے یہی اختلاف سابقا اوس صورت مین بیان ہو چکا ہے کہ باکرہ کو اپنے نکاح کی خبر پہونچی اور اوسنے کچھ جواب ندیا۔

(۳۳) وروى هشام عن محمد رح انه يشترط الطلب في مجلس العلم فان طلب في المجلس صح وان قام عن مجلسه قبل الطلب بطلت شفعته وبه اخذ الكرخي رح قال وهذا بمنزلة خيار المخيرة والامر باليد وقبول البيع وذلك يبقى الى ان يوجد الاعراض

(۳۳) ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین اوسی جلسہ مین شفعہ کا طلب کرنا شرط ہے جس جلسہ مین شفیع کو بیع کا حال معلوم ہو اخیر جلسہ تک بھی اگر شفیع نے شفعہ کو طلب کر لیا تو بھی کچھ حرج نہین ہے اور اگر ہنوز شفعہ کو طلب نہین کیا تھا کہ اوس جلسہ سے علحدہ ہوگیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ طلب شفعہ کا حال بیع کے قبول کرنے یا عورت کو

\+ + + + + + +

\+ + + + + + +

طلاق کا اختیار حاصل کرنے کے مانند ہے اور یہ اختیارات اوسوقت تک باقی رہتے ہین جب تک اعراض نہ پایا جاوے

(۳۴) وفی ظاهر الروایة یشترط الطلب فور العلم۔

(۳۴) امام صاحب رحمہ سے ظاہر روایت یہی ہو کہ بیع کی خبر ملتی ہے فورًا طلب شفعہ کرنا ضروری ہے۔

(۳۵) واختلفوا فی لفظ هذا الطلب قال بعضهم یقول طلبت الشفعة وانا طالبها اواطلبها وقال بعضهم یطلب بلفظ الماضی او المستقبل ولا یجمع بینهما وقال بعضهم یقول اطلب الشفعة اخذها ولا یقول طلبت الشفعة واخذتها فان قال ذلك بطلت شفعته لان ذلك كذب محض قال بعضهم لا یقول اطلب الشفعة واخذها لان ذلك عدة قال وقوله طلبت الشفعة واخذتها یذکر للحال عرفا کقوله بعت واشتریت۔

(۳۵) اس بات مین اختلاف ہو کہ طلب مواثبت کن الفاظ سے کرنا چاہئے بعض کے نزدیک اسطرح کہنا چاہئے کہ مین شفعہ کو طلب کر چکا ہون اور اوسکا طالب ہون اور طلب کرونگا اور بعض کے نزدیک صرف ماضی یا مستقبل کے لفظ سے طلب کرنا چاہیے اور ایسا نکیا جائے کہ ایک لفظ ماضی کا ہو اور ایک مستقبل کا ہو اور بعض کے نزدیک یہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کرونگا اور شفعہ کو لونگا یہ نکہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کر لیا اور شفعہ کو لے لیا اگر اسطرح کہیگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اوسکا یہ کہنا محض جھوٹ ہے بعض کہتے ہین شفیع کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کی درخواست کرونگا اور شفعہ کو لے لونگا کیونکہ یہ ایک قسم کا وعدہ ہو اور انھین بعض نے بیان کیا ہو کہ (مین نے شفعہ کے طلب کر لے اور شفعہ کو لے لیا) عرف کے اعتبار سے حال کے لئے آتا ہے جسطرح خرید فروخت مین بائع مشتری کا یہ کہنا کہ مین نے خریدا اور مین نے فروخت کیا۔

\+ + + + + + +

\+ + + + + + +

(۳۶) والصحیح انه اذا طلب بای لفظ طلب بالماضی او المستقبل یصح طلبه وهو اختیار ابی جعفر والفقیه ابی اللیث والشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رح۔

(۳۶) صحیح قول یہ ہو کہ جسطرح چاہے شفیع شفعہ کی طلب کرے اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا خواہ ماضی سے ہو یا مستقبل سے۔ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح نے اسی قول کو پسند کیا ہو۔

(۳۷) وحکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رح لو ان قرویا قال شفعة

(۳۷) شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح سے مروی ہے کہ شفیع اگر ایک گنوار آدمی ہے اور بیع کی خبر سنکر شفعه شفعه

شفعۃ کان طالبا وکذا لو قال (شفعہ مراست بخواستم وبیافتم).

(۳۸) وقال بعضهم لو قال الشفیع الشفعۃ لی اطلبها واخذها بطلت شفعتہ لان قولہ لی لغو لا یحتاج الیہ۔

(۳۹) وعن بعض المشائخ رح اذا قال الشفیع للمشتری حین لقیہ انا شفیعك اخذ منك الدار بالشفعۃ تبطل شفعتہ کما لو قال للمشتری حین لقیہ کیف اصبحت اوکیف امسیت۔

(۴۰) وذکر الناطفی رح اذا علم الشفیع بالبیع فقال الحمد للہ قد ادعیت شفعتها اوقال سبحان اللہ لا تبطل شفعتہ وکذا لو قال للمشتری حین لقیہ السلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہ طلبت الشفعۃ اوقال کیف اصبحت اوکیف امسیت او قال اللہ اکبر او عطس صاحبہ فشمتہ ثم طلب الشفعۃ هو طلبہ ولو سالہ شیئا من الحوائج ثم طلب تبطل شفعتہ قال الناطفی رح علی قیاس قولہ سبحان اللہ اوکیف اصبحت اوکیف امسیت اذا قال للمشتری حین لقیہ او قال اطال اللہ بقاءك ثم طلب الشفعۃ لا تبطل شفعتہ وعن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رح اجل

کہنے لگا تو شرعا وہ طالب سمجھا جائیگا اسی طرح اگر ایک شخص کہے کہ (شفعہ مراست بخواستم وبیافتم) تو یہ شخص بھی طالب سمجھا جائے گا۔

(۳۸) بعض کا قول ہے اگر شفیع نے یہ کہا کہ شفعہ میرا ہے میں اسکو طلب کرونگا اور لیلونگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ میرا ہے کا لفظ اس موقع پر بیکار ہے گویا اوسنے طلب کرنے سے پہلے دوسرا کلام کیا۔

(۳۹) بعض مشائخ سے مروی ہے اگر شفیع نے ملاقات کیوقت مشتری سے یہ بات کہی کہ میں تیرا شفیع ہوں بذریعہ شفعہ کے تجھسے مکان کو لیلونگا اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا جسطرح مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہنے سے کہ آج تمہارا کیا حال ہے یا آپ کا مزاج کیسا ہے شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۴۰) ناطقی رح نے بیان کیا ہے۔ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے کہا الحمد للہ میں نے اوسمیں شفعہ کا دعوی کیا یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسی طرح اگر مشتری کی ملاقات کیوقت کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے شفعہ طلب کیا ہے یا اوس کے مزاج پرسی کے بعد طلب شفعہ کا ذکر کیا یا اللہ اکبر کہا یا پاس کسیکے چھینک کے جواب میں یرحمکم اللہ کہکر شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر مشتری سے ملاقات کے وقت اپنی کسی اور ضرورت کا ذکر کیا بعد ازاں شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ناطقی رح نے انہیں الفاظ پر قیاس کر کے بیان کیا ہے کہ اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری کے لئے یہ دعا دے کہ خدا تعالی تیری عمر دراز کرے بعد ازاں شفعہ کو طلب کرے تو شفعہ

اشترى دارا فلقيه شفيعها والمشترى واقف مع ابنه فسلم الشفيع على ابنه قبل ان يطلب الشفعة تبطل شفعته وان سلم على المشترى لا تبطل شفعته قال لان الشفيع محتاج الى الكلام مع المشترى فكان محتاجا الى السلام عليه لان الكلام قبل السلام مكروه

باطل نہین ہوگا اور شیخ امام ابوبکر بن فضل رحمہ سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع سے اوسکی ملاقات ہوی اوسوقت مشتری کے ہمراہ مشتری کا بیٹا بھی تھا شفیع نے مشتری کے بیٹے سے طلب شفعہ کرنے سے پہلے سلام علیک کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر مشتری سے سلام علیک کی تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفیع کو مشتری کے ساتھ گفتگو کی ضرورت درپیش ہے لہذا گفتگو سے پیشتر سلام بھی ضروری ہے کیونکہ سلام علیک سے پہلے اور

(۴۱) ولو قال الشفيع للمشترى (شفاعت خواهم) قالوا تبطل شفعته لان هذا اللفظ طلب الشفاعة لا طلب الشفعة۔

(۴۱) اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین شفاعت چاہتا ہون تو فقہا کے نزدیک شفعہ باطل ہو جاوے گا کیونکہ اس لفظ مین شفاعت کی طلب ہے شفعہ کی طلب نہین ہے۔

(۴۲) رجلان ورثا عن ابيهما اجمة واحد الوارثين بعينه لم يعلم بان له فيها نصيبا فبيعت اجمة اخرى بجنب هذه الاجمة فلم يطلب هو الشفعة فلما علم ان له فيها نصيبا فطلب الشفعة فى الاجمة المبيعة قالوا تبطل شفعته لان شرط تاكد الشفعة طلب المواثبة عند العلم بالبيع فاذا لم يطلب والجهل ليس بعذر فلا يبقى له الشفعة۔

(۴۲) اگر دو شخصون کو اپنے باپ کے ورثہ مین ایک جھیل ملی مگر اون دونون مین سے صرف ایک شخص اس بات سے لاعلم ہے کہ میرا اسمین حصہ ہے یا نہین اس عرصہ مین ایک اور جھیل اس جھیل کے قریب فروخت ہوی اور اس لاعلم نے اس دوسرے جھیل مین شفعہ کا دعوی نہ کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ میرا بھی اس جھیل مین حصہ ہے پھر اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تو فقہا کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا اسواسطے کہ بیع کے علم کے ساتھ طلب مواثبت کرنا اثبات شفعہ کے لئے شرط ہے اور اس شخص نے طلب مواثبت نہین کی پس اسکا شفعہ باقی نہین رہیگا اور بسبب اپنی لاعلمی کے معذور نہوگا۔

\+ + + + + + +

(۴۳) شفيع ظن ان مشترى الدار فلان فسكت ولم يطلب الشفعة فاذا علم ان المشترى غير فلان كان له الشفعة۔

(۴۳) ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے گمان کیا کہ زید نے وہ مکان خریدا ہے اور اپنے گمان کے موافق وہ خاموش ہو رہا اور شفعہ کو طلب نہین کیا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ عمرو نے وہ مکان خریدا ہے تو شفیع بدستور شفعہ کا دعوی کرسکتا ہے۔

٤٤، وقال بعضهم اذا توهم الشفيع ان المشتري فلان فسكت ثم علم ان المشتري غيره فطلب لايصح طلبه۔

٤٤، بعض کا قول ہی اگر شتری کو شبہہ ہوا کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہی اور صرف شبہہ کی بنا پر وہ خاموش ہو رہا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ مشتری اور شخص ہی پھر اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح نہو گا۔

٤٥، ولو قيل للشفيع بيعت دار كذا فقال من اشتراها او قال بكم اشتراها فلما اخبر بذلك قال طلبت الشفعة صح طلبه۔

٤٥، اگر شفیع سے کسی شخص نے آکر بیان کیا کہ فلان مکان فروخت ہو گیا اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ کسنے خریدا ہی یا کس قیمت پر فروخت ہوا ہے پھر مشتری کا نام یا قیمت کا حال سنکر شفیع نے کہا مین نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

٤٦، وكذا لو قيل للشفيع بيعت دار كذا بالف درهم فسكت ثم علم انها بيعت بخمسمائة درهم كان له الشفعة۔

٤٦، شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ پر فروخت ہو گیا یہ سنکر شفیع نے سکوت کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ پانچ سو روپیہ پر فروخت ہوا ہی اور اوسنے شفعہ طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

٤٧، دار بيعت بجنب دار رجل والجار يزعم ان رقبة الدار المبيعة له ويخاف انه لو ادعى رقبتها تبطل شفعته لان مالك الدار لا يكون شفيعا وان ادعى الشفعة لا يمكنه دعوى الدار انها له ماذا يصنع حتى لا يبطل شفعته قالوا يقول هذه الدار داري وانا ادعى رقبتها فان وصلت اليها والا فانا على شفعتي منها لان هذه الجملة كلام واحد فلم يتحقق السكوت عن طلب الشفعة۔

٤٧، ایک شخص کے مکان کے متصل کسیکا مکان فروخت ہوا اور اوس ہمسایہ کو گمان ہی کہ فروخت شدہ مکان میری ملک ہی اور اوسکو خوف ہی کہ اگر مین نفس اس مکان کا دعوی کرتا ہون تب تو شفعہ باطل ہوتا ہی کیونکہ مالک شفیع نہین ہو سکتا اور اگر شفعہ کا دعوی کرتا ہون تو مکان کا دعوی نہین کر سکتا تو ایسے وقت مین اوسکو کیا کرنا چاہیے فقہا کہتے ہین اوس شخص کو ایسی صورت مین یہ کہنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہی اور مین اوس مکان کا مدعی ہون اگر اسطرح سے یہ مکان مجکو ملجاوے تب تو فبہا ورنہ مین اوسمین شفیع ہون کیونکہ یہ سب ایک ہی کلام ہی اسلیے طلب شفعہ سے سکوت نپایا گیا۔

\+ + + + + + + + + +

(٤٨) صغيرة ادركت وثبت لها خيار البلوغ والشفعة ان قالت طلبت الشفعة واخترت نفسي اوقالت اخترت نفسي وطلبت الشفعة صح الاول وبطل الثاني فان قالت طلبت حقين لي الشفعة والخيار صح كلاهما۔

(٤٨) ایک نابالغ لڑکی کو حیض آیا اور جسکو خیار بلوغ اور شفعہ کا اختیار ثابت ہوا اوسکی تین صورتین ہین اگر اوسنے کہا کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا اور اپنی جان کا اختیار لیا تب تو صرف شفعہ ثابت ہوگا اور اگر کہا مین نے اپنی جان کا اختیار لیا اور شفعہ کو طلب کیا تو اوس کو صرف اپنی ذات کا اختیار حاصل ہوگا اور شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر یہ کہا کہ مین نے دونون حق طلب کئے میرا شفعہ بھی ہو اور نکاح اختیار بھی ہو تو دونون حق ثابت ہوجائینگے

(٤٩) اذا سمع الشفيع بيع الدار فسكت قالوا لا يبطل شفعته مالم يعلم المشتري والثمن كالبكر اذا استومرت فسكتت ثم علمت ان الاب زوجها من فلان فردت صح ردها۔

(٤٩) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان فروخت ہوگیا ہو اور اسنے سکوت کر لیا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا جب تک اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ مشتری کون ہو اور قیمت کیا ہو اسیطرح اگر باکرہ لڑکی سے نکاح کے بارے مین مشورہ لیا گیا اور وہ خاموش ہوگئی بعدہٗ معلوم ہوا کہ میرے باپ نے فلان شخص سے میرا نکاح کیا ہو اور اوسنے نکاح کو رد کردیا تو اوس کا رد کرنا صحیح ہوگا۔

(٥٠) رجل اشترى دارا وقال للشفيع اشتريتها لنفسي فسلم الشفيع الشفعة اوسكت ثم ظهر انه اشتراها لغيره قال محمد رح تبطل شفعته وقال ابوحنيفة رح لا تبطل وعليه الفتوى۔

(٥٠) ایک شخص نے کوئی مکان خریدا اور شفیع سے کہا مینے اپنے لیئے یہ مکان خریدا ہو اسپر شفیع نے شفعہ کا دعوی نہ کیا بلکہ خاموش ہو رہا پھر معلوم ہوا کسی اور شخص کے لئے یہ مکان خریدا ہو تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجاوے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک باطل نہوگا اور فتوی اسی قول پر ہے

(٥١) رجل صلى الظهر ثم شرع في الركعتين بعد الفرض فاخبر بالبيع فجعلها اربعا روى هشام عن محمد رح انه لا تبطل شفعته ولو جعلها

(٥١) ایک شخص نے ظہر کی نماز ادا کر کے دو رکعت نماز پڑھنا شروع کیا اسی اثنا مین اوس کو کسی نے بیع کی خبر دی اور اس شخص نے بجاے دو رکعت کے دو رکعت اور اسمین ملا دین تو امام محمد رح سے بواسطہ

ستا بطلت شفعته ولو كان فی الاربع قبل الظهر فاخبر بالبیع فاتمها اربعا لا تبطل شفعته وذکر الناطقی رح اذا علم بالبیع وهو فی التطوع فجعلها اربعا اوستا لا تبطل شفعته والصحیح انه اذا جعلها اربعا لا تبطل ولو جعلها ستا تبطل ولو افتتح الاربع بعد الجمعة لا تبطل شفعته وان صلی اکثر من اربع بطلت شفعته وکذا لو افتتح الرکعتین بعد الظهر لا تبطل شفعته۔

(٥٢) ولو افتتح التطوع بعد طلب المواثبة قبل طلب الاشهاد تبطل شفعته

(٥٣) وبعد ما طلب الشفیع طلب المواثبة فور علمه بالبیع یحتاج الی طلب الاشهاد وانما یسمی الثانی طلب الاشهاد لا لان الشهادة شرط بل لیمکنه اثبات الطلب عند جحود الخصم۔

(٥٤) فان کان الشفیع حاضرا فی مجلس البیع فطلب الشفعة بحضرة البائع او المشتری کفاه ذلك عن الطلب الثانی۔

(٥٥) وان لم یکن کذلك فذهب الی البائع او الی الدار لطلب الاشهاد فالمسئلة علی وجوه۔

ہشام کے مروی ہو کہ اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اون دو نو نمین چار رکعت اور ملا کر پڑہین تو شفعہ باطل ہوجاویگا اور اگر ظہر سے پہلے چار سنت پڑھ رہا تھا اور بیع کی خبر سنکر چار رکعت اوسنے پوری کرلین تو شفعہ باطل نہوگا اور ناطقی رح نے بیان کیا ہو اگر نماز نفل پڑہنے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اُسنے چار یا چھہ رکعت پوری کرلین تو شفعہ باطل نہین ہوگا مگر صحیح یہ ہو کہ چار پوری کرنے سے باطل نہوگا اور چھہ پورے کرنے سے باطل ہوجاوے گا اور اگر جمعہ کے بعد چار رکعت شروع کردی ہین تو انکے پورے کرنے سے بہی شفعہ باطل نہوگا مگر چار سے زیادہ پڑہنے سے باطل ہوجاویگا اسیطرح ظہر کے بعد دو رکعتون کے شروع کرنے سے شفعہ باطل نہوگا۔

(٥٢) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد سے پہلے اگر ایک شخص نے نماز نفل شروع کردی تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(٥٣) طلب مواثبت کے بعد شفیع کے لئے طلب اشہاد ضروری ہو اور اسکا نام طلب اشہاد اسوجہ سے نہین ہو کہ اسمین شہادت شرط ہو بلکہ اسواسطے ہو کہ جہان خصومت کے وقت طلب شفعہ کو ثابت کرسکتا ہے

(٥٤) بیع کی جگہ اگر شفیع خود موجود تھا اور بائع یا مشتری کے روبرو اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو پہر دوبارہ اوسکو طلب اشہاد کی ضرورت نہین ہو۔

(٥٥) اگر خرید فروخت کی جگہ شفیع موجود نہین تھا تو اوسوقت مین طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد کرنا چاہیے مگر اسکی صورتین مختلف ہین۔

(٥٦) ان كان البائع والمشتري والشفيع والدار في مصر واحد والدار في يد البائع فالى أيهم ذهب الشفيع وطلب الشفعة صح طلبه ولا يعتبر فيه الاقرب ولا الابعد لان المصر مع تباعد الاطراف كمكان واحد الا ان يجتاز على الاقرب ولم يطلب الشفعة فحينئذ تبطل شفعته۔

(٥٦) اگر بائع اور مشتری اور شفیع اور مکان یہ چاروں ایک ہی شہر میں ہیں اور مکان ہنوز بائع کے قبضہ میں ہو تو ایسی صورت میں شفیع کو اختیار ہوگا کہ تینوں میں سے کسی کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے اور اس بات کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ تینوں میں سے کون قریب اور کون بعید ہو اسواسطے کہ شہر کو باوجود بعد اطراف کے ایک مقام کا حکم ہے مگر جس صورت میں بالفرض قریب پر شفیع کا گذر ہوا اور بغیر طلب کئے وہ آگے چلدیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(٥٧) وان كان البائع والمشتري والدار في مصر واحد والشفيع في بلدة اخرى فالى أيهم ذهب الشفيع الى البائع والدار في يد البائع او الى المشتري او الى الدار وطلب الشفعة صح طلبه۔

(٥٧) اگر بائع اور مشتری اور مکان سب ایک ہی شہر میں ہیں تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ میں ہو تو اوسوقت بائع کے پاس ورنہ مشتری یا مکان کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے۔

(٥٨) وان كان الشفيع في موضع الدار والبائع والمشتري في السواد او كان الشفيع مع احد المتبايعين في مصر واحد والمتبايعين والدار في غير المصر فقصد الشفيع الابعد لطلب الشفعة وترك الاقرب اليه بطلت شفعته۔

(٥٨) اگر شفیع اوسی شہر میں ہو جس جگہ مکان ہے اور بائع اور مشتری اوس شہر سے باہر ہیں یا بائع اور مشتری میں سے ایک شخص ایک شہر میں شفیع کے ساتھ ہو اور دوسرا شخص مکان کے ساتھ ہو اس حالت میں شفیع اگر قریب کو چھوڑ کر طلب شفعہ کے لئے بعید کیطرف گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

(٥٩) وان كان البائع سلم الدار الى المشتري فان طلب الشفيع من المشتري واشهد صح طلبه وكذا لو لم يكن الدار في يد المشتري وطلب الشفيع من المشتري صح طلبه۔

(٥٩) اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا اور شفیع نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور کسی کو گواہ کردیا تو اوس کا طلب کرنا صحیح ہوگا اسی طرح اگر ہنوز مشتری کا قبضہ نہیں ہوا ہے اور شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا تو بھی اوس کا طلب کرنا صحیح ہے۔

۶۰، وان طالب من البائع واشهد ان کان الدار فی ید البائع صح طلبه والا فلا وبصیر کانه لم یطلب

۶۰ اگر شفیع نے بائع سے شفعہ طلب کیا اور اوسپر کسیکو گواہ کردیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تب تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہے ورنہ وہ طلب کرنا صحیح ہوگا اور کالعدم سمجھا جائیگا۔

+ + + + + + + +

۶۱، وصورة طلب الاشهاد ان یقول الشفیع للمشتری حین لقیه اطلب منك الشفعة فی دار اشتریتها من فلان التی احد حدودها کذا والثانی کذا والثالث کذا والرابع کذا وانا شفیعها بالجوار بدار احد حدودها کذا والثانی کذا والثالث کذا والرابع کذا فسلمها الی فلابد ان یبین انه شفیع بالشرکة او بالجوار او فی الحقوق ویبین الحدود لتصیر الدار معلومة۔

۶۱، طلب اشہاد کرنے کا یہ طریقہ ہو کہ مثلاً مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہی کہ تو نے جو فلان شخص سے فلان مکان جسکے چارون حدود یہ ہین خرید اہوا ہین مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مین اوس مکان مین بسبب ہمسائگی کے بذریعہ ایک مکان کے جسکے حدود اربع یہ ہین شفیع ہون اسواسطے وہ مکان تو مجھکو دیدے اور اس بات کا بیان کرنا اوسپر ضرور ہو کہ وہ بذریعہ شرکت کے شفعہ کرتا ہے یا بذریعہ ہمسائگی کے۔ اور حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہو تاکہ وہ مکان مجہول نرہے۔

۶۲، اذا اخبر الشفیع بالبیع فی جوف اللیل فلم یقدر علی ان یخرج للاشهاد فان اشهد حین اصبح صح طلبه لانه اخر الاشهاد بعذر۔

۶۲، اگر رات کے وقت شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور طلب اشہاد کے لئے اوسوقت نجاسکا اور صبح ہوتی ہی اوسنے طلب اشہاد کی تو کچھ مضایقہ نہین ہے کیونکہ اس تاخیر مین شرعا وہ معذور سمجھا جائیگا۔

۶۳، والیهود اذا اخبر بالبیع یوم السبت فلم یطلب الشفعة بطلت شفعته لانه غیر معذور فی التاخیر وکذا لو کان الشفیع فی عسکر اهل الخوارج او اهل البغی فخاف علی نفسه ان یدخل فی عسکر اهل العدل فلم یطلب بطلت شفعته لانه غیر معذور۔

۶۳، اگر ہفتہ کے روز ایک یہودی کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ غیر معذور ہے اسیطرح اگر شفیع خوارج یا باغیون کے لشکر مین ہے اور اہل حق کے لشکر مین آنے سے اوسنے اپنی جان کا خوف کیا اور طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ معذور نہین ہے۔

(٦٤) ولو كانت الشفعة بالجوار وخاف الشفيع انه لو طلب الشفعة بالجوار عند قاض لا يرى الشفعة بالجوار يبطل شفعته فلم يطلب كان على شفعته۔

(٦٤) شفعہ بالجوار کی صورت مین اگر شفیع کو خوف ہے کہ مین نے اس قاضی کے پاس جو شافعی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہے اگر شفعہ طلب کیا تو میرا شفعہ باطل ہو جائیگا اس خوف سے اس شخص نے قاضی کے پاس شفعہ کو طلب نہین کیا تو شفعہ باطل نہو گا۔

(٦٥) ولو علم الشفيع بالبيع وهو في طريق مكة فطلب طلب المواثبة ولم يقدر على طلب الاشهاد فان لم يكن البائع والمشتري في الرفقة فانه يوكل وكيلا ليطلب الشفعة فان لم يوكل ومضى في الطريق فان وجد من يوكله بالطلب ولم يوكل تبطل شفعته وان لم يجد وكيلا ووجد فتى يكتب كتابا على يديه ويوكل بالكتاب وكيلا فان لم يفعل بطلت شفعته وان لم يجد وكيلا ولا فتى لا تبطل شفعته حتى يجد لانه معذور۔

(٦٥) اگر مکہ معظمہ کے راستے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت کی مگر طلب اشہاد نکر سکا اگر بائع اور مشتری سفر مین اسکے ساتھ نہین ہین تو اس شخص کو طلب شفعہ کے لئے ایک وکیل مقرر کرنا چاہیے اور اگر وکیل مقرر نہین کیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر وکیل میسر ہوا اور مقرر نکیا تب تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل میسر نہ ہوا تو اوس کو چاہیے کہ خط لکھوا کر بذریعہ خط کے کسی شخص کو وکیل کر دے اگر ایسا نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل بھی میسر نہوا اور خط لکھنے والا بھی میسر نہوا تو شفعہ باطل نہو گا جب تک اون دونون مین سے کوئی میسر نہ آوے کیونکہ وہ شخص معذور ہے۔

(٦٦) دار بيعت لها شفيعان احدهما حاضر فطلب الحاضر الشفعة وقضى له القاضي ثم حضر الشفيع الآخر فان الشفيع الثاني يطلب الشفعة من الشفيع الذي قضى له القاضي لان الذي قضى له القاضي قام مقام المشتري هذا اذا طلب الاول جميع الدار بالشفعة فلو انه طلب

(٦٦) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص اسمین شفیع ہین جنمین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اوسکے لئے شفعہ کا حکم کر دیا بعد ازان دوسرا شفیع حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو شفیع اول سے طلب شفعہ کرنا چاہیے جس کے لئے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے کیونکہ شفیع اول اسوقت مین بمنزلہ مشتری کے ہوگیا تھا

نصف الدار ظنا منه انه لا یستحق الا النصف بطلت شفعته وکذا لوکانا حاضرین فطلب کل واحد منهما الشفعة فی نصف الدار بطلت شفعتهما لان السکوت عن النصف الباقی تسلیم للشفعة فی النصف المسکوت فیبطل شفعته فی النصف المسکوت واذا بطلت فی النصف تبطل فی الکل کذا ذکر فی الکتاب۔

+ + + + + + +

(۶۷) وذکر الناطقی رح رجل اذا اشتری دارا فی جنب الشفیع فجاء الشفیع وقال سلم لی نصفها بالشفعة فابی المشتری لا تبطل شفعته وهو الصحیح لان طلب تسلیم النصف لا یکون تسلیما للباقی وکذا لو قال الشفیع انا شفیع هذه الدار فسلم لی نصفها بالشفعة فاسلم لك النصف الباقی فابی المشتری لا تبطل شفعته

(۶۸) الوکیل لشراء الدار اذا اشترٰے وقبض فجاء الشفیع وطلب الشفعة من الوکیل قبل ان یسلم الوکیل الدار الی الموکل قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رح یصح طلبه وان کان ذلك بعد ما سلم الوکیل الدار الی الموکل لا یصح طلبه ولو ان

ہے کہ شفیع اول پورے مکان میں شفعہ کا دعوی کرے اور اگر شفیع نے اس گمان سے کہ میں نصف مکان کا مستحق ہوں نصف مکان کا دعوی کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونوں شفیع حاضر ہوں اور ہر ایک نصف نصف مکان کا دعوی کرے تو دونوں کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ باقی نصف کا دعوی نکرنا اوس باقی میں شفعہ کا ترک کرنا ہے لہذا اوس نصف میں تو اس طرح باطل ہوا اور جب نصف میں باطل ہوتا ہے تو کل میں باطل ہو جاتا ہے۔

(۶۷) ناطقی رح نے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے شفیع کے مکان سے ملا ہوا ایک مکان خریدا بعد ازاں شفیع نے آکر اوس سے کہا بذریعہ شفعہ کے اس مکان کا نصف مجکو دیدے اور مشتری نے انکار کیا تو شفعہ باطل ہوگا یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ نصف کا طلب کرنا باقی کا ترک کر دینا نہیں ہے اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا میں اس مکان کا شفیع ہوں اس لئے بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دیدے تو میں باقی نصف مکان تیرے لیے چھوڑ دونگا یہ سنکر مشتری نے انکار کیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا۔

(۶۸) اگر ایک شخص کو ایک مکان خرید کرنے کے لیے وکیل کیا اور اوسنے مکان خرید کر قبضے میں لے لیا اور ہنوز موکل کے قبضے میں وہ مکان نہیں دیا تھا کہ شفیع نے وکیل کے پاس آکر شفعہ کو طلب کیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کو وہ مکان تسلیم کر دیا تھا تو شفیع کا طلب کرنا صحیح نہوگا اور اگر شفیع نے وکیل کے لئے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسکا

الشفیع سلم الشفعة للوکیل صح تسلیمه سواء کانت الدار فی یده او لم تکن۔

یہ چھوڑنا صحیح ہو جائیگا خواہ وہ مکان اوسوقت وکیل کے قبضے مین ہو یا نہو۔

(۶۹) الوکیل بطلب الشفعة اذا سلم الشفعة للمشتری جاز عند ابی حنیفة وابی یوسف رح وهو بمنزلة تسلیم الاب والجد شفعة الصغیر

(۶۹) اگر ایک شخص طلب شفعہ کا وکیل تھا اور اوسنے مشتری کے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رح کے نزدیک جائز ہے جسطرح باپ یا دادا نابالغ کے شفعہ کو چھوڑ دے تو جائز ہوتا ہے۔

(۷۰) رجل له شفعة عند القاضی فانه یقدم القاضی الی السلطان وان کانت شفعته عند السلطان وامتنع القاضی عن احضاره کان الشفیع علی شفعته لانه ترك الطلب بعذر۔

(۷۰) اگر قاضی پر ایک شخص کا شفعہ ہو تو وہ شخص قاضی کو سلطان کے پاس لیجا سکتا ہے اور اگر خود سلطان پر اوسکا شفعہ ہو اور قاضی سلطان کو حاضر نکر سکا تو شفیع اپنے شفعہ پر قائم رہیگا کیونکہ وہ طلب نکرنے مین معذور ہے۔

(۷۱) رجل اشتری لابنه الصغیر دارا والاب شفیعها کان للاب ان یاخذها بالشفعة لان الاب لو اشتری مال ولده الصغیر لنفسه جاز واذا اراد ان یاخذ ویطلب یقول اشتریت واخذت بالشفعة فتصیر الدار له ولا یحتاج الی القضاء ولو کان مکان الاب وصی فالجواب فیه کالجواب فی شراء الوصی مال الیتیم لنفسه علی قول من یملك ذلك یکون الوصی بمنزلة الاب وعلی قول من لا یملك ذلك فله الشفعة ایضا لکن یقول اشتریت وطلبت الشفعة ثم یرفع الامر الی القاضی حتی ینصب القاضی

(۷۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور خود باپ اوسمین شفیع ہے تو یہ باپ اوس مکانکو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ باپ اگر اپنے نابالغ لڑکے کا مال خود خریدے تو جائز ہے اور جب اوسکو لینا اور طلب کرنا منظور ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے اوس مکان کو خرید لیا اور شفعہ سے لے لیا صرف یہ کہنے سے یہ مکان اوسکا ہو جائیگا اور قاضی کے کہنے کی ضرورت نہو گی اور اگر باپ کی جگہ باپ کا وصی ہو تو اوسکا حکم وصی کے مانند ہو کہ وصی یتیم کے مال کو اپنے لیے خریدے جن لوگوں کے نزدیک اوسکو یہ اختیار ہے اونکے نزدیک وصی بمنزلہ باپ کے ہو اور جنکے نزدیک یہ اختیار نہین ہو اونکے نزدیک بھی وصی کو شفعہ ہو مگر اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے یہ مکان خرید لیا اور شفعہ طلب کر لیا پھر اس امر کو قاضی کے روبرو پیش کرنا چاہیے تاکہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک متولی مقرر کرے

وصیاعن الصبی فیاخذ الوصی منہ بالشفعۃ ویسلم الوصی الثمن الی القیم ثم بعد ذلک یسلم القیم الی الوصی

جس سے یہ وصی شفعہ کا مطالبہ کرے اور اوس متولے کو ثمن ادا کرے بعد ازان یہ متولے ثمن کو اس وصی کی سپردگی مین دے۔

(۷۲)، الشفیع بالجوار اذا باع الدار التی یستحق بہا الشفعۃ الا شقصا منہا لا تبطل شفعتہ لان ما بقی یکفی للشفعۃ ابتداء فیکفی لبقائہا۔

(۷۲)، اگر شفیع بالجوار نے ایک مکان جسکے ذریعہ سے وہ شفعہ کا مستحق ہے فروخت کیا مگر اوسکا ایک حصہ رہنے دیا تو شفعہ باطل نہو گا کیونکہ وہ ایک حصہ خود ابتداء شفعہ کے لیے کافی ہے پس اوسکے بقا کے لیے بھی کافی ہوگا۔

(۷۳)، الشفیع اذا باع الشفعۃ بعد ما وجبت لہ الشفعۃ لانسان او وہبہا لا تبطل شفعتہ لان حق الشفعۃ لا یحتمل التملیک بلفظ الہبۃ والبیع لانہا لم تصادف محلہا۔

(۷۳)، اگر شفیع نے شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد حق شفعہ کسی کے لیے بیع یا ہبہ کر دیا تو شفعہ باطل نہو گا اس لیے کہ ہبہ اور بیع کے لفظ سے حق شفعہ مین احتمال تملیک کا نہین ہے کیونکہ شفعہ ہنوز ناتمام ہے۔

+ + + + + + + + + + + +

(۷۴)، الشفیع اذا ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا بالشفعۃ تبطل شفعتہ وان طلب الشفعۃ ثم ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا یسمع دعواہ لان طلب الشفعۃ اولا اقرار منہ بعدام الملک فلا یسمع دعواہ ولو تصرف المشتری فی الارض المشفوعۃ قبل ان یاخذہا الشفیع بان وہبہا من انسان وسلم او تصدق بہا او اجرہا او جعلہا مسجدا او صلی فیہا او جعلہا مقبرۃ ودفن فیہا او وقفہا وقفا مستقلا لا تبطل

(۷۴)، اگر شفیع نے دعوی کیا کہ یہ مکان مشفوعہ ذاتی میرا مکان ہے شفعہ کے ذریعہ سے نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفعہ طلب کرنے کے بعد مکان مشفوعہ مین ملکیت کا دعوی کیا تو یہ دعوی مسموع نہو گا اسلیے کہ اولاً شفعہ کا طلب کرنا گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ یہ مکان میری ملک نہین ہے لہذا اوسکا دعوی غیر مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے شفیع کے لینے سے پیشتر زمین مشفوعہ مین کسی قسم کا تصرف کیا یعنے اوسکو ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا یا صدقہ کر دیا یا کرایہ پر اوٹھا دیا یا اوسکو مسجد قرار دیکر نماز پڑھنی شروع کر دی یا مقبرہ بنا کر دفن کرنا شروع کر دیا یا ہمیشہ کے لیے اوسکو وقف کر دیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہو گا بلکہ اوسکو مشتری کے ان تصرفات کے باطل کرنے کا اختیار

شفعة الشفیع وله ان ینقض تصرف المشتری وان باعها المشتری من غیره کان الشفیع بالخیار ان شاء اخذها بالبیع الاول وان شاء اخذها بالبیع الثانی ولو غرس المشتری فیها کرما او شجرا او بنی فیها بناء او غرس رطبة کان للشفیع ان یقلع ویاخذ الارض بالشفعة وان زرع المشتری فیها زرعا فی القیاس له ان یقلع ویاخذ الارض بالشفعة کما فی الشجر وفی الاستحسان یتوقف الی ان یستحصد الزرع ثم یاخذ بالشفعة۔

ہوگا اور اگر اس مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ زمین مشفوعہ کو اس عرصہ میں بیع کر دیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ خواہ بیع اول سے اوس زمین کو لے لے خواہ بیع ثانی سے اور اگر مشتری نے اوس زمین میں انگور کی ٹٹیان یا اور قسم کے درخت لگائے یا ایک مکان بنا لیا یا ترکاری وغیرہ اوسمیں بو دی تو شفیع کو اون سبکے اوکھاڑنے کا اختیار ہوگا اور زمین کو شفعہ سے لے سکیگا اور اگر مشتری نے صورت مذکورۂ بالامین کھیت بو دیا تو قیاس کا مقتضے یہی ہے کہ شفیع کو اوس کے اوکھاڑ ڈالنے اور بذریعہ شفعہ کے زمین کو لینے کا اختیار دیا جاوے جسطرح بڑے درختون کے اوکھاڑ ڈالنے کا اوسکو اختیار ہے مگر استحسانا کھیت کے کاٹنے تک توقف کیا جائے گا بعد ازان شفعہ سے اوس زمین کو لے سکیگا۔

(۷۵)، ولو اشتری الرجل دارا وزخرفها بالنقوش بشیء کثیر کان للشفیع الخیار ان شاء اخذ واعطا ما زاد وان شاء ترك

(۷۵)، اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور بہت کچھ لاگت لگا کر نقش و نگار سے اوسکو آراستہ کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ خواہ اوس مکان کو زرثمن کے ساتھ اسقدر لاگت بھی دیکر مکان کو لے لے خواہ ترک کر دے۔

(۷۶)، وان حط البائع شیئا من الثمن کان للشفیع ان یاخذ بما وراء المحطوط ولو زاد المشتری للبائع فی الثمن کان للشفیع ان یاخذها بدون الزیادة۔

(۷۶)، اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری سے کچھ قیمت کم کر دی تو شفیع کو بھی اختیار ہوگا کہ اوس کم قیمت سے مکان کو لے لے اور اگر مشتری نے بائع کے لیے کچھ قیمت اضافہ کر دی تو شفیع کو بدون اس زیادتی کے اوس مکان کے لینے کا اختیار ہوگا۔

(۷۷)، ولو تقایل البائع والمشتری لا تبطل الشفعة ولکن لو انفسخ البیع بینهما بخیار شرط او رویة

(۷۷)، اگر بائع اور مشتری نے باہم رضامندی سے بیع کو واپس کر دیا تو شفعہ باطل نہ ہوگا اسیطرح اگر خیار شرط یا خیار رویت یا عیب کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد

له نقصان سے
[illegible]
خلاف قیاس ہے
[illegible]

او الرد بالعیب بعد القبض بقضاء القاضی ولو کانت الشفعة بالجوار فباع الشفیع دارہ التی یستحق بها الشفعة بطلت شفعته۔

بحکم قاضی بیع فسخ ہو جائے تو بھی شفعہ نہین باطل ہوگا اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے وہ شفیع ہے بیچ کر دے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۷۸) ولو اجر الرجل دارا مدة معلومة ثم باعها قبل مضی المدة والمستاجر شفیعها قال ابو نصر رح یجوز البیع بین البائع والمشتری ولا یقدر البائع علی تسلیم الدار الا برضا المستاجر واجازته فان طلب المستاجر الشفعة کان طلبه اجازة للبیع فیبطل الاجارة وله الشفعة هو بخلاف ما اذا باع الدار وضمن الشفیع الدرك للمشتری اوضمن الثمن للبائع فانه لا یکون له الشفعة لان ثمه تعلق جواز البیع بضمانه فصار الشفیع بمنزلة البائع فلا یکون له الشفعة اما ههنا بیع المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر فلا تبطل شفعته باجازته۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تمام ہونے کے پہلے اوسکو فروخت کر دیا اور یہی کرایہ دار اوسکا شفیع تھا تو ابو نصر رح کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین صحیح ہو جائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کیلیے آیندہ کے بیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہو جاوے یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہو جاوے کہ یہان اوسکا شفعہ قائم نرہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ نہوگا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(۷۹) واذا طلب الشفیع طلب المواثبة والاشهاد وابی المشتری ان یسلم الیه الدار فانه یرفع الامر الی القاضی ویطلب منه التملیك ولا یملکها الشفیع الا بقضاء

(۷۹) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے اپنا معاملہ قاضی تک پہونچاوے اور اوس سے طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے شفیع اوس مکان کا مالک نہوگا۔

اورضاء حتی لو بیعت دار اخری
بجنب الدار المشفوعة ثم قضى
القاضى للشفيع بالشفعة ثم دفعها
اليه لا يكون لهذا الشفيع ان
ياخذ الدار الثانية بالشفعة
لان الشفيع لم يكن جار الدار الثانية
قبل قضاء القاضى وكذا لو جعل
الشفيع داره التى يستحق بها الشفعة
مسجدا او وقفها وقفا مستقلا او جعلها
مقبرة ثم قضى له بالشفعة فانه
لا يكون شفيعا للدار الثانية لان
قيام الملك له فيما يستحق به الشفعة
شرط وقت القضاء والمسجد والوقف
المستقل بمنزلة الزائل عن
ملكه۔

(۸۰) ولو ان الشفيع بعد طلب
المواثبة والاشهاد لم يرفع الامر
الى القاضى ان لم يتمكن من الرفع
بمرض او حبس او منع مانع ولم يجد
من يوكل بالخصومة لا تبطل شفعته
وان لم يكن يرفع مع التمكن من المرافعة
ذكر فى الكتاب انه على شفعته
ابدا وان طال الزمان قالوا هذا
قول ابيحنيفة رح واختلفت الروايات
عن محمد رح فى رواية اذا مضى شهر

اور اگر قاضی حکم نہ دے تو باہمی رضامندی کا ہونا
چاہیے ہے کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوئی اور
مکان فروخت ہوا اور پھر قاضی نے شفیع کے لیے
شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلادیا تو شفیع
اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لیگا
اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان
فروخت شدہ کا ہمسایہ نہیں ہوا اسیطرح اگر شفیع نے اپنے
مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنادیا
یا ہمیشہ کے لیے وقف کردیا یا اوسکو مقبرہ کردیا بعد ازان
قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا تو یہ شفیع دوسرے
مکان کا شفیع نہوگا اسلیے کہ حکم قاضی کیوقت یہ بات
شرط ہے کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہے اوس وقت
وہ مکان شفیع کے ملک مین قائم ہو اور مسجد
اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے
ملک سے خارج ہوگیا۔

(۸۰) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر شفیع
نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دو صورتین
ہین اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچا سکا یا کوئی مانع
پیش آگیا جسکے وجہ سے شفیع کو پیروی کے لئے کوئی وکیل
میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر باوجود قدرت
کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب مین مذکور ہے کہ وہ شخص ہمیشہ
اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذرجائے فقہا
کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب یہی ہے اور امام
محمد رح سے اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین ایک
روایت یہ ہے کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

ولم يرفع مع التمكن بطلت
شفعته وفي رواية
اذا مضى شهر وثلثة ايام وفي رواية
اذا مضت ثلثة ايام ولم يرفع بطلت
شفعته واختلفت الروايات فيه عن
ابي يوسف رح ايضا والفتوى على
انه مقدر بشهر۔

(۱۸۱) واذا رفع الامر الى القاضي
فان القاضي لا يسمع دعواه الا بحضرة
الخصم فان كانت الدار في يد البائع
يشترط سماع الدعوى حضرة البائع
والمشتري لان الشفيع يطلب
القضاء بالملك واليد جميعا والملك
للمشتري واليد للبائع فيشترط حضرتهما
وان كانت الدار في يد المشتري
كفاه حضرة المشتري فان احضر
الخصم وجاء اوان الدعوى يقول
ان هذا اشترى دارا بكذا وانا
شفيعها ويقول له القاضي اين الدار
التي تريد شفعتها بين لي موضعها
وحدودها لان القاضي لا يتمكن
من القضاء الا بمعلوم والدار اذا لم
تكن بحضرتهما لا تصير معلومة
الا ببيان الحدود فاذا بين الحدود
يقول له القاضي باي سبب

اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش نکرے تو اوس کا
شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت مین ایک
مہینا تین روز اور ایک روایت مین ہے کہ اگر تین روز بھی
گذر جائین اور قاضی کیطرف چارہ جوئی اپنے معاملے کی نکرے
تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف سے بھی
اسمین روایات مختلف ہین اور فتوی یہ ہے کہ ایک مہینے تک
چارہ جوئی نکرے گا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۸۱) جسوقت شفیع قاضی کے پاس اپنا مقدمہ
لیجاے تو جب تک اوسکا مدعا علیہ حاضر نہوگا قاضی
اوسکے دعوے کی سماعت نکرے گا اور اگر مکان ہنوز
بایع کے قبضہ مین ہے تو دعوے کی سماعت کے لیئے
دونون بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے
اس لیئے کہ شفیع قاضی سے ملک اور نیز قبضہ کا
حکم چاہتا ہے اور صورت مذکورہ مین ملک مشتری کی
ہے اور قبضہ بائع کا ہے لہذا دونون کا حاضر ہونا
شرط ہے اور اگر مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہے
تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور جسوقت
مدعی مدعا علیہ دونون حاضر ہو جائین اور دعوی کرنے کا
وقت آئے تو مدعی یعنے شفیع کو مدعا علیہ کیطرف اشارہ کر کے
قاضی کے روبرو یہ کہنا چاہیے کہ اسنے ایک مکان اسقدر قیمت سے
خریدا ہے اور مین اوسمین شفیع ہون اور قاضی کو یہ کہنا چاہیے
کہ جس مکان مین تو شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوسکا پتا و نشان
اور اوسکے حدود مجھسے بیان کر اسلیے کہ قاضی مجہول خبر پر
حکم نہین دے سکتا اور مکان جسوقت کہ قاضی کے
سامنے موجود نہین ہے بغیر بیان حدود کے اوسکو معلوم

طلب الشفعة لان اسباب الشفعة مختلفة بعضها مقدم على البعض فلابد من بيان السبب۔

فصل فى ترتيب الشفعاء

٨٢، قال فى الكتاب الخليط وهو الشريك فى نفس البقعة احق من الشريك اراد بالشريك هو الشريك فى حقوق الدار والشريك احق من الجار والجار احق من غيره وصورة هذا الترتيب منزل بين رجلين فى دار مشتركة بين احد هذين الرجلين وبين رجل اخر وسها وهذه الدار فى سكة غير نافذة وعلى ظهر هذا المنزل دار لرجل اخر باب تلك الدار فى سكة اخرى فباع احد الشريكين المنزل فالدار نصيبه من المنزل كان الشريك فى المنزل اولى بالشفعة من غيرها لانه شريك فى نفس البقعة المبيعة فان سلم هو الشفعة كان الشريك فى الدار اولى بالشفعة من الشركاء فى السكة لانه شريك فى الطريق الخاص وهو الطريق فى الدار فان سلم هو فاهل السكة احق بالشفعة

نہین ہو سکتا جب یہ شفیع مکان کے حدود وغیرہ بیان کردے تو قاضی کو اوس سے یہ کہنا چاہیے تو کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اس لیے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہوتے ہین اور بعض بعض پر مقدم ہوتے ہین لہذا سبب کا بیان کرنا شفیع کو ضروری ہے

ترتیب شفعہ کا بیان

(٨٢، کتاب مین بیان کیا ہے کہ خلیط یعنے نفس مکان مین شریک (شریک پر مقدم ہے دوسرے شریک سے وہ شخص مراد لیا ہے جو مکان کے حقوق مین شریک ہو اور شریک جار پر مقدم ہے اور جار اور لوگون پر مقدم ہے اور اس ترتیب کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک کمرے مین زید اور عمرو شریک ہین اور وہ کمرہ ایک ایسے مکان مین واقع ہوا ہے جسمین عمرو اور خالد شریک ہین اور یہ مکان کوچہ سربستہ مین واقع ہے اور اوس کمرہ کی پشت پر کسی اور شخص کا مکان ہے جس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے اس صورت مین زید نے اپنا حصہ جو اوس کمرہ مین ہے فروخت کیا تو سب شفیعون پر عمرو کو تقدم ہوگا اس لیے کہ وہ خاص اوس کمرہ مین شریک ہے اور جس وقت کہ عمرو اپنے شفعہ کو ترک کردے گا تو خالد کو اور شفیعون پر تقدم ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہے یعنے اوس راستہ مین جو اوس کے مکان مین پایا جاتا ہے اگر یہ شخص شفعہ کو چھوڑ دے گا تو کوچے والون کو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ راستے مین شریک ہین اگر کوچہ والے بھی شفعہ چھوڑ دین گے تو اوس وقت جار ملاصق

لانهم شركاء في الطريق فان سلم اهل السكة كانت الشفعة للجار الملاصق وهو الذي على ظهر المنزل

یعنے اوس شخص کو شفعہ ہوگا جسکا مکان اس کمرہ کی پشت پر واقع ہے۔

+ + + + + + + + + + +

(٨٣) ولا شفعة في الوقف لا للقيم ولا للموقوف عليه۔

(٨٣) اگر وقف کے مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین شفعہ نہین ہے نہ وقف کے متولی کو نہ اوس شخص کو جسکے لیے وہ مکان وقف کیا گیا ہے۔

(٨٤) ولا شفعة في بيع الكردار وهي التي تكون في الارض على نهر الموالي لان الكردار نقلي ولا شفعة في المنقولات۔

(٨٤) سلطان کی زمین جو کاشت کے لیے لوگونکو دی گئی ہے اور کاشتکارون نے مکانات وغیرہ بنالیے ہین اگر یہ مکانات وغیرہ فروخت کیے جائین تو اوسمین شفعہ نہین ہے اس لیے کہ وہ منقول ہین اور منقولات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(٨٥) ولا شفعة في الاراضي التي حازها الامام لبيت المال وكذا الاراضي الميان ديهية وهي التي يزرعها الاكرة لا يجوز بيعها۔

(٨٥) جن اراضیات کو سلطان نے بیت المال کے لیے رکھا ہے اونمین بسبب عدم جواز بیع کے شفعہ نہین ہوسکتا اور اسیطرح میان دیہی اراضیات مین شفعہ نہین ہوسکتا کیونکہ اونکی بیع جائز نہین ہے۔

(٨٦) ولا شفعة فيما كبس المزارع منها التراب۔

(٨٦) کاشتکار نے سلطان کی زمین مین جو بھراؤ ڈالا ہے اوسمین شفعہ نہین ہوتا۔

(٨٧) ويجوز بيع الكردار اذا كان معلوما ولا شفعة فيها لما قلنا۔

(٨٧) غلے کی بیع درست ہے بشرطیکہ مجہول نہو مگر اوس مین شفعہ نہین ہے اس واسطے کہ وہ منقول ہے۔

(٨٨) رجل اوصى بغلة داره لرجل وبرقبتها للاخر فبيعت دار بجنب هذه الدار كانت الشفعة للموصى له بالرقبة۔

(٨٨) ایک شخص نے اپنے ایک مکان کے بابت یہ وصیت کی کہ اسکے آمدنی زید کو دیجائے اور خود یہ مکان عمرو کو دیا جائے پھر اس مکان کے پہلو مین کسی کا مکان فروخت ہوا تو عمرو کو اوسمین حق شفعہ ہوگا زید کو نہوگا۔

(٨٩) رجل اخذ ارضا مزارعة وزرع فيها فلما صار الزرع بقلا اشترى المزارع الارض مع نصيب

(٨٩) ایک شخص نے کسی سے کاشت پر ایک زمین لی اور اوسمین کھیت بویا جب یہ کھیت جم نکلا تو کاشتکار نے اس زمین کو مع اوس حصے کے جو زمیندار کا اوس کھیتی مین

رب الارض من الزرع ثم جاء الشفيع فله الشفعة في الارض وفي نصف الزرع الا انه لا ياخذ بالشفعة حتى يدرك الزرع لان نصف الارض مشغول بنصيب المزارع

تھا خرید لیا بعد از ان شفیع آکر موجود ہوا تو اوس زمین مین اور زمیندار کے حصے مین اوس کا شفعہ ہے مگر جب تک کھیتی پک کر تیار نہو جائیگی شفیع اوس کو نہ لے سکیگا اسواسطے کہ نصف زمین کاشتکار کے حصے مین رُکی ہوئی ہے۔

(۹۰) دار فيها ثلث بيوت بيت في اول الدار ثم البيت الثاني بجنب هذا البيت ثم البيت الثالث بجنب الثاني كل بيت لرجل واحد باع واحد منهم بيته ان كان طريق البيوت في الدار كانت الشفعة للباقين بحكم الشركة في الطريق وان كان ابواب البيوت في سكة واحدة نافذة لا في الدار فان بيع البيت الاوسط فالشفعة لصاحب الاعلى والاسفل هما سواء لانهما جاران متلازقان احدهما على اليمين والاخر على اليسار وان بيع البيت الاعلى كانت الشفعة لصاحب الاوسط لا غير لانه جار وان بيع البيت الاسفل كانت الشفعة لصاحب الاوسط لانه جار ملازق۔

(۹۰) ایک احاطہ مین تین مکان ہین جنمین سے ایک مکان احاطہ کے شروع مین اور دوسرا اس مکان کے پہلو مین اور تیسرا مکان اس دوسرے مکان کے پہلو مین واقع ہے اور یہ تینون مکان تین شخصون کے ہین جنمین سے ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا تو اون مکانات کو دیکھا جائیگا اگر انکا راستہ اسی احاطہ مین ہے تب تو شرکت راستے کے سبب سے دو باقی مکان والونکا شفعہ ہوگا اور اگر ان مکانات کے دروازے احاطہ مین نہین ہین بلکہ ایک کوچہ مین نکلتے ہین جو سربستہ نہین ہے اگر ان تینون مکانات مین سے درمیان کا مکان فروخت ہوا تو داہنے اور بائین والے کو برابر حق شفعہ ہوگا کیونکہ وہ دونون جار ملازق ہین ایک اس طرف سے ایک اوس طرف سے اور اگر اخیر کا مکان فروخت ہوا تو صرف درمیان والیکو شفعہ ہوگا کیونکہ جار وہی ہے اور اگر شروع کا مکان فروخت ہوا تو فقط درمیان والے کو شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہی اوس کا جار متصل ہے۔

(۹۱) سكة غير نافذة فيها سكة اخرى غير نافذة بيعت في السكة

(۹۱) ایک کوچہ سربستہ مین دوسرا کوچہ سربستہ واقع ہے اور اس پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف

السفلی دار کانت الشفعة لاهل السکة السفلی لان لهم شرکة فی الطریق الخاص وهی السکة السفلی ولو بیعت فی السکة العلیا دار کانت الشفعة لاصحاب السکتین جمیعا لاستوائهم فی الشرکة فی الطریق۔

(۹۲) وکذلک نهر خاص شق منه نهر اخر فبیع ارض علی النهر الصغری کانت الشفعة لاصحاب النهر الصغری ولو بیع ارض علی النهر الاول کانت الشفعة لاصحاب النهرین جمیعا۔

(۹۳) دار بیعت ولها بابان فی سکتین فانکانت هذه الدار فی القدیم دارین باب احدهما فی سکة غیر نافذة وباب الاخری فی السکة الاخری مثلها فاشتراها رجل ورفع الحائط بین الدارین حتی صارتا دارا واحدة فلاهل کل سکة ان یاخذ الجانب الذی کان بابه فی تلك السکة وانکانت هذه الدار المبیعة فی الاصل واحدة ولها بابان کانت الشفعة لاهل السکتین فی جمیع الدار بالسویة انما یعتبر فی هذه القدیم

اسی کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ سب اس کوچہ کے طریق خاص مین شریک ہین اور اگر دوسرے کوچہ مین مکان فروخت ہوا تو دونون کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ دونون کوچہ والون کو راستہ مین برابر شرکت ہے۔

* * * * * * * * * * *

(۹۲) اسیطرح اگر ایک نہر خاص مین سے دوسری چھوٹی نہر نکالی گئی ہے اور اس چھوٹی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو اوسی نہر والون کو شفعہ ہوگا بڑی نہر والونکو نہوگا اور اگر بڑی نہر پر ایک زمین فروخت ہوئی تو دونون نہر والون کو حق شفعہ ہوگا۔

(۹۳) ایک مکان فروخت ہوا جسکے دو دروازے ہین اور ہر ایک دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ مکان ہمیشہ سے دو مکان تھے جنمین سے ایک کا دروازہ ایک کوچہ سربستہ مین اور دوسرے کا دروازہ دوسرے کوچہ سربستہ مین واقع تھا اور اب کسی شخص نے اوسکو خرید کر دونون مکان کے درمیان کی دیوار گراکر اوسکو ایک مکان کرلیا ہے تو ہر کوچہ والیکو اسبات کا استحقاق ہوگا کہ مکان کے جس جانب کو دروازہ اس کوچہ مین ہے صرف اوسی جانب کو یہ کوچہ والا بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر یہ مکان فروخت شدہ اصل مین ایک مکان تھا جسکے دو دروازے تھے تو دونون کوچہ والونکو پورے مکان مین برابر حق شفعہ ہوگا بہرحال مکان کی اصل حالت کا لحاظ کیا جائیگا حالت موجودہ کا

دون الحادث۔

لحاظ نکیا جائیگا۔

(۹۴) وكذلك سكة غير نافذة رفع حائطها الى الطريق الاعظم حتى صارت نافذة بيع فيها دار كانت الشفعة لاهل السكة بالسوية لان هذه السكة وان جعلت نافذة لم تكن نافذة في القديم ولهم ان يسدوا الطريق وكذلك حين رفع الحائط لو قالوا جعلناها طريقا له وللعامة لان لهم ان يسدوا ويجعلوها كما كانت۔

(۹۴) اسیطرح اگر کوچہ سربستہ کی دیوار جو شارع عام کیطرف تہی گرادیگئی اور اب وہ سربستہ نرہا اگر اس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو ان کوچہ والون کو برابر حق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کوچہ اگرچہ اسوقت مین سربستہ نہین ہو مگر قدیم سے وہ سربستہ تہا اور اب بہی اونکو راستہ بند کرنے کا اختیار ہے اسیطرح اگر دیوار گرجانیکے بعد کوچہ والے یہ بات کہدین کہ ہم نے اوسکو شارع عام کردیا اوسوقت بہی اونکو برابر حق شفعہ ہوگا اسلیے کہ وہ پہر اوس کوچہ کو بند کرسکتے ہین۔

\+ + + + + + + + + +

(۹۵) سكة في اقصاها دار طريق هذه الدار في سكة نافذة بيع هذه الدار فان كان طريق الدار طريقا للعامة وليس لاهل السكة ان يمنعوهم فلا شفعة لاهل السكة انما الشفعة تكون لجار الدار وان كان طريق هذه الدار خاصة ولاهل السكة ان يمنعوا العامة عن الدخول في سكتهم كانت الشفعة لاهل السكة وكذلك سائر السكك التي كانت في الخطة النافذة لا شفعة لهم فان احدثوا النفاذ فلهم الشفعة۔

(۹۵) ایک کوچہ کے انتہا پر ایک مکان واقع ہے جسکا راستہ غیر سربستہ کوچہ مین ہو اب یہ مکان فروخت ہوا پس اگر اس مکان کے راستہ کو تمام لوگ آتے جاتے ہین اور کوچہ والونکو لوگونکے منع کرنیکا اختیار نہین ہو تو ان کوچہ والون کو شفعہ نہین ہو بلکہ صرف ہمسایہ کو شفعہ ہو اور اگر اوس مکان کا راستہ خاص ہو اور کوچہ والونکو بہی یہ اختیار حاصل ہو کہ لوگونکو اپنے کوچہ مین نہ آنے دین تو اوسوقت مین ان کوچہ والونکو شفعہ ہوگا اسیطرح تمام کوچون کا حال ہے کہ جو کوچہ شاہی سڑک مین ہے تب تو اونکا شفعہ نہین ہے اور جس کوچہ سربستہ مین لوگون نے راستہ نکال لیا ہے اوسمین اونکا شفعہ ہو۔

\+ + + + + + + +

۹۶، سكة غير نافذة اقصاها مسجد وطرف من اطراف المسجد الى الطريق الاعظم فهى سكة نافذة وان كانت جوانب المسجد كلها بيوت الناس كانت الشفعة لاهل السكة وهذا اذا كان المسجد خطة فان لم يكن خطة وانما احدثه اهل السكة وجبت لهم الشفعة وكذلك حكم السكك التى فى اقصاها الوادى ببخارا فهى سكة نافذة لانهم يخرجون الى الوادى والوادى بمنزلة الطريق۔

۹۶، ایک کوچہ سربستہ کی انتہا پر مسجد بنی ہوی ہے اور مسجد کے ایک طرف شارع عام کی جانب ہو تو وہ کوچہ سربستہ نہ سمجھا جائیگا اور اگر مسجد کے تمام جوانب مین لوگونکی گھر ہین تو کوچہ والونکو شفعہ ہوگا مگر یہ اوس وقت ہے کہ وہ مسجد شاہی ہو اور اگر شاہی مسجد نہین ہے بلکہ کوچہ والون نے بنالی ہے تو اونکا شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح بخارا کے اون کوچون کا حکم ہے جو جنگل کیطرف نکلتے ہین کہ وہ جنگل بمنزلہ سڑک کے سمجھا جائے گا اور یہ کوچے سربستہ نہین ہین۔

۹۷، علو لرجل وسفل لآخر وطريق العلو فى السكة العليا لا فى السفلى باع صاحب السفل سفله كان لصاحب العلو ان يأخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فكانا جارين ولو انه طلب الشفعة فانهدم العلو قبل ان يأخذ او كان العلو منهدما حين بيع السفل كان لصاحب العلو ان يأخذ السفل بالشفعة فى قول محمد رح لان له حق التعلى على العلو فيأخذ بذلك وقال ابو يوسف رح اذا انهدم العلو لا شفعة له۔

۹۷، ایک دو منزلہ مکان ہے جسمین سے نیچے کا درجہ ایک شخص کا اور اوپر کا درجہ دوسرے شخص کا ہے اور اوپر والے کا راستہ نیچے کے مکانمین نہین ہی بلکہ شارع عام کیطرف ہی اگر اس صورت مین نیچے والا اپنا مکان فروخت کرے تو اوپر والے کا اوسمین شفعہ ہی اسلیے کہ نیچے کے درجہ کو اوپر کے درجہ سے اتصال ہی لہذا انمین سے ہر ایک دوسرے کا جار ہی اور اگر اوپر والے نے شفعہ کا دعوی کیا مگر ہنوز نیچے کا مکان بذریعہ شفعہ کے اوسکو نملا تھا کہ اوپر کا مکان گر پڑا یا جسوقت نیچے کا مکان فروخت ہوا ہی اوسوقت اوپر کا مکان گرا ہوا تھا امام محمد رح کے نزدیک اس صورتمین بھی نیچے کے مکانکو شفعہ سے لیسکتا ہی اس لیے کہ اوسکو اوپر بنانیکا حق بھی حاصل ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اوپر کا مکان گر جائے تو پھر اوسکو شفعہ نہین ہوتا۔

(٩٨) وصاحب السفل لشفعة العلو احق من الجار في قول ابي حنيفة رح اذا لم يكن للجار شركة في الطريق۔

(٩٨) امام صاحب کے نزدیک نیچے والا اوپر والے کے شفعہ مین جار پر مقدم ہے بشرطیکہ جار کو راستہ مین شرکت نہو۔

(٩٩) والشركة بالخشبة التي تكون على حائط الغير وله حق وضع الخشبة لا غير يكون جارا ولا يكون شريكا۔

(٩٩) اگر ایک شخص کی کڑی دوسرے کی دیوار پر رکھی ہوی ہو اور اوس دیوار مین بجز اسبات کے کہ وہ کڑی کو رکھ لے کوئی اوسکا حق نہین ہو تو یہ شخص جار ہوگا شریک نہوگا۔

(١٠٠) سكة مستطيلة غير نافذة ينشعب منها زائغة مستطيلة غير نافذة بيعت دار من الزائغة كانت الشفعة لاهل الزائغة لشركتهم في طريق خاص۔

(١٠٠) اگر ایک دراز کوچہ سربستہ ہو جس مین ایک دراز خم سربستہ نکلتا ہے اس خم مین اگر کوئی مکان فروخت ہو تو صرف خم والون کو شفعہ ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہین۔

(١٠١) وان بيعت دار من السكة العليا كانت الشفعة لاهل السكة والزائغة جميعا لاستوائهم في المرور في السكة العليا۔

(١٠١) اگر صورت مذکورہ بالا مین اوس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو سب لوگون کو اوسمین شفعہ ہوگا کوچہ والون کو بھی اور خم والون کو بھی اسواسطے کہ یہ سب لوگ اوس کوچہ کے اندر آمد و رفت کرنے مین برابر ہین۔

(١٠٢) وكذلك نهر لقوم تنشعب منه ساقية لقوم باع رجل من اهل الساقية ارضا شربه من الساقية كانت الشفعة لاهل الساقية۔

(١٠٢) اسیطرح اگر چہ لوگون کی ایک نہر ہو جسمین سے ایک چھوٹی نہر دوسرے لوگونکے لیے نکلی ہو اور چھوٹی نہر والون مین سے ایک شخص نے اپنا کھیت فروخت کیا جسکی آب پاشی چھوٹی نہر سے ہوتی ہو تو صرف چھوٹی نہر والون کو اوسمین شفعہ ہوگا۔

(١٠٣) وان بيع ارض على النهر الاول كانت الشفعة لاهل النهر والساقية جميعا۔

(١٠٣) اگر صورت مذکورہ بالا مین بڑی نہر کی کوئی زمین فروخت ہوئی تو بڑی نہر والون کو اور نیز چھوٹی نہر والون کو شفعہ ہوگا۔

(١٠٤) قراح في وسط ساقية جارية شرب القراح من الساقية من

(١٠٤) اگر ایک جاری نہر ہے اور اوسکے وسط مین ایک باغ واقع ہو جسکی آب پاشی دونون طرف سے اسی نہر سے ہوتی ہو

الجانبين فبيع القراح فجاء شفيعان لهذا القراح احدهما على يمين الساقية والآخر على شمال الساقية كانت الشفعة لهما جميعا لان الساقية من القراح وكانت من اجزاء القراح فكل واحد منهما يكون جارا للقراح

(۱۰۵) رجل له دار فيها مقاصير باع منها مقصورة معينة او طائفة معلومة وللدار جار على جانب واحد منها كان لهذا الجار الشفعة وان لم يكن جارا لتلك المقصورة ولا لتلك الطائفة لان المبيع من جملة الدار فكان جار الدار جار المبيع ولو ان الشفيع سلم شفعته ثم ان المشتري باع تلك المقصورة لم يكن لجار الدار شفعة في المقصورة اذ لم يكن هو جارا لتلك المقصورة لان المقصورة بعد بيعها لم تبق من اجزاء الدار۔

(۱۰۶) وكذلك الرجل اذا اشترى بيتا من دار والدار كلها لرجل واحد كان لجار الدار شفعة في البيت وان لم يكن هو جار الذلك البيت فلو ان الشفيع سلم الشفعة ثم باع مشتري البيت ذلك البيت

اب یہ باغ فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین ایک نہر کے داہنی طرف سے ایک بائین طرف سے تو اون دونو نکا شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ نہر باغ مین جاتی ہے اور باغ کا جز ہے لہذا اون دونون مین سے ہر شخص باغکا جار ہوگا۔

+ + + + + +

(۱۰۵) اگر ایک شخص کے احاطہ مین چند کوٹھریان ہین جنمین سے ایک خاص کوٹھری یا ایک ملس قطعہ اوسنے فروخت کیا اور ایک شخص اوس احاطہ کا جار ہو تو اس جار کا شفعہ ہوگا اگرچہ وہ جار اوس کوٹھری یا اوس قطعہ کا جار نہو اسلیے کہ بیان بر مبیع اوس احاطہ کا جزو ہے پس جو شخص احاطہ کا جار ہے مبیع کا بہی جار ہے اور اگر شفیع نے اپنا شفعہ چھوڑ دیا پہر مشتری نے اوس کوٹھری وغیرہ کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کی جار کو اوس کوٹھری مین شفعہ نہوگا جبکہ وہ اوس کوٹھری کا جار نہو اسلیے کہ فروخت ہو جانے کے بعد وہ کوٹھری احاطہ مین شامل نرہی۔

+ + + + + +

+ + + + + +

+ + + + + +

(۱۰۶) اسیطرح اگر ایک شخص کسی احاطہ مین سے ایک کوٹھری خریدے اور وہ احاطہ بالکل ایک شخص کی ملک ہو تو احاطہ کے جار کو اس کوٹھری مین شفعہ ہوگا اگرچہ وہ اس کوٹھری کا جار نہو اور اگر شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا بعد ازان کوٹھری کے مشتری نے اوس کوٹھری کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کے جار کو اوس کوٹھری مین

لم يكن لجار الدار شفعة في البيت۔

(١٠٧) ولو ان رجلا اشترى دارا في سكة غير نافذة ثم اشترى دارا اخرى في تلك السكة كان لاهل السكة ان ياخذ والدار الاولى بالشفعة لان المشترى لم يكن شفيعا وقت الشراء الاول ثم صار هو شفيعا مع اهل السكة في الدار لان المشترى وقت شراء الدار الثانية هو من اهل السكة وكذلك دار بين ثلثة نفر اشترى رجل نصيب احدهم فلجار الدار ان ياخذ الثلث الاول اذا لم ياخذ الشريكان ذلك الثلث ثم لا شفعة له في الثلثين الاخرين لان المشترى شريك في الدار وقت شراء الثلث الثاني والثالث فيكون هو مقدما على الجار۔

(١٠٨) ولو كانت لاربعة نفر فاشترى رجل نصيب الثلاثة واحدا بعد واحد والشريك الرابع غائب ثم حضر فله ان ياخذ نصيب الاول وهو في نصيب الاخرين شفيع مع المشترى۔

١٠٩، ولو اشترى احد الاربعة

شفعہ ہوگا۔

(١٠٧) اگر ایک شخص نے کوچہ سربستہ مین ایک مکان خریدا پھر اوسکے بعد دوسرا مکان اوسی کوچہ مین خریدا تو صرف پہلے مکان مین کوچہ والون کا شفعہ ہوگا اس لیے کہ جبوقت مشتری نے پہلا مکان خریدا ہے اوسوقت اوسکو کسی طرح اوس کوچہ مین شفعہ کا استحقاق نہ تھا مگر خریدنے وقت وہ مشتری بھی اور کوچہ والون کی طرح دوسرے مکان مین شفیع ہوگیا اسواسطے کہ جبوقت اوس نے دوسرا مکان خریدا ہے وہ بھی اوسوقت اوس کوچہ کا رہنے والا ہے۔

اسیطرح اگر ایک مکان مین تین شخص شریک ہین اور اب ایک اور شخص نے اون تینون مین ایک کا حصہ خریدلیا تو اوس مکان کے جار کو اس حصہ کے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ دونون شریک اوسکو چھوڑ دین بعد ازان باقی دو حصونمین جار کا شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ مشتری نے جبوقت باقی حصون کو خریدا ہے اوسوقت وہ مشتری مکان مین شریک تھا لہذا جار پر اوس کو تقدم ہوگا۔

(١٠٨) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک ہین اور کسی نے اونمین سے تین کا حصہ یکے بعد دیگرے خریدلیا اور جو تھا شریک وہان موجود نہ تھا بعد ازان وہ موجود ہوا تو اوسکو صرف پہلے شخص کے حصہ لینے کا اختیار ہے اور اخیر کے دو حصون کو نہین لے سکتا بلکہ مشتری کیطرح وہ بھی شفیع ہے۔

(١٠٩) اگر ایک مکانمین چار شخص شریک تھے جنمین سے

نصیب الاثنین واحدا بعد واحد ثم حضر الرابع کان شفیعا مع المشتری فی النصیبین جمیعا لان فی هذه الصورة کان المشتری شریکا وقت شراء النصیبین جمیعا

١١٠٠، رجل له خمس منازل فی سکة غیر نافذة فباع هذه المنازل فطلب الشفیع الشفعة فی منزل واحد منها ان طلب الشفعة بحق الشرکة فی الطریق لم یکن له ان یاخذ البعض لما فیه من تفریق الصفقة من غیر ضرورة وان طلب الشفعة بالجوار وجاره فی هذا المنزل لاغیر کان له ذلك لانه جار لهذا الواحد خاصة وجنس هذه المسئلة یاتی بعد هذا فی فصل علیحدة۔

ایک شخص نے دو کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک حاضر نہ تھا بعدازان وہ حاضر ہوا تو یہ چوتھا شریک خریدنے والے کے ساتھ دونون حصونمین شفیع ہے کیونکہ اس صورتمین خریدنے والا دونون حصون کے خریدتے وقت شریک ہے۔

١١٠٠، کوچہ سربستہ مین ایک شخص کے پانچ مکان مین اوس شخص نے ان مکانون کو فروخت کیا اور شفیع نے فقط ایک مکانمین شفعہ طلب کیا تو اوسمین دو صورتمین ہین اگر شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے تب تو وہ اس مکان کو نہین لے سکتا اس لیے کہ بلاضرورت عقد کی تفریق لازم آتی ہے اور اگر جوار کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے اور فقط اسی مکان سے اوسکو جوار ہے تو فقط یہ مکان اوسکو ملجائیگا اسواسطے کہ فقط اسی مکان کا وہ جار ہے۔ اسی کے مثل علیحدہ فصل مین ایک اور مسئلہ مذکور ہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

١١١٠، رجل له خان فیه مسجد افرزه صاحب الخان واذن للناس بالتاذین وصلوة الجماعة فیه ففعلوا حتی صار مسجدا ثم باع صاحب الخان کل حجرة فی الخان من رجل حتی صار دربا ثم بیع منها حجرة قال محمد رح الشفعة لجمیعهم لاشتراکهم فی طریق الخان وقد کان الطریق

١١١٠، ایک سرا مین سرا کے مالک نے مسجد بنائی اور لوگون کو اذان کہنے اور جماعت سے نماز پڑہنی کی اجازت دیدی اور لوگون نے اوسکی اجازت کے موافق اذان کہنا اور جماعت سے نماز پڑہنا شروع کردیا حتے کہ وہ مسجد ہوگئی پھر مالک سرا نے سرا کے تمام مکانات مختلف لوگون کے ہاتھ فروخت کرڈالے یہان تک کہ وہ ایک محلہ ہوگیا اب اگر اوسمین کوئی مکان فروخت ہو امام محمد رح کے نزدیک سب لوگ اوسمین شفیع ہین اس لیے

مملوکا۔

کہ سب لوگ سرا کے راستہ مین شریک ہین جسوقت کہ سرا کا راستہ مملوک تھا۔

(۱۱۲) دار بیعت ولها شفیعان بالجوار فطلب الشفعة من المشتری ورفع احدهما المشتری الی حاکم لا یری الشفعة بالجوار فقال له الحاکم لا شفعة لك ثم عزل الحاکم عن القضاء وولی آخر یری الشفعة بالجوار فجاء الشفیع الآخر فقضی هذا القاضی للثانی بالشفعة لم یکن للاول ان یشارکه فی الشفعة لان القاضی الاول قد ابطل شفعته

(۱۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص بسبب جوار کے اوسمین شفیع ہین ان دونون نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور ایک نے مشتری کو شافعی المذہب حاکم کے روبرو پیش کر دیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہے اس حاکم نے اُس سے کہا تیرا شفعہ نہین ہے بعدہ وہ حاکم موقوف ہو گیا اور اوسکی جگہ دوسرے مذہب کا حاکم مقرر ہوا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہے اب دوسرا شفیع آیا اور قاضی نے اس دوسرے کے لیے شفعہ کا حکم دیا تو پہلے شفیع کو شفعہ کے اندر شرکت کا استحقاق نہوگا اس لیے کہ قاضی اول اوسکے شفعہ کو باطل کر چکا۔

(۱۱۳) رجلان اشتریا دارا احدهما شفیعها فلا شفعة للشفیع فیما صار للاجنبی لان شراء الاجنبی لا یتم الا بقبول الشفیع البیع لنفسه۔

(۱۱۳) دو شخصون نے ایک مکان خریدا جنمین سے ایک شخص اوس مکان کا شفیع ہے تو اس دوسرے کے حصہ مین شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ دوسرے کا خریدنا جبتک شفیع اپنے لیے بیع کو قبول نکرے ناتمام ہے۔

(۱۱۴) نهر فیه شرب لقوم وارض النهر لغیرهم فباع رجل ارضه والماء منقطع فی النهر فلهم الشفعة فی قول محمد رح۔

(۱۱۴) ایک نہر سے کچھ لوگ آب پاشی کرتے ہین مگر نہر کی زمین اور لوگون کی ہے اب ایک شخص نے اپنی زمین ایسے وقت مین فروخت کی کہ نہر کا پانی خشک ہو گیا تھا تو امام محمد رح کے نزدیک ان لوگون کا اوسمین شفعہ ہے۔

(۱۱۵) وفی قیاس قول ابی حنیفة رح لا شفعة لهم بحق الشرب اذا کان الماء منقطعا کما فی العلو المنهدم

(۱۱۵) امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موافق صورت مذکورہ مین اگر نہر مین پانی اوسوقت موجود نہو تو آب پاشی کے حق مین انکا شفعہ نہین ہے جسطرح اوپر کا مکان گر جانے سے شفعہ جاتا رہتا ہے۔

(۱۱۶) رجل باع دارا وابنه الصغیر شفیعها لیس للوالد ان یطلب الشفعة لولده لانه باع والصغیر

(۱۱۶) ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا نابالغ بیٹا مکان مین شفیع ہے تو اس شخص کو اپنے بیٹے کے لیے طلب شفعہ کا حق نہین ہے کیونکہ خود اوسنے فروخت کیا ہے اور اگر ایک شخص نے

علی شفعته اذا بلغ۔

۱۱۷۱، اذا ثبت ان الشفعة تثبت
باسباب و بعضها اقدم من البعض
فاذا طلب الشفیع القضاء بالشفعة
لابد من بیان السبب حتی یعلم
القاضی انه بای سبب یقضی فان
بین المدعی السبب وقال بدار لی
یلازق المبیع تم دعواه ویطالب
المدعی علیه بالجواب فان قال
المدعی علیه ماله قبلی شفعة جوابا
تاما ثم یقول للمدعی قد انکر ما ادعیت
فان قال المدعی حلفه لی حلفه
القاضی ثم قال فی الکتاب یحلفه
بالله ما لهذا المدعی قِبلَك شفعة
فی هذه الدار التی ادعاها المدعی
فان حلف انقطعت الخصومة بینهما
الا ان یقیم المدعی البینة علی ما ادعی
وان نکل المدعی علیه لزمته الشفعة

۱۱۸۱، وان قال المدعی علیه فی الجواب
انی قد اشتریت هذه الدار التی
بین المدعی حدودها الا ان
الدار التی فی ید المدعی یطلب بها
الشفعة لیست له کلف المدعی اقامة
البینة علی ان تلك الدار التی فی یدیه
له فان اقام البینة علی الملك یستحق

مکان فروخت کیا اور اسکا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو تو بالغ ہونیکے بعد بھی وہ

۱۱۷۱، جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ شفعہ چند اسباب سے
ثابت ہوتا ہے اور بعض اسباب کو بعض پر تقدم ہو پس
جسوقت قاضی سے شفیع شفعہ کے حکم کی درخواست کرے
تو شفیع پر سبب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی کو اپنے
حکم کا سبب معلوم ہوجائے پس اگر شفیع نے سبب بیان
کردیا مثلاً کہدیا کہ مین اپنے ایک مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا
دعوی کرتا ہون جو فروخت شدہ مکان سے ملا ہوا ہو تو شفیع کا دعوی
تمام ہوجائیگا اور مدعا علیہ سے اوسکا جواب طلب کیا جاویگا اگر مدعا علیہ نے
جواب دیا کہ میری طرف اسکا شفعہ نہین ہو تو اوسکا جواب پورا
ہوگیا پھر قاضی مدعی سے یہ بات کہیگا کہ مدعا علیہ تیرے
دعوی سے منکر ہے اسپر اگر مدعی نے کہا میرے طرف سے
اسکا حلف لو تو قاضی کو اوس سے حلف لینا چاہیے پھر
کتاب مین بیان کیا ہو کہ قاضی اوس سے یہ حلف لے کہ خدا کی قسم
جس مکان مین مدعی دعوی کرتا ہو میرے اوپر اوس مکان مین مدعی کا
شفعہ نہین ہو اگر مدعا علیہ نے حلف کرلیا تو اونکا تنازعہ رفع ہوجائیگا
مگر جس صورت مین مدعی اپنے دعوی پر گواہ قائم کردے اور اگر مدعا علیہ
نے حلف سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہوجائیگا۔

۱۱۸۱، اگر مدعا علیہ نے قاضی کی روبرو مدعی کے جواب مین
کہا کہ جس مکان کے حدود مدعی نے بیان کیے مین بلاشبہ اوسکو
مین نے خریدا ہے مگر مدعی کے پاس جو مکان ہو اور جسکے ذریعہ سے
وہ شفعہ طلب کرتا ہے وہ مکان مدعی کا نہین ہو تو اوسوقت مدعی سے
کہا جائیگا کہ اثبات پر گواہ پیش کرے کہ وہ شفعہ کا مستحق ہوجائیگا
اور اگر اوسکے پاس ملکیت کے گواہ نہین ہین مگر اوسنے یہ کہا
کہ مشتری خود اس بات کو جانتا ہو کہ وہ مکان میرا ہے

بها الشفعة وان لم يكن له بينة على الملك ولكن قال ان المشترى يعلم انها لى حلف المدعى عليه بالله ما تعلم ان الدار التى فى يد المدعى بجنب الدار التى اشتريتها له فان حلف لا سبيل له عليه الا ان يقيم المدعى البينة على الملك وان نكل لزمته الشفعة۔

۱۱۹، وان قال المشترى انى قد اشتريت هذه الدار التى يريد ان يأخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعى بشرائى ولم يطلب الشفعة يقول القاضى للمدعى متى اشترى هو هذه الدار فان قال المدعى طلبت الشفعة حين علمت كان صحيحا وكفاه ذلك فان قال المشترى ما طلبت حين علمت كان القول قول الشفيع وان قال الشفيع علمت منذ سنة وطلبت وقال المشترى لم تطلب كان القول قول المشترى وهو كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت فاختصما الى القاضى فقال الزوج حين بلغها الخبر سكتت وقالت رددت حين علمت كان القول قولها وان قالت علمت يوم كذا ورددت لا يقبل قولها۔

تو قاضی کو مدعا علیہ سے یہ حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مدعی کے قبضہ میں میری خرید کردہ مکان کے متصل جو مکان واقع ہے میں نہیں جانتا کہ وہ مدعی کا مکان ہے اگر مدعا علیہ نے یہ حلف کرلیا تو مدعی کا اوسپر کچھ دعوی نہ رہیگا مگر جسوقت کہ مدعی ملکیت کے گواہ پیش کردے اور اگر مدعا علیہ نے حلف کرنے سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

۱۱۹، اگر مشتری نے کہا جس مکان کو مدعی بذریعۂ شفعہ کے لینا چاہتا ہے اسکو مین نے ایک برس سے خرید رکھا ہے اور خود اس مدعی کو میرے خریدنے کا علم ہوا مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا تو قاضی کو مدعی سے کہنا چاہیے اسنے یہ مکان کب خریدا ہے اگر مدعی نے کہا جسوقت مجھکو خریدنے کا حال معلوم ہوا اوسی وقت مین نے شفعہ طلب کیا تو اوسکا یہ کہنا صحیح ہوگا اور اوسکے لیے کافی ہو جائیگا اسپر اگر مشتری نے یہ بات کہی جسوقت تجھکو علم ہوا تہا اوسوقت تو نے شفعہ نہین طلب کیا تو شفیع کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی ایک برس ہوا جو مجھکو بیع کا حال معلوم ہوا تہا اور شفعہ کو مین نے طلب کیا تہا اسپر مشتری نے کہا تو نے شفعہ کو طلب نہین کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا جسطرح ایک شخص نے اپنی کنواری لڑکی کا نکاح کیا اور جب اوسکو اپنی نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے نکاح کو رد کردیا اور یہ دونون خاوند بیوی قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لے گئے اور خاوند نے بیان کیا جب اسکو نکاح کی خبر پہونچی ہے یہ خاموش ہو رہی اور اوسنے کہا جسوقت مجھکو معلوم ہوا ہے اوسیوقت مین نے فسخ کردیا ہے تو اس صورت مین عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر اوسنے یہ بات کہی کہ فلان دن مجھکو نکاح کا حال معلوم ہوا اور مین نے فسخ کردیا تو اوسکا قول معتبر نہوگا۔

(۱۲۰) ولو قال الشفيع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله وعلى المشتري البينة انه علم قبل ذلك ولم يطلب۔

(۱۲۰) اگر شفیع نے قاضی کے روبرو یہ بات کہی کہ مجکو اسیوقت خریدے کا علم ہوا ہی تو اوسکا قول مقبول ہوگا یا مشتری کو اسبات کے گواہ پیش کرنے پڑینگے کہ اسکو پہلے سے فروخت کا علم ہوا ہی مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا۔

(۱۲۱) ولو قال المشتري انه لم يطلب الشفعة حين لقيتني وقال الشفيع طلبت كان القول قول المشتري ويحلف بالله انه لم يطلب الشفعة حين لقيك۔

(۱۲۱) اگر مشتری نے قاضی کے روبرو بیان کیا کہ جسوقت مجھے ملا ہی اوسوقت تک اسنے شفعہ کو طلب نہین کیا اور شفیع نے کہا مین نے طلب کیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور مشتری سے اسبات کا حلف لیا جائیگا کہ ملاقات کیوقت شفیع نے شفعہ طلب نہین کیا۔

(۱۲۲) ولو قيل للشفيع متى علمت فقال امس او في يومي قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الا ببينة۔

(۱۲۲) اگر شفیع سے قاضی نے کہا بیع کا حال تجکو کسوقت معلوم ہوا اونے کہا کل یا آج ایک گھنٹہ بعد پہلے تو بغیر گواہو نکے اوسکا یہ قول مقبول نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۲۳) ولو ان رجلا ادعى شفعة بالجوار قبل رجل لا يرى الشفعة بالجوار فانكر المدعى عليه وقال لا شفعة له كان القول قوله ويحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة على قول من يرى الشفعة بالجوار ولا يحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة في هذه الدار لانه لو حلف على هذا الوجه يحلف بالله بناء على مذهبه فيفوت حق المدعي۔

(۱۲۳) اگر مدعی حنفی المذہب ہی اور شفعہ بالجوار کو مانتا ہو اور مدعا علیہ شافعی المذہب ہی اور شفعہ بالجوار کو نہین مانتا جب اس مدعی نے دعوی کیا مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا اسکا شفعہ نہین ہی تو مدعا علیہ کا قول معتبر ہوگا اور اس بات کا اوس سے حلف لیا جائیگا کہ تمکو نین حنفی مذہب کے موافق میرے اوپر اسکا شفعہ نہین ہی یہ حلف نلیا جائیگا کہ اس مکانین اسکا شفعہ نہین ہی اس لیے کہ اگر اس طریقے پر اوس سے حلف لیا جائیگا اپنے مذہب کے موافق وہ حلف کرلیگا اور مدعی کا حق تلف ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۲۴) ولو ان دارين متلازقتين لرجلين فتصدق صاحب احدى

(۱۲۴) اگر دو شخصون کے دو مکان ملے ہوے ہین اور ایک مکان والے نے اپنے مکان کی وہ دیوار جو ہمسایہ کے مکان سے

الدارين بالحائط الذي يلي جاره
على رجل بما تحته من الارض وقبض
المتصدق عليه ثم باع المتصدق داره من
المتصدق عليه ذكر الناطقي رح انه
لا يبقى الجار شفيعا فان طلب الجار
يمين المشتري بالله ما فعل هذا
الدار ذلك ضرارا او فرارا من
الشفعة على وجه التلجئة كان له
ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به
لزمه ويحلف فان حلف لا شفعة
له وان نكل كان له الشفعة لانه
اقر انه جار ملازق۔

(۱۲۵) رجل اشترى من رجل
عشر ارض او دار بثمن كثير ثم
اشترى تسعة اعشارها بثمن قليل
كان للجار الشفعة في البيع الاول دون
الثاني لانه بالبيع الاول صار
شريكا في نفس البقعة فيكون هو
اولى من الجار في البيع الثاني
فان اراد الشفيع ان يحلفه بالله
ما اردت بذلك ابطالا لشفعتي
قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن
الفضل رح لا يحلفه على هذا الوجه
لانه لو اقر به لا يلزمه شئ لكن
لو اراد ان يحلف المشتري يحلفه

ملی ہوئی ہے مع دیوار کی اراضی کے ایک شخص کو تصدق دیدی
پھر اوسی شخص کے ہاتھ اپنے مکان کو فروخت کر دیا تو ناطقی رح
نے ذکر کیا ہے کہ اس صورت میں وہ جار شفیع نہ رہیگا اب وہ جار
مشتری سے اسبات کی قسم لینا چاہتا ہے کہ مالک مکان نے عمداً
یا شفعہ سے بچنے کے لیے مجبور کر کے طریقہ پر یہ کارروائی نہیں
کی ہے تو یہ مشتری اسبات کی قسم کھا سکتا ہے اسلیے کہ جار اس
مشتری پر ایسے امر کا دعوی کرتا ہے کہ اگر مشتری اقرار کرلے
تو اوسپر لازم ہو جائے لہذا اوس سے حلف لیا جائیگا اگر حلف
کر لیا تو جار کا شفعہ باطل ہو گیا اور اگر انکار
کیا تو اوس کا شفعہ ثابت ہو جائیگا
اس لیے کہ اس انکار سے جار ملازق ہونے کا اقرار
پایا گیا۔

(۱۲۵) ایک شخص نے ایک زمین یا مکان کا دسواں حصہ
زیادہ قیمت سے خرید کر بعدہ اوسکے باقی نو حصے تھوڑی
قیمت سے خرید لیے تو اس صورت میں جار کو بیع اول میں
شفعہ ہو گا بیع ثانی میں نہو گا اسلیے کہ یہ مشتری بیع اول سے
اوس مکان یا زمین میں شریک ہو گیا لہذا بیع ثانی میں جار سے
اوسکو تقدم ہو گا پھر اس صورت میں اگر شفیع کو مشتری سے
اسبات پر حلف لینا منظور ہو کہ مجکو اس کارروائی سے تیرے
شفعہ کا باطل کرنا مقصود نہیں تھا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن
فضل رح کا قول ہے کہ اوس سے بایں طریق حلف نہیں لے سکتا
اس لیے کہ اگر مشتری نے اسکا اقرار بھی کر لیا تو اوسپر کچھ
لازم نہیں آئیگا البتہ اس طریقہ پر حلف لے سکتا ہے کہ بیع
اول مجبور کرنے کے لیے نہ تھی اس لیے کہ شفیع ایسے امر کا
مدعی ہے کہ اگر مشتری اقرار کر لے تو اوسپر لازم آجائیگا اور

بالله ان البیع الاول ما کان تلجئة کان له ذلك لانه ادعی علیه معنی لو اقر به یلزمه فکان له ان یحلفه علی هذا الوجه قال وما ذکر فی الاصل ان الشفیع اذا اراد استحلافه انه لم یرد به ابطال الشفعة کان له ذلك لانه ادعی ان البیع کان تلجئة۔

شیخ امام ابو بکر نے بیان کیا ہے کہ مبسوط مین جو ذکر کیا ہے کہ اگر شفیع کو مشتری سے ابطال شفعہ مقصود نہونے پر حلف لینا منظور ہو تو وہ حلف لے سکتا ہی اوس سے وہ صورت مقصود ہے کہ شفیع بیع کے اندر مجبور کرنیکا مدعی ہو۔

(۱۲۶) رجلان تبایعا بیعا فطلب الشفیع الشفعة بحضرة البائع والمشتری فقال کان البیع بیننا بیع معاملة وصدقه المشتری فی ذلك قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رح فهما لا یصدقان علی الشفیع الا ان یکون البیع بثمن لا یباع مثل ذلك المبیع بذلك الثمن لقلته فح یکون البیع بیع معاملة ولا یکون للشفیع فیه الشفعة الا تری انه لو جری هذا الاختلاف بین البائع والمشتری فقال البائع بعته معاملة وقال المشتری لا بل کان البیع بیع رغبة ان کان البیع بثمن لا یباع مثل ذلك المبیع بمثل ذلك الثمن لقلته کان القول قول البائع وان لم یکن کذلك کان القول

(۱۲۶) دو شخصون نے باہم ایک بیع کی اور بائع اور مشتری کے روبرو شفیع نے شفعہ طلب کیا اور بائع نے یہ بات بیان کی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بیع معاملہ کے طور پر تھی اور مشتری نے اس بات کی تصدیق کی تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع کے بارے مین اونکی تصدیق نکی جائیگی مگر جس صورت مین کہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہو کہ وہ مبیع اوس ثمن سے کبھی فروخت نہو سکے اس صورت مین یہ بیع بیع معاملہ ہوگی اور شفیع کا اوسمین شفعہ نہوگا دیکھو اگر یہی اختلاف بائع اور مشتری مین واقع ہو اور بائع یہ بات کہے کہ مین نے معاملہ کے طور پر اس چیز کو فروخت کیا ہے اور مشتری کہے نہین بلکہ یہ بیع رغبت سے ہوئی ہے تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہے کہ وہ شی کسی حال مین اوسقدر ثمن سے فروخت نہین ہو سکتی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر یہ بات نہین ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اسیطرح اگر اون دونون اور شفیع کے مابین یہ اختلاف واقع ہو تو اوس کا یہی حکم ہے۔

قول المشتری وکذلك اذا وقع الاختلاف بینهما وبین الشفیع۔

(۱۲۷) وقال القاضی الامام علی السغدی رح وان باع بما لا یباع مثله لا یصدق علی الشفیع ایضا لان هذا قول العوام ان الثمن اذا کان بحیث لا یباع به مثله لا یجوز۔

(۱۲۸) رجل اشتری دارا لابنه الصغیر فاراد اب الشفیع ان یاخذ الشفعة واختلفا مع الشفیع فی الثمن کان القول قول الاب لانه منکر حق التملیك بما ادعی من الثمن ولا یمین علی الاب لان فائدة الاستحلاف الاقرار ولو اقر الاب بما ادعی الشفیع لا یصح اقراره علی الصغیر۔

(۱۲۹) رجل له دار غصبها منه غاصب والغاصب یجحد ملك المغصوب منه فبیعت دار بجنب هذه الدار والمغصوب منه شفیع الدار المبیعة والمشتری یجحد الشفعة ویجحد ان الدار المغصوبة له قال ابن مقاتل رح یطلب المغصوب منه شفعة الدار المبیعة ثم یخاصم المشتری والغاصب الی القاضی ویقول هذه الرجل اشتری هذه

(۱۲۷) قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہو اگر اسقدر ثمن سے بیع واقع ہوئی ہے کہ اوس نحو کی بیع اوسقدر ثمن سے نہین ہوسکتی تو بھی شفیع کے لحاظ سے بائع اور مشتری کی تصدیق نکیجائیگی اس لیے کہ یہ قول عوام کا ہو کہ ثمن اگر بہت قلیل یا کثیر ہو تو بیع جائز نہین ہوتی ہے۔

(۱۲۸) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے مکان خریدا اور دوسرے شخص کا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو اُس شفیع کا باپ شفعہ لینا چاہتا ہو اور اون دونون نے شفیع کے ساتھ ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ اوس ثمن کے بدلے حق تملیک کا منکر ہے جسکا مدعی دعوی کرتا ہو اور باپ کے اوپر قسم نہ لازم ہوگی اس لیے کہ قسم لینے کا فائدہ اقرار ہو اور اگر باپ نے شفیع کے دعوی کا اقرار کیا تو اس نابالغ پر اوسکا اقرار لازم نہو گا۔

(۱۲۹) ایک شخص کا مکان کسی نے غصب کر لیا اور غاصب مالک مکان کی ملکیت سے انکار کرتا ہو اگر اس مکان کے پہلو مین کوئی مکان فروخت ہو اور وہ مالک اس فروخت شدہ مکان کا شفیع ہو اور مشتری شفعہ کا انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ مکان اسکا نہین ہو تو ابن مقاتل کا قول ہو کہ مالک مکان کو اس فروخت شدہ مکان مین شفعہ طلب کرنا چاہیے بعد ازان مشتری اور غاصب سے قاضی کے روبرو اوسکو خاصمت کرلینی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص نے یہ مکان خرید ا ہو اور مین نے ازمین شفعہ طلب کیا ہے اور میرا استحقاق بذریعہ فلان مکان کے ہو جسکو اس دوسرے

الدار قد طلبت منه الشفعة ولی شفعتها بهذه الدار التی غصبنی هذا الغاصب فان اقام البينة ان الدار المغصوبة له قضی القاضی له بالدار المغصوبة وبالشفعة ايضاً وان لم يكن له بينة حلف الغاصب والمشتری فان نكل الغاصب عن اليمين وحلفه المشتری قضی القاضی له بالدار المغصوبة علی الغاصب ولا يقضی له بالشفعة لان نكول الغاصب يكون حجة علی الغاصب دون المشتری وان حلف الغاصب ونكل المشتری قضی القاضی له بالشفعة ولا يقضی له بالدار المغصوبة لان نكول احدهما يكون حجة عليه دون الآخر۔

شخص نے غصب کر لیا ہے اب اگر یہ مالک مکان اس بات پر گواہ پیش کر دے کہ غصب شدہ مکان اوسیکا مکان ہے تو قاضی اوس شخص کو یہ مکان دلا دے گا اور شفعہ کا بھی حکم دیگا اور اگر اوسکے پاس گواہ نہیں ہیں تو غاصب اور مشتری سے حلف لیگا پس اگر غاصب نے حلف سے انکار کیا اور مشتری نے حلف کر لیا تو قاضی وہ مکان غاصب سے مالک مکان کو دلا دیگا لیکن شفعہ کا حکم نہ دے گا اس لیے کہ غاصب کا حلف سے انکار کرنا غاصب کی ذات پر حجت ہوگا مشتری پر حجت نہو گا اور اگر غاصب نے حلف کر لیا مگر مشتری نے اوس سے انکار کیا تو قاضی شفعہ کا حکم دے گا لیکن غاصب سے وہ مکان نہ دلوائے گا اسلیے کہ جس نے حلف سے انکار کیا ہے اوس کا انکار اوسے پر حجت ہوگا۔

+ + + + + + +

(۱۳۰) واذا توجه القضاء بالشفعة فان القاضی لا يقضی بالشفعة حتی يحضر الشفيع الثمن فان قال الشفيع اقض لی بالشفعة ودعها علی حالها ولا تسلم حتی اٰتيك بالثمن قال محمد رح لا يجيبه القاضی الی ذلك فان قال الشفيع ان لم اجئ بالثمن الی ثلثة ايام فانا بریٔ من الشفعة فام يجئ بالثمن الی ذلك الوقت ذكر ابن رستم عن محمد رح انه يبطل شفعته لان تسليم

(۱۳۰) جب قاضی کے نزدیک شفعہ کا حکم دینا لازم ہو جائے تو جسوقت تک شفیع قاضی کے روبرو ثمن لا کر موجود نکر دے اوسوقت تک حکم مین تاخیر کرنی چاہیے اور اگر اس صورت مین شفیع نے قاضی سے یہ بات کہی کہ میرے لیے شفعہ کا حکم دیکر بدستور اسکو چھوڑ دے اور تاوقتیکہ ثمن تیرے روبرو لا کر پیش نکروں اوسوقت تک مجھکو مکان نہ دلانا تو امام محمد رح کے نزدیک قاضی اوسکی بات منظور نکرے اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ اگر میں تین روز تک ثمن حاضر نکروں تو میں شفعہ سے دست بردار ہوں اور پھر تین روز تک اوسنے ثمن لا کر حاضر نکیا تو ابن رستم نے محمد رح سے

الشفعة اسقاط محض فيصح تعليقه بالشرط وقال بعض المشائخ رح لاتبطل شفعته وهو الصحيح لان الشفعة متى ثبتت بطلب المواثبة والاشهاد وتاكدت لاتبطل مالم يسلم بلسانه۔

(١٣١) وكذا لوقال المشترى للشفيع هات الدراهم وخذ شفعتك فان امكنه احضار الدراهم فى ثلثة ايام ولم يحضر بطلت شفعته عند محمد رح ولو ان الشفيع احضر الدنانير والثمن دراهم اختلفوا فيه والصحيح انه لاتبطل۔

(١٣٢) الوكيل بشراء الدار اذا كان شفيعا قالوا هو يطلب الشفعة من الموكل وليس هو كمن اشترى لنفسه وهو شفيع فانه لايحتاج الى الطلب قالوا ولو قيل ان الوكيل يقوم مقام الموكل فى هذا حتى لايحتاج الى الطلب لايبعد والاول اعجب۔

(١٣٣) الوكيل بالشراء اذا اشترى فجاء الشفيع يطلب الشفعة من الوكيل قال بعضهم ان كان الوكيل يسلم الدار الى الموكل لايصح الطلب منه وهكذا روى عن محمد رح ان الوكيل لا يبقى خصما بعد التسليم الى الموكل وان كان

روایت کیا ہو کہ اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا اسلیے کہ شفعہ کا تسلیم کرنا فقط اوسکا ساقط کردینا ہو پس وہ معلق بالشرط ہو سکتا ہو اور بعض مشائخ نے بیان کیا ہو اوسکا شفعہ باطل نہو گا اور قول صحیح یہی ہو اسلیے کہ شفعہ جسوقت طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے ثابت ہو گیا اور پھر اوسکو استحکام ہو گیا تو جسوقت تک اپنی زبان سے ترک نکرے اوسوقت تک باطل نہوگا

(١٣١) اسیطرح اگر مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ روپیہ لا اور اپنا شفعہ لے اور تین روز تک وہ روپیہ لاسکتا تھا مگر نلایا تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا اور اگر شفیع نے بجاے روپیہ کے اشرفیان لاکر دیدین تو اوسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہو گا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(١٣٢) جو شخص ایک مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور وہ اوس مکان مین شفیع بھی ہو تو فقہا کے نزدیک موکل سے اوسکو شفعہ طلب کرنا چاہیے بخلاف اوس شخص کے کہ خود خریدا رہی ہو اور شفیع بھی ہو کہ اوسکو طلب کرنیکی ضرورت ہی نہین ہو اور فقہا کا قول ہو اگر یہ بات کہی جاے کہ وکیل کا فعل موکل کے اس صورتمین قائم مقام ہوتا کہ اوسکو بھی طلب کی حاجت نرہے تو کچھ بعید نہین ہو لیکن پہلا قول پسندیدہ ہو۔

(١٣٣) ایک شخص مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور اوسنے مکان خریدا تو شفیع نے آکر وکیل سے شفعہ کا مطالبہ کیا اس صورتمین بعض کا قول یہ ہو کہ اگر وکیل نے وہ مکان موکل کو دیدیا ہو تو شفیع وکیل سے طلب نہین کرسکتا اور امام محمد رح سے اسیطرح مروی ہو اسلیے کہ جب وکیل وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا تو اب اوس سے

الوکیل لم یسلم الی الموکل یصح الطلب منه وهو خصم وقال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رح والقاضی الامام علی السغدی رح صح الطلب منه سلم او لم یسلم لانه فی حکم الحقوق عاقد لنفسه فکان بمنزلة المشتری یکون خصما فی طلب الشفعة کانت الدار فی یده او لم تکن۔

کہ دعوی نہین ہو سکتا ہے اور اگر وہ مکان ہنوز وکیل ہی کے قبضہ مین ہو تو اوس سے شفعہ کا مطالبہ ہو سکتا ہے اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح اور قاضی امام سغدی رح کا قول ہے کہ بہر صورت وکیل سے وہ شفیع شفعہ کو طلب کر سکتا ہے خواہ وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا ہو یا ہنوز اسی کے پاس ہو اسلیے کہ حقوق کے حکم مین وکیل خود اپنی ذات کیلیے عقد کرنیوالا سمجھا جاتا ہے لہذا مشتری کیطرح بہر صورت اوس سے شفعہ کا دعوی ہو سکتا ہے خواہ مکان وکیل کے قبضہ مین ہو یا نہو۔

(۱۳۴) رجل اشتری دارا بالکوفة بکر حنطة بغیر عینه فخاصمه الشفیع الی القاضی بمرو والدار بالکوفة او بمرو وقضی القاضی له بالشفعة ذکر فی النوادر ان کانت قیمة الکر فی الموضعین سواء اعطاه الشفیع الکر حیث قضی له بالشفعة وان کانت القیمة متفاضلة فان کان الکر فی الموضع الذی یرید الشفیع ان یعطی اعلی قیمة فذلك الی الشفیع یعطیه حیث شاء وان کان ارخص ورضی المشتری بذلك فکذلك یعطیه الشفیع حیث شاء وان لم یرض المشتری بذلك اعطاه الشفیع فی الموضع الذی یکون قیمة الکر فیه مثل قیمته فی موضع الشراء۔

(۱۳۴) ایک شخص نے کوفہ مین ایک مکان مثلاً پچاس من گیہون سے بلا تعین فروخت کیا اور شہر مرو مین شفیع نے قاضی کے روبرو اپنا مقدمہ دائر کیا اور وہ مکان کوفہ یا مرو مین ہے اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو نوادر مین مذکور ہے اگر دونون شہرون مین گیہون کا ایک ہی نرخ ہے تو جس جگہ قاضی نے شفعہ کا حکم دیا ہے اوسی شہر مین شفیع کو اوسقدر گیہون دینا چاہیے اور اگر دونون شہرون مین نرخ متفاوت ہے تو اوسکی دو صورتین ہین جس شہر مین شفیع گیہون دینا چاہتا ہے اگر وہان نرخ کی گرانی ہے تو اوسوقت شفیع کو اختیار ہے کہ جہان چاہے گیہون ادا کرے اور اگر نرخ کی ارزانی ہے اور مشتری بھی اوسی شہر مین لینے پر راضی ہے تو بھی شفیع کو اختیار ہے کہ جہان چاہے اوسقدر گیہون مشتری کو ادا کرے اور اگر مشتری اس بات سے راضی نہین ہے تو شفیع کو اوس شہر مین گیہون ادا کرنی چاہیں جہان کا نرخ اوس شہر کے نرخ کے مطابق ہے جسمین وہ مکان خریدا گیا ہے۔

(۱۳۵) رجل اشتری ارضا بمائة

(۱۳۵) ایک شخص نے ایک زمین سو درہم کو خریدی اور

درهم ورفع منها التراب وباع التراب بمائة درهم ثم جاء الشفيع وطلب الشفعة قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح ياخذ الشفيع الارض بنصف الثمن وهو خمسون درهما يقسم الثمن على قيمة الارض قبل دفع التراب وعلى قيمة التراب المرفوع ثم يطرح عن الشفيع قيمة التراب وقال القاضي الامام علي السغدي رح لايطرح عن الشفيع نصف الثمن وانما يطرح عنه بحصة النقصان فلو ان المشتري كبس الارض بعد ما رفع منها التراب فاعادها كما كانت قبل ان يحضر الشفيع ثم حضر الشفيع قال الشيخ الامام ابوبكر رح يقال للمشتري ارفع من الارض بقدر ما احدثت فيها ثم يكون الجواب فيه على ما قلنا۔

اوس زمین مین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو فروخت کر ڈالی اور شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ شفیع نصف ثمن یعنے پچاس روپیہ دیکر لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا ثمن یعنے سو روپیہ سالم زمین کی قیمت اور کھودی ہوئی مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور شفیع سے مٹی کی قیمت کم کردیجائیگی اور قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے کہ شفیع سے نصف ثمن کم نکیا جائیگا بلکہ مٹی کھودنے سے جسقدر زمین کی قیمت مین نقصان آیا ہے اوسیقدر ثمن مین کمی کردیجائیگی اور اگر مشتری نے مٹی کھد ولانے کے بعد پھر بھراؤ ڈالکر بدستور سابق شفیع کے آنے سے پہلے اوسکو برابر کردیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو شیخ امام ابو بکر رح کا قول ہے اسوقت مین مشتری سے کہا جائیگا تونے جسقدر مٹی دوبارہ اسمین ڈالی ہے سب اوٹھالی بعد ازان علی اختلاف القولین ثمن مین کمی کردی جائیگی۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(١٣٦٦) المشتري اذا تشفع الى الشفيع واستمهله شهرا فامهله ثم رجع الشفيع وطالبه في الحال كان له ذلك۔

(١٣٦٦) اگر مشتری نے شفیع سے کہہ سنکر ایک مہینے کی مہلت مانگی اور شفیع نے مہلت دی پھر اوسنے اپنے قول سے رجوع کرکے فی الفور شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ ایسا کرسکتا ہے

(١٣٦٧) المشتري مع الشفيع اذا اختلفا في الثمن كان القول قول المشتري مع يمينه وان اقام البينة على ما ادعى يقضي ببينة الشفيع في قول ابيحنيفة رح

(١٣٦٧) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن مین اختلاف واقع ہو تو حلف لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر شفیع نے اپنے دعوے پر گواہ سنا دیے تو امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے موافق حکم دیا جائے گا

ومحمد رح وقال ابو یوسف رح البینة بینة المشتری۔

اور ابو یوسف رح کہتے ہین مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۱۳۸) الشفیع اذا اخذ الدار من البائع کانت عهدته علی البائع وان اخذها من المشتری کانت عهدته علی المشتری وللشفیع خیار الرؤیة وله ان یرد بالعیب وهو بمنزلة المشتری فی ذلك وان کان المشتری اشتری الدار علی ان البائع بریٔ من کل عیب بها او کان بها عیب علم المشتری بذلك ورضی کان للشفیع ان لا یرضی بالعیب ویرده

(۱۳۸) اگر شفیع نے مکان کو بائع سے لیا ہے تو بائع اوسکا ذمہ دار ہوگا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری ذمہ دار ہوگا اور شفیع کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کرسکتا ہے الحاصل ان امور مین شفیع مشتری کے مانند ہے اور اگر مشتری نے مکان کے خریدتے وقت یہ شرط منظور کرلی ہے کہ اگر اوسمین کچھ عیب ظاہر ہو تو بائع اُس سے دست بردار ہے یا مشتری کو اوس مکان کا عیب معلوم تھا مگر وہ اس عیب سے راضی تھا تو شفیع بہ سبات کا مُجاز ہے کہ اوس عیب پر راضی نہو اور اوس مکان کو واپس کردے۔

(۱۳۹) الشفیع اذا اخذ الدار بالشفعة وبنی فیها ثم استحقت الدار رجع الشفیع بالثمن علی من اخذ منه الدار ولا یرجع بقیمة البناء علی احد بخلاف المشتری فان المشتری لما یرجع بالثمن علی البائع یرجع بقیمة البناء ایضا۔

(۱۳۹) اگر شفیع نے بذریعہ شفعہ کے ایک مکان لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی بعد ازان اوس مکانمین کسی اور کا حق نکلا تو یہ شفیع اوسی شخص سے ثمن واپس لے سکتا ہے جس سے مکان لیا ہے اور عمارت کی قیمت کسی سے نہین لے سکتا بخلاف مشتری کے کہ مشتری جسوقت بائع سے ثمن لے سکتا ہے عمارت کی قیمت بھی لے سکتا ہے۔

(۱۴۰) الشفیع اذا وکل رجلا باخذ الشفعة جاز توکیله فان قال المشتری بعد ما اثبت الوکیل الشفعة انا ارید یمین الشفیع انه لم یسلم یقال له سلم الدار الی الوکیل واتبع الموکل وحلفه وهو کالوکیل بقبض

(۱۴۰) اگر شفیع کسی شخص کو شفعہ لینے کے لیے وکیل کرے تو کرسکتا ہے اور جب کہ وکیل نے شفعہ کو ثابت کردیا اوسکے بعد مشتری نے کہا کہ مین شفیع سے اسبات پر حلف لینا چاہتا ہون کہ اوسنے شفعہ کو ترک نہین کیا تو اس مشتری سے کہا جائیگا کہ یہ مکان وکیل کو دیکر پھر موکل سے نزاع کرے اور اوس سے حلف لے اور اس وکیل کو اوس شخص کا

الدين اذا ادعى المديون ان الموكل ابرأه عن الدين فانه يؤمر بدفع الدين الى الوكيل ويقال له اتبع الموكل وحلفه على ما يدعى

(۱۴۱) رجل اشترى دارا بالجياد ونقد الزيوف فتجوز به البائع فان الشفيع ياخذ بالجياد لانه اشتراها بالجياد

(۱۴۲) رجل اشترى ارضا بمائة درهم وقبضها فحضر الشفيع وطلب الشفعة وسلمها اليه المشترى بمائة درهم ثم ان المشترى نقد الثمن للبائع فوهب له البائع منها خمسة بعد ما اخذ المائة فعلم الشفيع بالهبة ليس له ان يسترد شيئا من المشترى من الثمن ولو ان البائع وهب من المشترى خمسة من الثمن قبل قبض الثمن والمسئلة بحالها كان للشفيع ان يسترد من المشترى ما وهب له من البائع لان هبة شئ من الثمن قبل قبض الثمن حط والحط يلتحق باصل العقد فكان للشفيع ان يسترد من المشترى قدر ما حط عنه البائع اما بعد قبض الثمن هبة البعض ليس بحط بل هو تمليك مبتدأ كانه وهب له مالا اخر۔

حکم ہو جو دین کے وصول کرنے کو وکیل کیا جائے اور قرضدار ابرات کا دعوی کرے کہ اسکے موکل یعنے قرض خواہ نے مجکو قرض چھوڑ دیا ہو تو اس قرضدار سے کہا جائے گا کہ جو کچھ قرض ہے اس وکیل کو دیدے بعد ازاں موکل سے نزاع کر اور اسکے دعوی اوس سے حلف لے۔

(۱۴۱) ایک شخص نے کھرے روپیون سے ایک مکان خرید ا مگر ادا کرتے وقت بائع کو ناقص روپیہ دیئے اور بائع نے انکو منظور کر لیا تو شفیع اس مکان کو ناقص روپیہ سے نہین لے سکتا بلکہ اوسکو کھرے روپیہ دینا پڑینگے اس لیے کہ وہ مکان کھرے روپیون سے خریدا گیا ہی۔

(۱۴۲) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوس پر اپنا قبضہ کر لیا اب شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا مشتری نے شفیع سے سو روپیہ لیکر وہ زمین شفیع کو دیدی بعد ازان مشتری نے بائع کو ثمن ادا کیا مگر بائع نے سو روپیہ وصول پاکر پانچ روپیہ اس مشتری کو ہبہ کر دئے اور شفیع کو اس ہبہ کا علم ہوا تو یہ شفیع مشتری سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر اس صورت مین بائع نے قبل از وصول ثمن پانچ روپیہ مشتری کو ہبہ کر دئے تو شفیع بھی مشتری سے یہ پانچ روپیہ واپس لے سکتا ہے اسواسطے کہ قبل از وصول ثمن مین سے کچھ ہبہ کر دینا فی الحقیقت ثمن مین کمی کر دینا ہے اور ثمن کی کمی اصل عقد مین داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع بھی مشتری سے اوسیقدر کمی واپس لے سکتا ہے اور بعد از وصول ثمن کچھ ثمن کا ہبہ کر دینا حقیقت مین ثمن کا کم کر دینا نہین ہے بلکہ وہ خود ایک تملیک اور گویا دوسرے مال کا ہبہ کر دینا ہے۔

✦ ✦

(۱۴۳) الوکیل بالبیع اذا باع الدار بالف ثم ان الوکیل حط عن المشتری مائة من الثمن صح ویضمن قدر المحطوط للآمر ویبرأ المشتری عن المائة ویاخذ الشفیع الدار بجمیع الثمن لان حط الوکیل لا یلتحق باصل العقد۔

(۱۴۳) ایک شخص کو مکان فروخت کرنیکے لیے وکیل کیا اور ہزار روپیہ کو وہ مکان اوسنے فروخت کیا بعد ازان وکیل نے سو روپیہ مشتری کی خاطر سے کم کردے اوسکا یہ کم کرنا صحیح ہے اور یہ سو روپیہ موکل کے وکیل کو دینا لازم ہونگے اور مشتری ان سو روپیہ سے بری ہوجائیگا اور شفیع پورا ثمن دیکر اس مکان کو لے سکیگا اس لیے کہ وکیل کا کم کردینا اصل عقد مین معتبر نہوگا۔

(۱۴۴) رجل اشتری نصفا شائعا من دار او جزءا شائعا منها ثم ان المشتری قاسم البائع وحضر الشفیع فان کانت القسمة بقضاء القاضی فان الشفیع یاخذ من المشتری ما صار له بعد القسمة ولیس له ان یبطل القسمة روایة واحدة وان کانت القسمة بغیر قضاء هل له ان یبطل القسمة فیه روایتان والصحیح انه لا یبطل وله ان یاخذ بالشفعة ما صار للمشتری۔

(۱۴۴) ایک شخص نے ایک مکان کا نصف غیر معین یا ایک جز غیر معین خریدا پھر مشتری نے بائع سے اوس حصہ کو تقسیم کرلیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو یہ تقسیم اگر بحکم قاضی ہوئی ہے تب تو بالاتفاق وہ شفیع اس تقسیم کو باطل نہین کرسکتا بلکہ اوسی معین حصہ کو لے سکتا ہے جو مشتری کے حصہ مین آیا ہے اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی نہین تھی تو اب اسبات مین اختلاف ہے کہ اوس تقسیم کو شفیع باطل کرسکتا ہے یا نہین مگر صحیح یہ ہے کہ باطل نہین کرسکتا اور اوسی جزء کو لے سکتا ہے جو بعد تقسیم کے مشتری کے حصہ مین آیا ہے۔

(۱۴۵) ولو ان رجلین اشتریا دارا وهما شفیعان ولهما شفیع ثالث ایضا فاقتسم المشتریان ثم حضر الشفیع الثالث کان له ان یبطل القسمة کانت القسمة بقضاء او بغیر قضاء۔

(۱۴۵) اگر دو شخصون نے ایک مکان خریدا جسمین یہ دونون بھی شفیع ہین اور ایک تیسرا شخص بھی اوس مین شفیع ہے ان دونون نے وہ مکان باہم تقسیم کرلیا بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہوا تو وہ اس تقسیم کو باطل کرسکتا ہے خواہ یہ تقسیم بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی

(١٤٦) رجل اشترى دارا وبها شفيعان احدهما غائب فطلب الحاضر الشفعة فقضى له القاضى ثم جاء الشفيع الثانى فان الثانى يطلب الشفعة من الشفيع الحاضر الذى قضى له القاضى لامن المشترى لان الشفيع الاول قام مقام المشترى هذا اذا طلب الشفيع الحاضر جميع الدار بالشفعة فان طلب النصف على ظن انه لايستحق الا النصف بطلت شفعته۔

(١٤٦) ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسمین دو شخص شفیع ہین مگر ایک شفیع حاضر اور ایک غیر حاضر ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان شفیع دوم حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو مشتری سے طلب شفعہ نکرنا چاہیے بلکہ شفیع اول سے شفعہ طلب کرنا چاہیے جسکے لیے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے اسلیے کہ اب شفیع اول مشتری کے قائم مقام ہوگیا مگر یہ اوسوقت ہے کہ شفیع اول تمام مکانمین طلب شفعہ کیا ہو اور اگر اس گمان سے کہ صرف نصف مکان مین حق ہے نصف مکانمین شفعہ طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٤٧) وكذا لوكان حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة فى النصف بطلت شفعتهما لان كل واحد منهما لما لم يطلب الكل بطلت شفعته فى النصف الذى لم يطلب واذا بطلت شفعته فى النصف يبطل فى الكل

(١٤٧) اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین دو شخص شفیع ہین اور دونون حاضر ہین اور ہر ایک نے نصف نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب ہر ایک نے پورے مکان مین شفعہ طلب نہ کیا تو اوس نصف باقی مین ا۔ کا شفعہ باطل ہو گیا اور جب نصف مین باطل ہوا تو کل مین باطل ہو جائیگا

(١٤٨) رجل باع دارا وهى فى اجارة رجل والمستاجر شفيعها جاز البيع فى حق البائع والمشترى يتوقف فى حق المستاجر فان اجاز المستاجر البيع نفذ البيع لزوال مايوجب التوقف ويكون للمستاجران ياخذ الدار بالشفعة

(١٤٨) ایک شخص نے اپنا ایک مکان جسمین کرایہ دار رہتا تھا فروخت کیا اور وہ کرایہ دار خود اوسمین شفیع تھا تو بائع اور مشتری کے حق مین یہ بیع جائز ہو گی مگر کرایہ دار کے حق مین اجازت پر موقوف رہیگی اگر کرایہ دار نے بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی اس لیے کہ توقف کا سبب زائل ہو گیا اور یہ کرایہ دار اس مکان کو شفعہ سے لے سکتا ہے۔

(١٤٩) وهو بخلاف مالو باع دارا على ان يكفل فلان بالثمن او بالدرك

(١٤٩) اگر ایک مکان بایں شرط فروخت کیا کہ فلان شخص اُسکے ثمن یا اور کسی قسم کے نقصان کا کفیل ہو اور وہی شخص اوس

وفلان شفيع الدار فكفل الشفيع بطلت شفعته لان الكفالة اذا شرطت فى البيع كان تمام البيع بالكفالة فيصير الكفيل بمنزلة البائع اما ههنا البيع كان تاما جائزا بين البائع والمشترى فلا يصير المستاجر بالاجارة بمنزلة البائع فلا يبطل شفعته.

مکانین شفیع ہو اگر اس شخص نے کفالت کو منظور کر لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر کفالت کی شرط لگائی گئی تو بیع کا تام ہونا کفالت پر منحصر رہا اور یہ کفیل بمنزلہ بائع کے ہو جائیگا بخلاف صورت مذکورۂ بالا کے کہ وہان بائع اور مشتری کے مابین بیع جائز ہو گئی ہے اور وہ کرایدار بمنزلہ بائع کے نہین ہے لہذا اوس کا شفعہ باطل نہو گا۔

(۱۵۰) ولو ان المستاجر لم يجز البيع ولكنه طلب الشفعة كان طلب الشفعة فسخا للاجارة.

(۱۵۰) اگر صورت مذکورۂ بالا مین کرایدار نے بیع کی اجازت ندی لیکن شفعہ کو طلب کیا تو شفعہ طلب کرنی کی وجہ سے اوسکا کرایہ نامہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۵۱) رجل اشترى دارا فحضر الشفيع واراد ان ياخذ الدار فقال المشترى احدثت فيها هذا البناء وقال الشفيع لا بل اشتريتها مبنية كما هى كان القول قول المشترى وان اقاما البينة كانت بينة الشفيع اولى.

(۱۵۱) ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور شفیع نے اگر اوس مکان کو لینا چاہا تو مشتری نے کہا یہ عمارت میری بنائی ہوئی ہے اور شفیع نے کہا یہ بات نہین ہے بلکہ تو نے اسیطرح اسکو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے گواہ سنائے تو شفیع کے گواہون کو ترجیح ہوگی۔

(۱۵۲) وكذلك لو اشترى ارضا فحضر الشفيع فاراد ان ياخذ الدار وفيها اشجار واختلفا على هذا الوجه وانما يكون القول قول المشترى اذا لم يكن مكذبا ظاهرا اما اذا كان مكذبا ظاهرا بان قال احدثت فيها الاشجار الآن لا يقبل قول المشترى وان قال اشتريت

(۱۵۲) اسیطرح اگر ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور شفیع نے اگر جسوقت اوسکا لینا چاہا تو اوس زمین مین درخت موجود تھے اون درختون کے نسبت مشتری نے کہا یہ درخت مین نے لگائے ہین اور شفیع نے کہا یہ بات غلط ہے بلکہ جسوقت تو نے زمین کو خریدا ہے یہ درخت اوسمین موجود تھے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ ظاہر مین جھوٹ نہ معلوم ہوتا ہو اور اگر ظاہر مین جھوٹ معلوم ہوتا ہو مثلاً اوسنے یہ بات کہی کہ اسیوقت مین نے

منذ عشرين يوما واحدثت فيها الاشجار قبل قوله اذا بين وقتا لايكذبه الظاهر.

١٥٣، وان قال المشترى اشتريت البناء بخمسمائة درهم ثم اشتريت الارض بعد ذلك او قال اشتريت الارض بدون البناء اولا ثم اشتريت البناء بعقد اخر فلاشفعة لك فى البناء لانه نقلى صار مقصودا وقال الشفيع لابل اشتريتهما معا فى صفقة واحدة ففى القياس يكون القول قول المشترى وفى الاستحسان يكون القول قول الشفيع لان المشترى ينكر الشفعة فى البناء لتفرق الصفقة بعد قيام سبب الشفعة ظاهرا فلا يقبل قول المشترى ولو قال المشترى وهب لى البناء اولا ثم اشتريت الارض كان القول قول المشترى وياخذ الشفيع الارض بدون البناء.

١٥٤، وكذا لو قال اشتريت النصف ثم النصف وقال الجار وهو الشفيع اشتريت الكل بعقد واحد كان القول قول الشفيع استحسانا وان اقاما البينة كانت البينة بينة المشترى فى قول ابى يوسف رحمه الله لانه هو المحتاج

یہ درخت لگائے ہین تو مشتری کا یہ قول معتبر نہ ہوگا اور اگر یہ کہا کہ اس زمین کو خریدے ہوئے مجھے بیس روز ہوئے اور وقت اسمین درخت نہ تھے لیکن مین نے یہ درخت لگائے ہین تو اوسکا یہ قول معتبر ہوگا نہ جبکہ درخت لگانے کی اسقدر قلیل مدت نسیان کی حد سے کم ہے اوسکا قول صریح کذب نہ ہو۔

١٥٣، اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولا مین نے اس مکان کی عمارت پانسو روپیہ کو خرید کر بعد ازان اوسکی زمین خریدی ہے یا یہ بات کہی کہ اولا مین نے اسکی فقط زمین اور اوسکے بعد اسکی عمارت دوسری بیع سے خریدی ہے اس لیے عمارت کے اندر تیرا شفعہ نہین ہے اسلیے کہ وہ منقولات مین سے ہے اور یہان پر بیع سے مقصود بالذات ہے اور شفیع نے اسکے جواب مین کہا یہ بات غلط ہے بلکہ تو نے ان دونون کو ایک ہی مرتبہ مین معا خریدا ہے قیاس چاہتا ہے اس صورت مین مشتری کا قول معتبر ہو مگر استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مشتری ظاہر کے خلاف جدا جدا بیع بیان کرکے عمارت مین شفعہ کا منکر ہے اور ظاہر مین شفعہ کا سبب موجود ہے لہذا مشتری کا قول معتبر نہ ہوگا اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولا بذریعہ ہبہ کے یہ عمارت مجکو ملی ہے بعد ازان اوسکی زمین کو مین نے خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور یہ شفیع زمین کو بغیر عمارت کے لے سکیگا۔

١٥٤، اسیطرح اگر مشتری نے کہا کہ اولا مین نے نصف مکان خریدا ہے اور نصف مکان دوسرے مرتبہ خریدا ہے اور ہمسایہ نے جو اس مکان کے اندر شفیع تھا یہ حجت کی کہ تو نے کل مکان ایک ہی بیع سے خریدا ہے تو استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے گواہ سنا دئے تو ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ گواہون کی ضرورت فقط مشتری کو ہے

الی البینة وعلی قول محمد رح البینة بینة الشفیع فان ادعی المشتری انه اشتری الکل معا بعقد واحد وادعی الشفیع انه اشتراه متفرقا کان القول قول المشتری۔

اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے تھا ایک ہی مرتبہ کل مکان کو خریدا ہو اور شفیع نے دعوی کیا کہ تو نے دو مرتبہ کر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا۔

(۱۵۵) وان قال المشتری وهب لی هذا البیت من الدار بطریقه الی باب الدار ثم باعنی مابقی من الدار بالف درهم وقال الشفیع بل اشتریت کل الدار بالف درهم کان القول قول المشتری فی البیت فیاخذ الشفیع کل الدار ان شاء غیر البیت وطریقه بالف فان جحد البائع هبة البیت کان القول قوله مع یمینه وان صدق البائع المشتری فیما قال کان البیت للموهوب له ولا یصدقان علی ابطال الشفعة فی الدار لان شرکة المشتری قبل شری الدار لا تظهر فی حق الشفیع بقولهما الا ان یقیم البینة علی الهبة قبل شراء الدار فیصیر المشتری شریکا فی الدار فیقدم علی الجار۔

(۱۵۵) اگر مشتری یہ بات کہتا ہو کہ اولا اس احاطہ کا ایک کمرہ مع اوسکے راستہ جو احاطہ کے دروازے مین سے ہو بذریعہ ہبہ کے مجکو ملا ہے پھر باقی احاطہ ہزار روپیہ کو مین نے خریدا ہے اور شفیع کہتا ہے یہ بات غلط ہو بلکہ تو نے کل احاطہ ہزار روپیہ کو خریدا ہو تو اس کمرہ کے بارے مین مشتری کا قول معتبر ہو گا اور شفیع کو اگر منظور ہو گا تو اوس کمرہ اور اوسکے راستہ کے علاوہ کل احاطہ کو ہزار روپیہ سے لے سکیگا اور اگر اس صورت مین اصل مالک یعنے بائع یہ بات کہے کہ یہ کمرہ مینے ہبہ نہین کیا تو حلف لیکر اس بائع کا قول معتبر ہو گا اور اگر بائع نے مشتری کے قول کے تصدیق کی تو وہ کمرہ بذریعہ ہبہ کے مشتری کو ملجائیگا مگر اوس احاطہ مین بطلان شفعہ کے بابت ان دونون کی تصدیق نکیجاویگی اس لیے کہ شفیع کے حق مین بائع اور مشتری کے کہنے سے قبل از خرید احاطہ مشتری کی شرکت احاطہ مین ظاہر نہوگی مگر جس صورت مین کہ یہ مشتری قبل از خرید احاطہ ہبہ ہو جانے پر گواہ سنادے تو اوس موقع مین یہ مشتری احاطہ مین شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہو گا۔

(۱۵۶) رجل اشتری دارا فادعی الشفیع ان المشتری هدم طائفة من الدار وکذبه المشتری کان

(۱۵۶) ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اس بات کا دعوی کیا کہ مشتری نے مکان کا کچھ حصہ گرا دیا ہو اور مشتری نے اس بات سے انکار کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونون نے

القول قول المشتری والبینة بینة الشفیع وان لم یوقت شهود صاحب الشفعة یقضی بالبیت بینهما نصفین لاستوائهما فی الحجة ویقضی ببقیة الدار للذی اقام البینة علی شراء کل الدار ولا شفعة لاحدهما علی الاخر لانه لم یثبت سبق شراء احدهما۔

گواہ پیش کیے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر صاحب شفعہ کے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو نصف نصف مکان اونکو دیا جائیگا اسلیے کہ حجت مین دونون برابر ہین اور باقی مکان اوس شخص کو دیا جائیگا جسنے کل مکان خریدنے پر گواہ پیش کیے ہین اور ایک کا شفعہ دوسرے پر نہو سکیگا اسلیے کہ ایک کے خریدنے کو دوسرے پر تقدم ثابت نہین ہوا۔

(۱۵۷) ولو اختصما فی الدارین المتلاصقتین فاقام احدهما البینة انه اشتری هذه الدار بالف منذ شهر واقام الاخر البینة انه اشتری هذه الدار الاخری منذ شهرین یقضی للثانی بشری الدار الاخری منذ شهرین کما شهد شهوده ویقضی له ایضا بالشفعة فی الدار الاخری لان جواره سبق علی بیع الدار الثانیة ولو لم یوقت شهوده یقضی لکل واحد منهما بداره ولا شفعة لواحد منهما وجعل کان البیعین کانا معا ولو وقت احدهما ولم یوقت الاخر یقضی لصاحب الوقت بالشفعة علی الاخر۔

(۱۵۷) اگر دو شخص دو ملے ہوے مکانون مین مخاصمت کرتے ہین اور ایک نے اسبات پر گواہ پیش کیے کہ مجکو ایک مہینہ گذرا جو مین نے اس مکان کو ہزار روپیے خریدا ہے اور دوسرے نے اسبات کے گواہ پیش کیے کہ دو مہینے گذرے جو مین نے اس دوسرے مکان کو خریدا ہو تو دوسرے کے گواہون کے موافق دو مہینے سے دوسرے مکان کے خریدنے کا حکم دیا جائیگا اور اوس کے لیے اوس مکان مین شفعہ کا حکم دیا جائیگا اس لیے کہ دوسرے مکان کے بیع سے پہلے اوسکو حق جوار ثابت ہو اور اگر اوسکے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو ہر ایک کو اپنا اپنا مکان دلا دیا جائیگا اور کوئی کسیکا شفیع نہوگا اور ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا دونو بیع ایک ہی وقت مین ہوی ہین اور اگر ایک نے وقت کی تعین کی اور دوسرے نے نہ کی تو تعین کرنیوالا دوسرے کا شفیع ہو جائیگا۔

فصل فیما للشفیع ان یاخذ البعض اولا یاخذ

اسبات کا بیان کہ شفیع مکان کا ایک حصہ لے سکتا ہو یا نہین

(۱۵۸) رجل اشترى ارضا فأجرها من الجار بالشراء او دفعها مزارعة او كان فيها نخل فدفع النخيل معاملة او ساومه الجار بعد ما علم الجار بالشراء بطلت شفعة الجار لان اقدامه على هذه التصرفات بعد العلم بها رضا منه بقرار ملك المشترى فيبطل شفعته

(۱۵۸) ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور جار کو زمین کرایہ پر اوٹھادی یا کاشت کے لیے وہ زمین کسی کو دیدی یا اوسکے اندر درخت تھے اور معاملہ کے طور پر پرورش کیلیے وہ درخت کسیکو دیدیے یا جار نے مشتری سے اوسکی قیمت ٹھیرائی اور اوسکو معلوم تھا کہ یہ زمین فروخت ہو گئی ہے تو اس جار کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ باوجود علم الشراء کے شفیع کو ان تصرفات پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری کی ملکیت ثابت ہونے وہ راضی ہے لہٰذا

(۱۵۹) ولو اشترى نخلا ليقطع ثم اشترى الارض بعد ذلك قال لا شفعة للشفيع فى النخيل لانه نقلى ... لو اشترى الثمر ليجزها والبناء ليهدمه ثم اشترى الارض بعد ذلك كان للشفيع الشفعة فى الارض خاصة۔

(۱۵۹) اگر ایک باغ کاٹنے کی غرض سے خریدا بعد ازان اوس باغ کی زمین کو بھی خرید لیا تو امام صاحب رح کے نزدیک ان درختوں میں شفیع کا شفعہ نہوگا اسلیے کہ وہ منقولا مین داخل مین اسیطرح اگر درختون کو پھل توڑنے کی غرض سے یا عمارت کو ڈھانے کی غرض سے خرید کر بعد ازان اوسکی زمین کو بھی خرید لیا تو شفیع کا فقط زمین مین شفعہ ہوگا۔

(۱۶۰) ولو اشترى قرية فيها بيوت واشجار ونخل ثم انه باع الاشجار والبناء فقطع المشترى لبعض الاشجار وهدم بعض البناء ثم حضر الشفيع كان له الارض وما لم يقطعه من الاشجار وما لم يهدمه من البناء وليس له ان ياخذ ما قطع ويطرح عن الشفيع حصة ما قطع من الشجر وما هدمه من البناء لانه صار مقصودا فاخذ قسطا من الثمن.

(۱۶۰) ایک شخص نے ایک گاؤن خریدا جسمین بہت سے گھر اور درخت اور باغات ہین بعد ازان اوس شخص نے درختون اور عمارات کو فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے تھوڑے سے درخت اور تھوڑے سے مکانات گرائے تھے اُس گاؤن مین شفیع پیدا ہو گیا تو اُس شفیع کو اسوقت مین صرف گاؤن کی زمین اور وہ درخت اور مکانات مل سکتے ہین جنکو ہنوز مشتری ثانی نے نہین گرایا ہے اور جنکو گرا دیا ہے وہ نہین مل سکتی بلکہ اون گرے ہوؤن کی قیمت لگا کر شفیع کے لیے ثمن کم کر دیا جائیگا اسلیے کہ بیع ثانی مین درخت اور مکانات مقصود بالذات ہین لہذا ثمن اون پر تقسیم لیا جائیگا

(۱۶۱) رجل اشترى نهرا باصله ولرجل ارض فى اعلى النهر بجنبه

(۱۶۱) ایک شخص نے نہر کو بالکل خرید لیا اور نہر کے کنارہ پر شروع مین ایک شخص کے زمین ہو اور ایک شخص کی زمین

ولآخر ارض فی اسفل النهر الی جنبه فلهما الشفعة جميعا فی اصل النهر من اعلاه الی اسفله وكذا القناة والبير والعين لانها من العقارات وتستحق بالشفعة وكذا القناة مفتحها فی ارض وظهرماؤها فی ارض اخری فجيران القناة من مفتحها الی مصبها شركاء فی الشفعة۔

اس نہر کے اخیر مین ہو تو یہ دونون زمیندار اول سے اخیر تک اس نہر مین شفیع ہین اور نہر اکھونیا ، و چشمہ کا بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ یہ سب عقارات مین داخل ہین لہذا سب مین شفعہ ہو سکتا ہی اسیطرح وہ نہر جسمین ایک زمین سے پانی آتا ہی اور دوسری زمین میں جاتا ہے تو اس نہر کے پاس رہنے والے لوگ اول سے اخیر تک اس نہر مین شفعہ کے اندر شریک ہین۔

(١٦٢) رجل له نصيب فی نهر فهو احق بالشفعة ممن يجری النهر فی ارضه لان الذی يجری النهر فی ارضه جار وصاحب النصيب فی النهر شريك فی المبيع فكان مقدما علی الجار۔

(١٦٢) ایک شخص ایک نہر مین حصہ دار ہو اور ایک شخص کی زمین مین نہر چلتی ہی تو یہ حصہ دار زمین والے پر نہر کے شفعہ مین مقدم ہوگا اسواسطے کہ جسکی زمین مین نہر چلتی ہی وہ اوس نہر کا جار ہی اور یہ حصہ دار نہر مین شریک ہی لہذا اوسکو جار پر تقدم ہوگا۔

(١٦٣) رجل له ارض كثيرة المؤن والخراج لا يشتريها احد فباعها من انسان مع دار له قيمتها الف وخمسمائة بالف وخمسمائة وللدار شفيع ايأخذ الدار بالشفعة ولا يأخذ الارض قالوا ان كانت الارض بحال يشتريها احد من اصحاب السلطان قسم الثمن وهو الف وخمسمائة علی الدار وعلی قيمة الارض وهی القدر الذی يشتريها احد من اصحاب السلطان فيأخذ الشفيع الدار بذلك ان رضی به

(١٦٣) ایک شخص کے پاس ایک زمین ہی جسمین اوسکو محنت بہی زیادہ کرنی پڑتی ہی اور محصول بہی زیادہ دینا پڑتا ہی اسوجہ سے کوئی شخص اوسکا خریدار نہین اسواسطے اس زمیندار نے اوس زمین کے ساتھ ایک مکان شامل کرکے جسکی قیمت ڈیڑھ ہزار ہی ڈیڑھ ہزار کے فروخت کیا اور اس مکان مین ایک شخص شفیع ہے تو سوال یہ ہو کہ یہ شفیع اوس زمین کو چھوڑکر صرف مکان کو لے سکتا ہی یا نہین فقہا کہتے ہین اگر یہ زمین ایسی ہو کہ اراکین سلطنت مین سے کوئی شخص اوسکا خریدار ہو سکتا ہو تو یہ ڈیڑھ ہزار اوس مکان پر اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور زمین کی وہ قیمت فرض کی جاوے گی اراکین سلطنت مین سے کوئی اوس قیمت سے خرید سکے اور جسقدر قیمت مکان کی

المشتری وان کانت الارض بحال لایشتریها احد من اصحاب السلطان ولکنه ینتفع بها ینظر الی قیمة الارض فی اخر الوقت الذی ذهبت رغبة الناس عنها ثم ینقسم الثمن علی ذلك لانه اذا لم یمکن لها قیمة فی الحال یعتبر قیمتها فی اخر الوقت الذی کانت متقومة وذهبت رغبة الناس عنها۔

(۱۶۴) رجل اشتری دارین فی موضعین مختلفین احدهما بالشام والاخری بالعراق فی صفقة واحدة فان کان الشفیع شفیعا للدارین جمیعا فانه یاخذ الدارین ولیس له ان یاخذ احدی الدارین۔

(۱۶۵) وان اشتری الدارین فی صفقتین فاراد الشفیع ان یاخذ احدی الدارین کان له ذلك وان کان هو شفیعا للدارین جمیعا۔

(۱۶۶) رجل اشتری خمس منازل من رجل واحد فی سکة غیر نافذة بصفقة واحدة فاراد الشفیع ان یاخذ منزلا واحدا قالوا ان طلب الشفعة بحکم الشرکة فی الطریق لا یاخذ البعض لانه تفریق للصفقة من غیر ضرورة وان اراد الشفعة بحکم الجوار رجواره

حصہ مین پڑیگی وہی قیمت دیکر شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے بشرطیکہ مشتری بھی راضی ہو جائے اور اگر ایسی زمین ہے کہ ارا کین سلطنت مین سے کوئی اوسکو نہین خرید سکتا لیکن اوس زمین سے نفع اوٹھا سکتے ہین تو دیکھا جائیگا کہ اخیر وقت مین جب سے لوگون کی رغبت اوسکی خریداری سے جاتی رہی ہے اوسکی کیا قیمت تھی پھر وہ ثمن اوس مکان اور اس قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اسواسطے کہ فی الحال زمین کی کچھ قیمت نہین ہے تو اخیر وقت کی قیمت لگائی جائیگی یعنے جب سے لوگونکی خریداری جاتی رہی ہے۔

(۱۶۴) ایک شخص نے دو مکان دو مختلف شہر و نمین ایکہی بیع سے خریدے مثلا ایک مکان شام مین اور دوسرا عراق مین اور ایک شخص ان دونون مکانون مین شفیع ہے تو وہ دونو مکانون کو ساتھ لے سکتا ہے اگر صرف ایک مکان لینا چاہے تو نہین لے سکتا۔

+ + + + + + + + + + +

(۱۶۵) اگر ایک شخص نے دو شہرون کے دو مکان دو بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ دونون مکانون مین وہ شفیع ہو۔

(۱۶۶) ایک شخص نے کسی سے پانچ مکان کوچہ سربستہ مین ایک بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ یہ شفیع شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ کرتا ہے یا فقط اس ایک مکان کا ہمسایہ ہے۔ دوسری صورت مین ایک مکان کو لے سکتا ہے پہلی صورت مین نہین لے سکتا اسواسطے کہ بلا ضرورت ایک بیع کی تفریق لازم آتی ہے الحاصل جو شخص کوئی زمین دو جگہ یا دو باغ یا دو مکان مختلف مواضع

فی هذا المنزل الذی یرید اخذه لاغیر کان له ذلك فالحاصل انه اذا اشتری عقارا فی موضعین اوبستانین اوداربن فی مواضع متفرقه فانکانت الصفقه متفرقة بان اشتری کل دار بصفقة علی حدة والشفیع شفیع لهما بدارین له او بدار واحدة فاراد ان یاخذ بالشفعة احدهما کان له ذلك وان اشتریهما فی صفقة واحدة فانکان الشفیع شفیعا لهما جمیعا لیس له ان یاخذ بالشفعة احدهما ولکن یاخذها او یدع۔

وانکان الشفیع شفیعا لاحدهما والصفقة واحدة اختلف الروایات فیه عن ابیحنیفة رح فی اخر الروایات عنه وهو قول ابی یوسف ومحمد رح فانه یاخذ التی هو شفیعها خاصة وهو کما لو اشتری دارا وعبدا صفقة واحدة فان الشفیع یاخذ الدار بالشفعة دون العبد۔

مین خریدی اور بیع بھی علٰحدہ علٰحدہ ہو کر ہر مکان کو علٰحدہ بیع سے خریدے اور شفیع بذریعہ ایک مکان یا دو مکانون کے اونمین شفعہ کرے اور فقط ایک مکان کا لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر اون دونون کو ایک بیع سے خریدا ہو تو اسکی دو صورتین ہین اگر شفیع اُن دونون کے اندر شفیع ہو تب تو بذریعہ شفعہ کے ایک کو نہین لے سکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو لے یا دونون کو چھوڑ دے اور اگر فقط ایک مکان مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوی ہو تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے اس صورت مین مختلف قول مروی ہین - مگر اخیر روایت اونسے اور نیز ابو یوسف اور محمد رح کا قول یہ ہے کہ جس مکان مین وہ شفیع ہے فقط اوسیکو لے سکتا ہے جسطرح کوئی شخص ایک غلام اور ایک مکان کو معًا ایک بیع سے خریدے تو شفیع صرف مکان بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے غلام کو نہین لے سکتا۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

۱۶۷، هذا اذا کان الشفیع شفیعا لاحدهما فانکان شفیعا لهما جمیعا والصفقة واحدة فانه یاخذهما او یدع۔

۱۶۷، صورت مذکورہ بالا مین یہ تفصیل اُسوقت ہو کہ شفیع صرف ایک مکان مین شفیع ہو اور اگر دونون مین معًا شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوئی تو شفیع کو اختیار ہو کہ دونون کو لے یا بالکل دونون کو چھوڑ دے۔

۱۶۸، رجلان باعا دارا مشترکة بینهما

۱۶۸، دو شخصون نے ایک مکان مشترک ایک شخص کے ہاتھ

من رجل لم یکن للشفیع ان یاخذ البعض وان کان البائع واحدا والمشتری اثنین فللشفیع ان یأخذ حصة احدهما یعتبر جانب المشتری لا جانب البائع وروی الحسن عن ابی حنیفه رح ان البائع اذا کان اثنین والمشتری واحد اکان للشفیع ان یاخذ نصیب احد البائعین قبل القبض ولا یاخذ بعضه بعد القبض وهذا قول ابی حنیفة رح الاول اما فی قوله الآخر یعتبر جانب المشتری علی کل حال قبل القبض وبعده سواء کان المشتری مشترا لنفسه او لغیره بالوکالة۔

فروخت کیا تو شفیع ایک کے حصہ کو بعین لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا مکان دو شخصون کے ہاتھ فروخت کیا تو شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ کو بھی لے سکتا ہو غرض اس بارے مین مشتری کا لحاظ کیا جایگا نہ بائع کا اور حسن نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے کہ اگر بائع دو شخص ہین اور مشتری ایک شخص ہے تو شفیع ایک بائع کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے بشرطیکہ ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو ایسا نہین کر سکتا۔ یہ ابو حنیفہ رح کا پہلا قول ہو مگر اخیر قول یہی ہو کہ ہر حال مین مشتری کا اعتبار کیا جایگا خواہ اوسکا قبضہ ہوا ہو یا نہین اور خواہ مشتری نے اپنے لیے خریدا ہو یا دوسرے کے لیے وکالتہً خریدا ہو۔

(۱۶۹) رجل اشتری دارا من رجلین فلیس للشفیع ان یاخذ نصیب احد الامرین۔

(۱۶۹) ایک شخص نے دو شخصون کے لیے دو مکان خریدے تو شفیع کو اسبات کا اختیار نہین ہو کہ ایک شخص کا حصہ لے سکے۔

(۱۷۰) وان اشتری رجلان دار الرجل کان للشفیع ان یاخذ النصف ولو کان البائع اثنین والمشتری واحد افطلب الشفیع نصیب احد البائعین لا یبطل شفعته بذلك وله ان یاخذها کلها مقسومة کانت او غیر مقسومة

(۱۷۰) اگر دو شخصون نے ایک مکان کسی شخص کا لیے خریدا تو شفیع اگر لینا چاہے نصف مکان کو لے سکتا ہو اور اگر دو شخصون سے ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے ایک بائع کے حصہ مین شفعہ طلب کیا تو اوس کا شفعہ باطل نہو گا مگر اوس کو کل مکان لینا پڑے گا خواہ تقسیم شدہ ہو یا نہو۔

فصل فی تسلیم الشفعة والحیلة فی ابطالها واسقاطها

شفعہ کے چھوڑ دینے اور اوسکے باطل کرنے یا ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنے کا بیان

(۱۷۱) رجل اشتری دارا ابناثة

(۱۷۱) ایک شخص نے سوا شرفی کو ایک مکان خریدا

دينار وقال للشفيع اشتريت هذه الدار بمائة دينار فسلم لي نصفها وادفع نصفها اليك فقال الشفيع نعم ان قال فعلت ذلك يكون تسليما للشفيع۔

اور شفیع سے یہ بات کہی کہ مین نے اس مکان کو سو اشرفی سے خریدا ہے تو اس مکان کا نصف مجکو چھوڑ دے اور باقی نصف مین تجکو دونگا شفیع نے کہا اچھا مین نے اس بات کو منظور کیا تو شفیع کا یہ قول تسلیم کر لینا سمجھا جائیگا۔

(١٧٢) وذكر هذه المسئلة في كتاب الشفعة وجعلها على ثلاثة اوجه اما ان سلم الشفعة بالدراهم او ببعض منها بعينها او ببعضها بغير عينها او قال سلمت لك نصف الشفعة بمائة درهم بطلت شفعته في الكل وان قال سلمت لك الشفعة في نصف الدار فيه روايتان في رواية تبطل الشفعة في الكل وفي رواية لا تبطل وذكر في الجامع ما يدل على ان تسليم الشفعة في البعض لا يبطل شفعته في الكل وان صالح الشفيع من الشفعة على دراهم بطلت شفعته ولا يجب المال۔

وان صالح على بعض المعين من الدار صح الصلح ويكون للشفيع نصف الدار ويبقى النصف للمشتري

(١٧٢) مسئلہ مذکورہ بالا کو کتاب الشفعہ مین ذکر کیا ہے اور اوسکی تین صورتین بیان کی ہین اگر بجائے اشرفیون کے اوسیقدر روپیہ سے یا اوسکے ایک حصہ معین یا غیر معین سے شفعہ کو چھوڑ دے یا یہ بات کہے کہ بعوض سو روپیہ کے مین نے نصف شفعہ تجکو چھوڑ دیا تب تو کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ بات کہی کہ نصف مکان مین تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسمین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت کے موافق باطل نہو گا اور جامع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصے مین شفعہ چھوڑ دینے سے کل مکان مین شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر شفیع نے کچھ روپیہ ٹھیرا کر مشتری سے صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر مکان کا ایک خاص حصہ مشتری سے ٹھیرا کر فیصلہ کر لیا تو یہ فیصلہ صحیح ہو گا اور شفیع کو نصف مکان مل جائیگا اور باقی نصف مشتری کے لیے رہجائے گا۔

+ + + + +

+ + + + +

(١٧٣) ولو ان الشفيع قال للمشتري وقد اشترى الدار لغيره بالوكالة سلمت شفعتها او سلمت الشفعة

(١٧٣) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے وکالۃً ایک مکان خریدا اور شفیع نے اس مشتری سے کہا مین نے اس مکان کا شفعہ چھوڑ دیا یا یہ کہا کہ تیرے لیے چھوڑ دیا

لك او قال ذلك للبائع والدار في يد البائع كان تسليما للشفعة۔

(١٧٤)، ولو قال للبائع بعد ما سلم الدار الى المشتري سلمت الشفعة لك صح استحسانا۔

(١٧٥)، ولو قال سلمت الشفعة بسببك او لاجلك صح تسليمه قياسا واستحسانا۔

(١٧٦)، فان قال للوكيل بشراء بعد ما دفع الدار الى الموكل سلمت لك الشفعة صح استحسانا ولو اشترى دارا بالوكالة لغيره فقال اجنبي للشفيع سلم شفعة هذه الدار للموكل فقال الشفيع سلمتها لك او اعرضت عنها لك صح تسليمها قياسا واستحسانا ولو قال الشفيع لاجنبي ابتداء سلمت شفعة هذه الدار لك او قال اعرضت عنها لك لا يصح تسليمه ولا يبطل شفعته قياسا واستحسانا ولو قال لاجنبي سلمت الشفعة للموكل او قال وهبتها للموكل او قال اعرضت عنها للموكل لاجلك وشفاعتك صح تسليمه للآمر وتبطل شفعته۔

(١٧٧)، ولو صالح الاجنبي الشفيع من شفعته على دراهم معلومة كان تسليما ولا يجب المال لانه لو صالح المشتري من الشفعة على مال بطلت شفعته ولا يجب المال وهو بمنزلة ما اذا صالح الكفيل بالنفس الطالب على مال لا يجب المال

یا بائع سے یہ بات کہی اور اسوقت مکان بائع کے قبضہ میں تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٧٤)، اگر شفیع نے بائع سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا اور مکان پر مشتری کا قبضہ ہو چکا تھا تو استحسانا اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٧٥)، اگر صورت مذکورہ بالا میں شفیع نے بائع سے کہا تیرے خاطر سے مین نے شفعہ چھوڑ دیا تو قیاسا اور نیز استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٧٦)، اگر ایک وکیل نے مکان خرید کر اپنے موکل کو دیدیا بعد ازان شفیع نے وکیل سے کہا مین نے تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا ہے تو استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اسی صورت مین ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا اس مکان کا شفعہ موکل کے لیے چھوڑ دے شفیع نے کہا تیرے لیے مین نے چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے مین نے اعراض کر لیا تو قیاسا اور نیز استحسانا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے اجنبی کے بغیر کہے خود اوس سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے اعراض کر لیا تو استحسانا شفعہ باطل نہو گا اور اگر اجنبی سے کہا موکل کے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا موکل کے لیے ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے تیری وجہ سے اور تیری سفارش سے اعراض کر لیا تو موکل کے لیے اوسکا چھوڑنا صحیح ہو گا۔

(١٧٧)، اگر ایک اجنبی شخص نے کچھ روپیہ مقرر کرکے شفیع سے شفعہ کے بارے مین صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اجنبی کو روپیہ دینا نہ پڑیگا اسلیے کہ اگر خود مشتری بعوض کچھ مال کے شفیع سے صلح کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مشتری کو کچھ مال دینا نہین پڑتا ہے جسطرح کفیل بالنفس کچھ مال ٹھیر کر طالب سے صلح کر لے تو کفیل کو مال دینا نہین پڑتا اور اسباب مین اختلاف ہے کہ وہ کفالت سے بری ہو جاتا ہے یا نہین ابو حفص کی روایت

وهل يبرأ عن الكفالة فى رواية ابى حفص يبرأ ولا يبرء فى رواية ابى سليمان

کے موافق بری ہو جاتا ہے اور ابو سلیمان کی روایت کے موافق بری نہین ہوتا۔

(۱۷۸) ولو ان اجنبيا قال للشفيع اصالحك على كذا من الدراهم على ان تسلم الشفعة ولم يقل لى فقبل الشفيع لا يجب المال على الاجنبى ولا يبطل شفعته۔

(۱۷۸) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے یہ بات کہی جو مَیں اسقدر روپیہ کے اسبات پر مین تجھسے صلح کرتا ہون کہ تو شفعہ کو چھوڑ دے اور یہ لفظ نہ کہا کہ میرے لیے اور شفیع نے قبول کرلیا تو اس اجنبی پر روپیہ لازم نہوگا اور اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۷۹) ولو قال الشفيع للبائع سلمت لك بيعك او قال للمشترى سلمت لك شراءك بطلت شفعته۔

(۱۷۹) اگر شفیع نے بائع سے کہا تیرے لیے مین نے تیری بیع کو چھوڑ دیا یا مشتری سے کہا تیرے لیے تیری خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۸۰) وان قال لاجنبى سلمت لك شراء هذه الدار لم يكن ذلك تسليما ولا تبطل شفعته۔

(۱۸۰) اگر شفیع نے ایک اجنبی شخص سے کہا تیرے لیے مین نے اس مکان کے خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل نہوگا

(۱۸۱) وان قال الشفيع للمشترى سلمت هذه الدار لك او شفعة هذه الدار لك ان كنت اشتريتها لنفسك وقد كان المشترى اشتراها لغيره لا يبطل شفعته لانه علق التسليم بالشرط وتسليم الشفعة اسقاط يحتمل التعليق والمعلق بالشرط لا ينزل عند عدم الشرط

(۱۸۱) اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین نے اس مکان کو یا اس مکان کے شفعہ کو تیرے لیئے چھوڑ دیا اگر تو نے اپنے لیے خریدا ہے اور مشتری نے کسی اور کے لیے اوسکو خریدا تھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ شفیع نے ترک شفعہ مین شرط لگائی تھی اور شفعہ کا ترک کرنا ایک حق کا ساقط کرنا ہے جسمین شرط لگ سکتی ہے اور مشروط بغیر شرط کے ثابت نہین ہوتا

(۱۸۲) ولو ان الشفيع قال للمشترى لم لى نصف الدار بالشفعة فابى المشترى لا يبطل شفعته هو الصحيح وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار سلم لى نصفها بالشفعة

(۱۸۲) اگر شفیع نے مشتری سے کہا نصف مکان بذریعہ شفعہ کے مجکو دے اور مشتری نے انکار کیا تو قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون لہذا بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دے تو باقی نصف مکان مین تیرے لیے چھوڑ دون مشتری نے

فاسلم لك النصف الباقی فابی المشتری لایبطل شفعته۔

اس بات سے انکار کیا تو شفعہ باطل نہو گا۔

(۱۸۳) ولو ان البائع والمشتری قالا للشفیع ابرئنا عن کل خصومة لك قبلنا ففعل وهو لایعلم ثبوت الشفعة بطلت شفعته قضاء ولا تبطل فیما بینه وبین الله تعالی وهو کرجل قال لغیره اجعلنی فی حل ففعل ولم یعلم بما له قبله فی القضاء یبرأ عما له علیه ولا یبرأ فیما بینه وبین الله تعالی۔

(۱۸۳) اگر بائع اور مشتری نے شفیع سے کہا کہ ہم سے تجھے جو کچھ جھگڑا ہے اوس سے ہمکو بری کر دے اور شفیع نے اونکو بری کر دیا اگر ثبوت شفعہ کا اوسکو علم نہ تھا تو عند القاضی اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور عند اللہ باطل نہو گا جیسے کوئی شخص کسی سے کہے میرے اوپر جو کچھ تیرا حق ہو مجھکو معاف کر دے اور اُس شخص کو اس بات کا علم نہ تھا کہ کیا حق ہو اور اوسنے معاف کر دیا تو عند القاضی یہ شخص اوسکے حق سے بری ہو جائیگا اور عند اللہ بری نہو گا

(۱۸۴) ولو ان رجلا اوصی بدارہ لرجل فلم یعلم به الموصی له ومات الموصی فبیعت دار بجنب دار الوصیة ثم قبل الموصی له الوصیة فلا شفعة للموصی له فی الدار الثانیة لانه لم یملك الوصیة قبل القبول فلا یکون جار الدار الثانیة۔

(۱۸۴) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا مکان فلان شخص کو دیا جائے اور جسکے لیے وصیت کی ہو اوسکو وصیت کا علم نہین ہے اب وصیت کرنے والا مر گیا اور اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا پھر اوس نے اوس وصیت کو قبول کیا تو دوسرے مکان مین اس شخص کا شفعہ نہو گا اسلیے کہ قبل از قبول وصیت یہ شخص مکان کا مالک اور فروخت شدہ مکان کا جار نہ تھا۔

(۱۸۵) ولو ان الموصی له مات قبل ان یعلم بالوصیة ثم بیعت الدار الثانیة بجنبها فادعی ورثة الموصی له الشفعة فی الدار الثانیة کان لهم ذلك لان موت الموصی له قبل القبول یکون قبولا للوصیة فصارت الوصیة میراثا عنه لورثته فاذا ثبت الملك للورثة تحقق لهم سبب الشفعة وهو الجوار

(۱۸۵) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا فلان مکان فلان شخص کو دیدینا اور موصی له (یعنے جسکے لیے وصیت کی تھی) اس وصیت سے لاعلم تھا اور اوسی لاعلمی کی حالت مین مر گیا بعد ازان اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا اور اس موصی له کے وارثون نے فروخت شدہ مکان مین شفعہ کا دعوی کیا تو اونکا دعوی صحیح ہو اسلیے کہ قبل از قبول وصیت موصی له کا مر جانا وصیت قبول کرنے کے حکم مین ہے اور نیز وصیت کا مکان موصی له کے وارثون کی ملک سمجھا جائیگا اور جب اونکی ملک ہو گیا تو شفعہ کا سبب یعنے جوار ثابت ہو گیا

(۱۸۶) واما الحيل فی ابطال الشفعة ذكر الخصاف رح فيه منها ما يكون تزهيدا عن طلب الشفعة ومنها ما يكون ابطالا اما ما يكون ابطالا فمنها ان يهب البائع الدار للمشتری ويشهد على الهبة والمشتری يهب الثمن للبائع ويشهد عليها فلا يثبت الشفعة اذا لم يكن الهبة بشرط العوض الا ان هذه الحيلة لا يملكها بعض الناس لانها تبرع ومن الناس من لا يملك التبرع كالاب والوصی وغيرهما۔

(۱۸۶) خصاف رح نے ذکر کیا ہو بعض حیلے ایسے ہین جنسے شفیع کو خود ہی شفیع کیطرف توجہ نہین رہتی اور بعض ایسے ہین جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ابطال شفعہ کے لیے منجملہ حیلون کے ایک یہ حیلہ ہو کہ بائع اوس مکان کو اولا مشتری پر ہبہ کرکے لوگون کو گواہ کردے اوس کے بعد مشتری بائع پر ثمن ہبہ کرکے لوگونکو گواہ کردے اگر یہ ہبہ بشرط عوض نہو لیکن یہ ایسا حیلہ ہو کہ ہر شخص اس حیلے کو نہین کرسکتا اسواسطے کہ ہبہ تبرعات مین سے ہے اور بعض لوگون کو تبرعات کا اختیار نہین ہوتا مثلا نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی وغیرہ۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۱۸۷) ومنها ان يتصدق بالدار على انسان ثم المشتری يتصدق بمثل الثمن على البائع فهی والهبة سواء الا ان فی الهبة للاجنبی يملك الرجوع وفی الصدقة لا يملك۔

(۱۸۷) ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ بائع اپنا مکان مشتری پر صدقہ کردے اور مشتری ثمن کی قدر بائع پر صدقہ کرے یہ صورت اور ہبہ کی صورت دونون برابر ہین مگر اتنا فرق ہو کہ اجنبی کے لیے ہبہ کرنے مین ہبہ کرنے والا رجوع کرسکتا ہو اور صدقہ مین رجوع نہین کرسکتا۔

(۱۸۸) ومنها ان يهب جزءا شائعا من الدار ثم يترافعان الى القاضی الذی يری هبة المشاع فيما يحتمل القسمة فيحكم بجواز الهبة ثم يبيع بقية الدار منه فيكون الموهوب له مقدما على الجار۔

(۱۸۸) ایک حیلہ یہ ہو کہ بائع مکان کا کوئی غیر معین حصہ مشتری کو ہبہ کردے پھر یہ بائع اور مشتری ایسے قاضی کے روبرو اپنا قضیہ پیش کرین جو محتمل القسمۃ چیزون مین ایک حصۂ غیر معین کے ہبہ کو تجویز کرتا ہو تاکہ یہ قاضی جواز ہبہ کا حکم دے اوسکے بعد یہ بائع باقی مکان اوس مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس صورت مین مشتری بسبب شرکت کے جار پر مقدم ہوگا

(۱۸۹) ومنها ان يهب الدار بشرط العوض الا ان هذا على الرواية

(۱۸۹) ازانجملہ ایک یہ حیلہ ہو کہ بشرط عوض اپنا مکان کسیکو ہبہ کرے مگر یہ اوس روایت کے موافق ہوسکتا ہو کہ ہبہ بشرط

التى لايثبت الشفعة فى الهبة بشرط العوض اما فى الروايات الظاهرة تثبت الشفعة فى الهبة بشرط العوض فان اراد ان لاياخذ الشفيع فى ظاهر الروايات ينبغى ان ياخذ الموهوب له الدار الاجزأ منها وياخذ الواهب كل العوض الا دانقا فلايثبت الشفعة للشفيع فان فى الهبة بشرط العوض قالوا انما يثبت الملك للموهوب له اذا قبض الكل اما اذا لم يقبض الكل لايثبت له الملك ولاينقطع حق الواهب ويكون للواهب ان يرجع من غير قضاء ولا رضاء يروى ذلك عن محمد رح نصا فيكون هذا كالبيع بشرط الخيار للبائع وثم لايثبت الشفعة للشفيع مابقى حق البائع هذا اذا كان الموهوب شيئا يحتمل القسمة فان كان لايحتمل القسمة كالبيت الصغير والحانوت اذا وهب منها جزءا معلوما شائعا جاز عند الكل ولايكون للجار ان ياخذ بالشفعة

عوض مین شفعہ ثابت نہین ہوتا لیکن روایت ظاہر یہی ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہی پس اگر ہبہ کرنے والے کو مقصود ہو کہ ظاہر روایت کے بھی موافق شفیع نہ لے سکے تو یہ تدبیر کرنی چاہیے کہ موہوب لہ (یعنے جسکو ہبہ کیا ہے) کل مکان کو قبول کرلے مگر ایک بالشت چھوڑ دے اور ہبہ کرنے والا کل عوض قبول کرلے اور ایک پیسہ چھوڑ دے کہ اسوقت مین شفیع کا شفعہ نہوگا اسلیے فقہار کے نزدیک ہبہ بشرط العوض مین موہوب لہ کی ملک اوسوقت ثابت ہوتی ہی کہ جسوقت کل پر قبضہ کرلے اور جب تک کل پر قبضہ نہوگا ملک ثابت نہوگی اور ہبہ کنندہ کا حق اوس سے منقطع نہوگا بلکہ بلا حکم قاضی اور بلا رضامندی باہمی کے اوسکو ہبہ کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ محمد رح سے یہ قول صراحۃً مروی ہی پس اوسکا حال ایسی بیع کا سا حال ہی جسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہے کہ جب تک بائع کا حق باقی رہیگا شفیع کا شفعہ ثابت نہوگا۔ یہ حکم اوسوقت ہی کہ ہبہ کنندہ محتمل القسمت چیز کو ہبہ کرے اور اگر غیر محتمل القسمت چیز ہی مثلا چھوٹی سی کوٹھری یا دوکان اور اوسمین سے نصف بلا تعیین ہبہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور جار کو شفعہ کا اختیار نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(١٩٠) ومنها ان يشترى البناء اولا فى صفقة ثم يشترى العرصة بثمن غال فلايثبت الشفعة فى البناء لانه نقلى ولايرغب الشفيع فى اخذ العرصة بثمن

(١٩٠) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری اولا ایک بیع سے مکان کی صرف عمارت کو خریدے بعد ازان مکان کی زمین کو گران قیمت سے خریدے کہ عمارت چونکہ منقولات مین داخل ہی اسلیے اوسمین شفعہ نہوگا اور زمین کو گران ہونے کی وجہ سے (٩٠)

غال فكان تزهيدا

(١٩١) وكذا لو وهب البناء باصله ثم يشتري العرصة بثمن غال وكذلك في الكروم والاراضي۔

(١٩٢) وفي هذه الفصول اذا اراد الشفيع ان يحلف البائع او المشتري بالله ما فعل هذا فرارا عن الشفعة ان اراد تحليف البائع ليس له ذلك لان نكوله لا يكون حجة على المشتري وان اراد تحليف المشتري فكذلك لانه يدعي عليه شيئا لو اقربه لا يلزمه۔

(١٩٣) ومن الحيلة ان يشتري سهما معلوما بثمن غال في صفقة ثم يشتري الباقي بثمن يسير فلا يرغب الشفيع فيما باع اولا لكثرة الثمن وبدونه لا يملك اخذ الباقي لان المشتري يصير شريكا فيكون مقدما على الجار۔

(١٩٤) ومنها ان يشتري الدار بثمن غال ثم ياخذ البائع بذلك الثمن بدلا آخر فلا يرغب الشفيع ان ياخذ الدار بالثمن لكثرته ولا يكون له ان ياخذها بالبدل الثاني لان الثاني بدل عن الثمن لا عن الدار۔ كذا بتهيه

شفیع خود نہ لیگا اس حیلہ سے شفیع شفعہ نہ کر سکیگا اگرچہ اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا

(١٩١) ایک حیلہ یہ ہو کہ مالک مکان عمارت کو کسی پر ہبہ کر کے اوسکی زمین کو گران قیمت سے اوسی شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور باغات و آراضی کا بھی یہی حال ہو۔

(١٩٢) حیلے کی صورتون مین اگر شفیع کو بائع یا مشتری سے اسبات کا حلف لینا منظور ہو کہ یہ تدبیر ابطال شفعہ کے لیے نہین کی گئی ہو تو بائع سے حلف نہین لے سکتا اسواسطے کہ اگر بائع نے حلف سے انکار کیا تو مشتری پر اوسکا انکار حجت نہوگا اور نہ مشتری سے حلف لے سکتا ہو اسلیے کہ اگر مشتری اوسکے دعوی کا مقر ہو جائے تو وہ دعوی مشتری پر لازم نہوگا۔

\+ + + + +

(١٩٣) ایک حیلہ یہ ہو کہ مشتری ایک بیع مین مکان کا معین حصہ گران قیمت سے خریدے بعد ازان باقی کو ارزان قیمت سے خریدے کہ پہلے بیع مین گرانی کی وجہ سے شفیع کو شفعہ کیطرف توجہ نہو گی اور دوسری بیع مین وہ اسلیے شفعہ نہ کر سکیگا کہ مشتری شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہو جائیگا۔

\+ + + + +

(١٩٤) ایک حیلہ یہ ہو کہ مکان کو گران قیمت سے خریدے اور بائع کو اوس قیمت کے عوض مین کوئی اور چیز دیدے جو مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو اس تدبیر سے شفیع کو ثمن دیگر مکان کے لینے کی طرف توجہ نہو گی اسلیے کہ ثمن مکان کی اصل قیمت سے زیادہ قرار پایا ہے اور اوسکے بدلے مین وہ چیز دیگر بھی نہین لے سکتا کیونکہ وہ چیز ثمن کا بدل ہے نہ کہ مکان کا بدل

(۱۹۵) وذکر الخصاف رح حیلة لم یروها
عن محمد رح وهی ان یدعی ان الدار
لابن صغیر له فی ید هذا الرجل ثم
ان المدعی یصالح الذی فی یدیه الدار
علی ان یدفع الیه مائة دینار ولا یقول
انها من مال ابنه علی ان یسلم الذی
فی یدیه الدار فیجوز ولا شفعة فیها
لان الاب لا یاخذ الدار بطریق
المعاوضة فیقع الملك للابن دون الاب
الا ان هذا کذب فان اراد ابطال
الشفعة علی وجه لا یکون کاذبا یامر
الاب مملوکا له ان یشتری الدار من
صاحبها لابن صغیر لمولاه بالثمن الذی
اتفقا علیه فیشتری المملوك شراء ثم ان
المولی یدعی ان الدار لابنه الصغیر
ولا یدعی الشراء فیکون صادقا الا
ان هذا لا یخلو عن نوع شبهة لان
الملك انما یثبت للابن بالسبب
فاذا ادعی الاب ملکا مطلقا کان
مدعیا غیر ذلك الملك لان الملك
المطلق اقوی من الملك بالسبب
علی ما عرف ان القضاء بالملك
المطلق قضاء بالزوائد وفی القضاء
بالملك بسبب لا یدخل الزوائد
والشهود اذا تحملوا الشهادة علی الملك

(۱۹۵) خصاف رح نے ایک حیلہ ذکر کیا ہے جسکی روایت
امام محمد رح سے نہین کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص مالک مکان
پر اسبات کا دعوی کرے کہ تیرے پاس جو یہ مکان ہے میرے
نابالغ لڑکے کا ہے بعد ازان یہ مدعی کو اشرفیان دیکر
اور مدعا علیہ سے مکان لیکر صلح کرے اور یہ نہ کہے کہ میرے
لڑکے کا مال ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اوسمین شفعہ نہین ہے
اسلیے کہ باپ نے یہ مکان بطریق معاوضہ کے نہین لیا ہے
لهذا وہ مکان باپ کی ملک نہوگا بلکہ بیٹے کی ملک ہوجاویگا
مگر اس حیلہ مین یہ نقصان ہے کہ باپ کا یہ کہنا صریح کذب ہے
پس اگر اوسکو مقصود ہو کہ شفعہ باطل ہوجاوے اور
جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے تو اوسکی یہ تدبیر ہے کہ بائع اپنے کسی
غلام کو حکم دے اور وہ غلام اس مکان کو مالک مکان سے
ثمن ٹھیر کر اپنے آقا کے نابالغ لڑکے کے واسطے خرید لے
بعد ازان اوسکا آقا دعوی کرے کہ یہ مکان میرے
لڑکے کا ہے اور خریدنے کا ذکر نکرے تو اوسکا یہ کہنا سچ
ہوگا مگر اسمین ایک قسم کا شبہہ ہے اسواسطے کہ بیٹے کو ملکیت
بالسبب ثابت ہوگی اور باپ ملکیت مطلقہ کا دعوی
کرتا ہے پس اوسکا دعوی خلاف واقع کے ہے اس لیے
کہ ملکیت مطلقہ ملکیت بالسبب سے قوی ہے چنانچہ معلوم ہوچکا
ہے کہ ملکیت مطلقہ کے حکم دینے سے زوائد کا حکم ثابت ہوجاتا
ہے اور ملکیت بالسبب کا حکم دینے سے زوائد کا حکم
ثابت نہین ہوتا اسیطرح اگر گواہون کو ملکیت بالسبب کا
علم تھا اور اپنے اظہار مین اونھون نے ملکیت مطلقہ
کا بیان کیا تو اونکی گواہی خلاف واقع کے ہوگی
اس لیے کہ ملکیت مطلقہ مین اصل کے ساتھ

بسبب فاذا شهدوا بالملك المطلق كانت شهادتهم بالاصل والزيادة۔

زیادتی بھی داخل ہوتی ہے۔

+ + + + +

١٩٦، واختلف المشائخ رح ان الشاهد اذا تحمل الشهادة على الملك بسبب ثم ان البائع غصب المبيع من المشتري فجاء المشتري بالشهود وامرهم ان يشهدوا له بالملك المطلق قال بعضهم يجوز لهم ان يشهدوا بالملك المطلق وقال بعضهم لا يجوز وكذا اذا تحملوا الشهادة على الدين بسبب هل يباح لهم ان يشهدوا على الدين مطلقا هو على هذا الخلاف ايضا والخصاف رح يقول بالجواز۔

١٩٦، اگر گواہوں کو ملکیت بالسبب کا علم ہے اور بائع نے مبیع کو مشتری سے غصب کر لیا اور مشتری نے گواہ پیش کیے اور اونسے ملک مطلق کی گواہی چاہی تو مشائخ رح کا اوسمیں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ان گواہوں کو ملکیت مطلقہ کی گواہی دینا جائز ہے بعض کہتے ہیں جائز نہیں ہے اسیطرح اگر گواہوں کو کسی خاص سبب سے دین کا علم ہے تو بعض مشائخ کے نزدیک مطلق دین کی گواہی دینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے خصاف رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کہ گواہی دینا جائز ہے۔

+ + + + +

١٩٧، ومن جملة الحيل ان يقر البائع بجزء معلوم من الدار للمشتري ثم يبيع الباقي منه الا ان هذا يكون على الاختلاف ايضا فانهم اختلفوا ان الانسان اذا اقر لغيره بعين هل يثبت الملك للمقر له بالاقرار قال بعضهم لا يثبت لان الاقرار ليس من اسباب الملك ولهذا لا يصح من العبد المأذون ولو كان الاقرار من اسباب الملك كان الاقرار تمليكا بغير عوض والعبد المأذون لا يملك ذلك۔

١٩٧، ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کے لیے بائع مکان کے ایک خاص حصہ کا اقرار کرلے بعد ازاں باقی کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دے مگر اسمیں بھی اختلاف ہے اسلیے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے لیے کسی خاص چیز کا اقرار کرے تو بعض کے نزدیک اس اقرار سے دوسرے کے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک ملکیت ثابت نہیں ہوتی اسلیے کہ اقرار ملکیت کا سبب نہیں ہے ولہذا وہ غلام جو آقا کیطرف سے خرید فروخت کا مجاز ہے اگر کسی کے لیے اقرار کرلے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اور اگر یہ اقرار ملکیت کا سبب ہوتا تو اوسمیں تملیک بلا عوض پائی جاتی اور وہ غلام اسبات کا مجاز نہیں تھا۔

+ + + + +

(۱۹۸) ومن الحیل ان یوکل المشتری رجلا بالشراء فیشتری الوکیل ویغیب ولا یکون الموکل خصما للشفیع الا ان هذا علی قول محمد رح اما علی قول ابی یوسف رح یکون الموکل خصما للشفیع لیطلب منه الشفعة فانه ذکر فی الماذون اذا اشتری الرجل دارا وباع من اخر وغاب المشتری الاول ثم جاء الشفیع واراد ان یاخذ بالبیع الاول علی قول محمد رح لا یملك ذلك وعلی قول ابی یوسف رح یملك ذلك۔

(۱۹۸) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری کسی شخص کو وکیل مقرر کرکے مکان خریدے اور یہ وکیل مکان کو خرید کر کہین غائب ہوجاوے اب وہ شفیع اس موکل سی دعوی نہین کرسکتا مگر یہ حیلہ امام محمد رح کی موافق ہوسکتا ہے اور ابو یوسف رح کے موافق نہین ہوسکتا اسلئے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک اس موکل سی شفیع دعوی کرسکتا ہے۔ چنانچہ ماذون مین مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مکان کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور مشتری اول غائب ہوجاے بعد ازان شفیع بیع اول مین شفعہ کا دعوی کرے تو امام محمد رح کے نزدیک کرسکتا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک نہین کرسکتا ہے۔

(۱۹۹) وعلی هذا الخلاف العبد الماذون المدیون اذا باعه المولی بغیر اذن الغرماء فغاب فحضر الغرماء لا خصومة لهم مع المشتری فی قول محمد رح وعلی قول ابی یوسف رح للغرماء ان یخاصموا المشتری۔

(۱۹۹) اگر ایک شخص کے غلام پر لوگون کا قرض آتا ہے اور اس شخص نے اون لوگون کی بلا اجازت غلام کو فروخت کردیا اور غلام کہین غائب ہوگیا اب قرضخواہ امام محمد رح کے نزدیک مشتری سی نزاع نہین کرسکتے اور ابو یوسف رح کی نزدیک مشتری سے مخاصمت اور نزاع کرسکتے ہین۔

(۲۰۰) ومن الحیلة بالشفعة ان یواجر المشتری من البائع ثوبا لیلبس یوما الی اللیل بجزء من مائة جزء من الدار فمضی الیوم ثم یبیع بقیة الدار من صاحب الثوب فلا یکون الشفعة للشفیع اما فی الجزء الاول فلان صاحب الثوب ملك الجزء بالمنفعة واما فی

(۲۰۰) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سی ایک کپڑا صبح سی شام تک پہننے کیواسطے لیوے اور اوسکی اجرت یہ ٹھہراے کہ اپنے مکان کے سو حصون مین سی ایک حصہ تجکو دونگا اور صبح سے شام تک اوس کپڑی کو پہن کر باقی مکان کپڑے والیکے ہاتھ فروخت کردے تو اس سی شفیع شفعہ نکر سکیگا ایک حصہ مین تو اسواسطے کہ کپڑے والا بعوض منفعت کے اوسکا

بقية الدار فان صاحب الثوب
صار شريكا فى الدار فكان مقدما
على صاحب الجار۔

(۲۰۱) ومنها ان يستاجر صاحب
الدار الذى يريد شراء الدار
بعشر الدار على ان يسقيه
فاذا سقاه فى ذلك المجلس او فى غيره
يملك عشر الدار فلا يكون للشفيع
حق الشفعة وهو اولى من الجار
جعل الاجرة ههنا بمنزلة المهر
وفى المبسوط جعل الاجرة بمنزلة
المبيع فانه قال لو كانت الاجرة
عبدا فباعه قبل القبض لا يجوز
ولو استحق العبد الذى
هو اجر الدار بطل العقد والخصاف
رح جعل الاجرة بمنزلة المهر۔

(۲۰۲) ومن الحيلة انه اذا اراد ان
يبيع الدار بعشرة الاف درهم
يبيعها بعشرين الفا ثم يقبض تسعة
الاف وخمسمائة ويقبض بالباقى
عشرة دنانير او اقل او اكثر
لو اراد الشفيع ان ياخذها
بعشرين الفا فلا يرغب فى الشفعة
ولو استحقت الدار على المشترى لا يرجع
المشترى بعشرين الفا وانما يرجع

مالک ہوا ہے بعوض مال کے سہین ہوا اور مکان
کے ننانوے ۹۹ حصو ںمین اسواسطے شفعہ نہین کر سکتا
کہ کپڑے والا اب اُس مکانمین شریک ہے اور جار پر اسکو تقدم ہے

(۲۰۱) ایک حیلہ ہے کہ مالک مکان اوس شخص سے
جو مکان خریدنا چاہتا ہے یہ بات کہے کہ تو
مجھکو پانی پلادے اور اسکی اُجرت مین مجھسے اس مکان
کا دسوان حصہ لیلے اگر اس شخص نے اوسی جلسہ
مین یا اسکی بعد صاحب مکان کو پانی پلادیا تو یہ شخص
مکان کے دسوین حصہ کا مالک ہو جائیگا اور بوجہ
شرکت کے شفیع بالجوار پر اوسکو تقدم ہوگا۔ اور یہہ
اجرت بمنزلہ مہر کے ہے اور مبسوط مین اس اُجرت کو
بمنزلہ مبیع کی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر اسکی اُجرت
ایک غلام قرار پائی اور اُجرت لینے والا قبل از قبضہ اُسکو
فروخت کردے تو جائز نہوگا اور اگر اس غلام مین جو مکان
کی اجرت قرار پایا ہے کسی کا حق برآمد ہو تو عقد اجارہ باطل
ہو جائیگا۔ اور خصاف رح نے اجرت کو بمنزلہ مہر کی قرار دیا ہے۔

(۲۰۲) ایک حیلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک مکان
دس ہزار روپیہ کو فروخت کرنا چاہے تو یہ تدبیر کرے
کہ بیس ہزار سے اُسکو فروخت کرے اور ساڑھے نو ہزار روپیہ
لیکر باقی پانسو روپیہ کی بدلیمین دس بیس اشرفیان لیکر
مکان مشتری کو دیدے کہ اس صورت مین اگر شفیع
لینا چاہیگا تو بیس ہزار روپیہ اوسکو دینے پڑینگی لہذا شفعہ
کیطرف اُسکو توجہ نہوگی اور اگر اس صورت مین مکان مین کسی کا حق برآمد
ہوا جسکی وجہ سے مشتری کو مکان کا واپس کرنا پڑا تو مشتری
بائع سے بیس ہزار روپیہ واپس نہین لے سکتا بلکہ جسقدر

بما اعطاه لانه اذا استحقت الدار
يظهر انه لم يكن عليه ثمن الدار
فيبطل الصرف كما لو باع الدينار
بالدراهم الف للمشتري على البائع
ثم تصادقا انه لم يكن له عليه دين
فانه يبطل الصرف۔

(۲۰۳) ومن حيلة ابطال الشفعة
ان يقول المشتري للشفيع اني اشتريت
الدار من فلان بكذا فانا ابيعها منك
فاشتر او يقول زدني في الثمن
كذا وخذ او يقول عاوضها لي بدار
اخرى او يقول اني اوليكها فان
احببت ان اوليكها بالثمن الذي
اشتريتها وليتكها فقال الشفيع توليتها
فانه يبطل الشفعة۔

(۲۰۴) وكذا لو بعث المشتري الى الشفيع
رجلا يقول للشفيع ذلك فقال الرجل
المبعوث للشفيع ان فلانا اشترى
هذه الدار بكذا وهو يقول لك
ان احببت ان اوليكها بما اشتريتها
به وليتكها فقال الشفيع نعم وليتها فانه
تبطل الشفعة۔

(۲۰۵) ولو بعث المشتري الى الشفيع
رجلا فقال للشفيع قد كنت اشتريت
من فلان يعني البائع هذه الدار

اُسنے دیا ہی اوسیقدر واپس لیگا اسواسطیکہ حق برآمد
ہونے سی یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مشتری پر اُس مکان کا
ثمن واجب ہنین تہا لہذا ساڑہی دس ہزار روپیہ
کی بیع اون اشرفیونسی باطل ہوگئی جسطرح ایک شخص کا دوسرے
پر کچھ روپیہ آتا ہی اور قرضدار نے بعوض اُس روپیہ کے کچھ اشرفیاں
قرضخواہ کے ہاتہ فروخت کردین پہر دونو باہم اسبات کی تصدیق کرلین کہ ہمارا تمہارا
قرضہ نہ تہا ... بیع باطل ہوگئی

(۲۰۳) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری شفیع سی یہ بات کہی کہ
مینے فلان مکان فلان شخص سے اسقدر روپیہ کو
خرید اہے اور تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون تو خرید لے
یا کہے اسقدر ثمن بڑہا کر تو مجھسے لیلے یا یہ کہے کہ اسکے
بدلے مین دوسرا مکان مجکو دیدے یا یہ کہے کہ تیرے ہاتھ
مین اوس مکانکا تولیہ کرتا ہون اگر تیری مرضی ہو تو
جسقدر ثمن سے مین نے لیا ہی اوسیقدر سے تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون
اور شفیع نے اوس کو قبول کرلیا تو
شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۲۰۴) اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کی معرفت
پیغام بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سی یہ بات کہی
کہ فلان شخص نے اس مکان کو اسقدر روپیہ سے
خرید اہے اور وہ یہ کہتا ہی کہ اگر تیری مرضی ہو تو اسی
قدر روپیہ مین تجکو یہ مکان دے دونگا اور
شفیع نے تولیت کو منظور کرلیا تو شفعہ
باطل ہوجائیگا

(۲۰۵) اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص
کو بھیجا اور اس شخص نے جاکر شفیع سی کہا کہ مین فلان شخص
یعنی بائع سی اس مشتری نے پہلے خرید چکا ہون مکانکو اور شفیع نے کہا کہ ہان

جواب یہ ہے کہ یہ بیع صلح باطل ہے دیناروں کے عوض مین اور کچھ پیچھے نہ رہے ۱۲

قبل شراء هذا الرجل فقال الشفيع نعم بطلت الشفعة لان الشفيع اقران شراء هذا المشترى لم يصح فلم يثبت به الشفعة وكذا لو قال ذلك الرجل للشفيع هذه الدار لك ولم يكن لفلان البائع فقال الشفيع نعم بطلت شفعته لانه لما ادعى الملك لنفسه فقد اقر بانه لا شفعة له۔

تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے اقرار کر لیا کہ اس مشتری کا خریدنا صحیح نہین ہی اور جب خریدنا صحیح نہوا تو شفعہ بھی ثابت نہوگا اسیطرح اگر اس شخص نے شفیع کے پاس آکر کہا یہ مکان تیرا ہی اور فلان بائع کا نہین ہے اور شفیع نے کہا بیشک تو شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ جب شفیع نے اپنے واسطے ملکیت کا دعوی کیا تو گویا اس بات کا اقرار کر لیا کہ میرا شفعہ نہین ہے۔

+ + + + + +

(۲۰۶) ولو قال المشترى للشفيع انى اشتريت هذه الدار بمائة دينار فان احببت ان احطك من ثمنها عشرة دينار فقال نعم بطلت شفعته قالوا انما يبطل شفعته فى هذه الصورة اذا قال احط عنك من ثمنها عشرة دنانير وابيعها منك بتسعين دينارا اما بدون هذه الزيادة لا يبطل شفعته۔

(۲۰۶) اگر مشتری نے شفیع سے کہا یہ مکان سو اشرفی کو مین نے خریدا ہے اگر تیری مرضی ہو تو دس اشرفیان تیرے واسطے کم کردون اور شفیع نے کہا اچھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا فقہا کا قول ہی کہ صورت مذکورہ مین شفعہ اوسوقت باطل ہوتا ہے کہ جب مشتری شفیع سے یہ لفظ کہے کہ اوسکے زرثمن مین سے تجھسے دس اشرفیان کم کرتا ہون اور نوّے اشرفیون کو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ نہین بڑہایا تو شفعہ باطل نہوگا۔

+ + + + + +

(۲۰۷) ولو اشترى دارا وطلب الشفيع الشفعة فصالح المشترى من ذلك على بيت معين من الدار يدفعه اليه بحصته من الثمن ذكرنا انه لا يجوز لان حصته من الثمن ليست بمعلوم فان اراد ان يسلم البيت الى الشفيع ويبقى

(۲۰۷) اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفیع سے اس بات پر فیصلہ کر لیا کہ اس مکان مین سے فلان کوٹھری مین تمکو دیتا ہون جسقدر ثمن اوسکے حصہ مین آوے تو مجکو ادا کر دے تو ہمارے نزدیک یہ فیصلہ ناجائز ہے اسلیے کہ ثمن کا حصہ غیر معلوم ہی پس اگر مشتری کو

ما بقي من الدار للمشتري يشتري رجل اجنبي هذا البيت للشفيع بامره ثم ان الشفيع يسلم الشفعة فيما بقي من الدار فيحصل الغرض لكل واحد منهما يسلم البيت للشفيع ويثبت الدار للمشتري۔

منظور ہو یہ کوٹھری شفیع کو دیدون اور باقی مکان اپنے پاس رکھون تو اوس کی یہ تدبیر ہے کہ شفیع کی اجازت سے ایک اجنبی شخص اس کوٹھری کو شفیع کے لیے خریدے بعد ازان باقی مکان مین یہ شفیع شفعہ کو چھوڑ دے تو ہر ایک کا مقصد حاصل ہو جائیگا یعنے وہ کوٹھری شفیع کو مل جائیگی اور باقی مکان مشتری کا رہیگا۔

(۲۰۸) اذا مات الشفيع بعد ما قضى القاضي له بالشفعة قبل ان يقبض الدار وقبل ان ينقد الثمن كانت الدار لورثة الشفيع لان قضاء القاضي بالشفعة بمنزلة البيع۔

(۲۰۸) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا مگر شفیع مکان پر قبضہ کرنے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو یہ مکان شفیع کے وارثون کو مل جائیگا اس لیے کہ قاضی کا حکم بمنزلہ بیع کے ہے۔

\+ + + + +

\+ + + + +

(۲۰۹) ولو مات الشفيع بعد ما اشترى الدار كانت ميراثا لورثته۔

(۲۰۹) اگر شفیع مکان خرید کر مرگیا تو اوسکے وارث مکان کے مالک ہونگے۔

\+ + + + +

(۲۱۰) ولو قضى القاضي بالشفعة للشفيع وطلب المشتري من الشفيع ان يرد الدار على المشتري بزيادة في الثمن والزيادة من جنس الثمن او من غير جنسه يصير الدار للمشتري بالثمن الاول ويبطل الزيادة لان رد الدار على المشتري يكون بمنزلة الاقالة والاقالة انما تكون بالثمن الاول ولا يصح فيها الزيادة۔

(۲۱۰) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے اسبات کی درخواست کی کہ تو اسقدر زیادہ ثمن لیکر مکان مجھے واپس کردے اور شفیع نے واپس کردیا تو پہلے ہی ثمن سے وہ مکان مشتری کا ہو جائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی خواہ وہ زیادتی جنس ثمن سے ہو یا غیر جنس سے اسواسطے کہ وہ مکان مشتری کو پھیر دینا اقالہ کے حکم مین ہے اور اقالہ پہلے ہی ثمن سے ہوتا ہے اوس مین زیادتی درست نہین ہوتی۔

\+ + + + +

\+ + + + +

(٢١١)، وكذا لو طلب المشترى من الشفيع بعد ما قضى القاضى له بالشفعه ان يرد الدار على البائع بزيادة فى الثمن ففعل كانت اقالة والاقالة كما تكون بين البائع و المشترى تتحقق بين البائع والشفيع لان الشفيع بعد ما قضى القاضى له قائم مقام المشترى ويصير المشترى كالوكيل للشفيع فيصح اقالة الشفيع مع البائع ويكون له حق الحبس الى ان يستوفى الثمن۔

(٢١١)، اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دید یا بعد ازان مشتری نے شفیع سے درخواست کی کہ اسقدر ثمن بڑہا کر یہ مکان تو بائع کو واپس کردے اوسنے واپس کردیا تو ثمن کی زیادتی باطل ہو جائیگی اور یہ واپس کرنا اقالہ ہوگا اور اقالہ جسطرح بائع اور مشتری مین ہوتا ہے بائع اور شفیع مین بھی ہو سکتا ہے اس لیے کہ قاضی نے جب شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو شفیع مشتری کے قائم مقام ہوگیا اور مشتری اوس شفیع کے لیے گویا وکیل ہوگیا لہذا شفیع کا اقالہ بائع کے ساتھ صحیح ہوا اور جب تک ثمن نہ لے لے مبیع کو روک سکتا ہے

\+ \+ \+ \+ \+

(٢١٢)، ذكر محمد رح فى الاصل الحيلة فى اسقاط الشفعة ولم يذكر الكراهية قالوا على قول ابى يوسف رحمه الله لا يكره وعلى قول محمد رح يكره وهذا بمنزلة الحيلة لمنع وجوب الزكوة ومنع الاستبراء على قول ابى يوسف رح لا يكره۔

(٢١٢)، محمد رح نے مبسوط مین اسقاط شفعہ کا حیلہ بیان کیا ہے اور اوسکی کراہت کا ذکر نہین کیا مگر فقہا کہتے ہین کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور اسکا حکم ایسا ہی ہے جسطرح کوئی شخص زکوۃ لازم نہونے کے لیے یا استبرا واجب نہونے کے لیے حیلہ کرے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے۔

(٢١٣)، وقال بعض مشائخنا رح يكره الاحتيال لاسقاط الشفعة بعد الوجوب لانه احتيال لابطال حق واجب وقبل الوجوب ان كان الجار فاسقا يتاذى منه لا باس به

(٢١٣)، ہمارے بعض مشائخ کا قول ہے وجوب شفعہ کے بعد اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ اوسمین ایسے حق کا باطل کرنا ہے جو واجب ہوچکا ہے اور اگر ہنوز شفعہ باطل نہین ہوا اور جار ایک فاسق اور موذی شخص ہے تو حیلہ کرنے مین کچہ مضائقہ نہین ہے۔

(٢١٤)، وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسى رح لا باس

(٢١٤)، شیخ شمس الائمہ سرخسی رح کا قول ہے کسی صورت مین ابطال حق شفعہ کے لیے حیلہ کرنا برا نہین ہے وجوب شفعہ سے

بالاحتیال لابطال حق الشفعة
علی کل حال اما قبل وجوب
الشفعة لاشك کما لو ترك اکتساب
المال لمنع وجوب الزکوة وبعد
وجوب الشفعة لا یکرہ
الاحتیال ایضاً لانه احتیال
لدفع الضرر عن نفسه لا
للاضرار بالغیر فظاهر ما ذکرنا
دلیل علی هذا۔

پہلے تو ظاہر ہی ہے جسطرح کوئی شخص وجوب زکوۃ کے
خوف سے مال حاصل کرنا چھوڑ دے اور وجوب شفعہ
کے بعد بھی حیلہ کرنا بُرا نہیں ہے اسلیے کہ اوسکو اپنی
ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہے دوسرے کی ضرر
رسانی مقصود نہیں ہے اور یہ بات ہماری ظاہری بیان
سے ثابت ہوتی ہے۔

\+ + + + + +

\+ + + + +

\+ + + + +

هذا كتاب فى بيان احكام الشفعة

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) وهى فى اللغة من الشفع وهو الضم ضد الوتر من شفع الرجل اذا كان فردا فصار له ثان والشفيع ايضا يضم الماخوذ الى ملكه فلذلك سمى شفعة۔

(۱) شفعہ کا لفظ شَفَع سے ماخوذ ہی جو وصل کے معنے مین ہی اور وہ طاق کی ضد ہے اگر کوئی شخص تنہا ہو اور پھر اوسکے ساتھ دوسرا شخص ملجائے تو عرب کے لوگ کہتے ہین شفع الرجل یعنے ایک سے دو ہوگئے چونکہ شفعہ کے اندر بھی شفیع جایداد مشفوعہ کو اپنے ملک کے ساتھ ملالیتا ہی اسواسطے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہی۔

(۲) وفى الشرع هو اى الشفعة تمليك البقعة جبرا اى من حيث الجبر على المشترى بما اى بالذى اى بالثمن الذى قام عليه اى على المشترى۔

(۲) شرع مین مشتری سے جبرًا ایک قطعہ لے لینے اور جسقدر ثمن اوسکو دینا پڑتا اوسقدر ثمن کے ادا کردینے کا نام شفعہ ہی۔

+ + + + + +

(۳) وقيل هى ضم بقعة مشتراة الى عقار الشفيع بسبب الشركة او الجوار وهذا احسن۔

(۳) بعض نے شفعہ کے معنے یہ بیان کیے ہین کہ بسبب شرکت یا جوار کے ایک فروخت شدہ قطعہ کا شفیع کے جایداد مین شامل کردینا آمدیہ تفسیر نہایت عمدہ ہے۔

۴، وتجب الشفعة والمراد من الوجوب الثبوت للخليط وهو الشريك الذي لم يقاسم في نفس المبيع وهذا بالاجماع لما روى جابر رض ان النبي صلعم قضى الشفعة في كل شركة لم تقسم ربعة او حائط لا يحل له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذ وان شاء ترك وان باعه ولم يؤذن به فهو احق به رواه مسلم وابو داود والنسائي-

۴، اولاً شفعہ اوس شخص کو واجب یعنے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہے اور شرکا نے باہم تقسیم حصص نہین کی ہے- اس مسئلے کے اوپر تمام ائمہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اسلیے کہ جابر رض روایت کرتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شرکت غیر منقسم شدہ مین شفعہ کا حکم دیا ہے خواہ کوئی مکان ہو یا باغ ہو کسی شریک کو بلا اذن اپنے شریک کے اوس مشترک کی بیع کرنا روا نہین ہے خواہ وہ لے خواہ ترک کردے اور اگر بلا اجازت فروخت کرڈالے تو اور دن پر وہ مقدم ہے مسلم اور ابو داود اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے-

\+ \+ \+ \+ \+

۵، ثم تجب للخليط في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب بكسر الشين والطريق بشرط ان يكونا خاصين وهو ان يكون النهر لا تجري فيه السفن والطريق الذي لا ينفذ اشار اليه بقوله ان كان اي كل واحد من الشرب والطريق خاصا حتى اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة-

۵، شریک فی نفس المبیع کے بعد اوس شخص کو حق شفعہ ہے جو حق مبیع مین شریک ہے اور یہ وہ شخص ہے جو اپنا حصہ تقسیم کرلے مگر اوس جایداد کے حق مین اوس کی شرکت باقی ہو مثلاً پانی پینے کا حق یا راستہ چلنے کا حق مگر یہ شرط ہے کہ یہ شرب خاص اور طریق خاص ہو شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہے کہ اوسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور اگر اوس نہر مین کشتی چلسکتی ہے اور راستہ سربستہ نہین ہے بلکہ چلتا ہوا ہے تو اوس کی وجہ سے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا-

۶، وقال الشارح والشرب الخاص عند ابي حنيفة ومحمد ان يكون نهرا صغيرا لا تجري فيه السفن وان كان كبيرا تجري فيه السفن فليس بخاص فاذا بيع ارض من الاراضي التي تسقى منها لا يستحق اهل النهر

۶، شیخ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کی نزدیک شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر بڑی نہر ہو جسمین کشتی چل سکے تو وہ شرب خاص نہین ہے اور اس نہر سے جن اراضیات کی آبپاشی ہوتی ہے اون اراضیات مین سے کوئی زمین فروخت ہو تو نہر والے شفعہ کے مستحق نہین ہونگے اور جار کو اون پر تقدم ہے بخلاف

الشفعة بسببه والجار احق منهم بخلاف النهر الصغير وقيل اذا كان اهله لا يحصون فهو كبير وان كانوا يحصون فهو صغير وعليه عامة المشائخ لكن اختلفوا فى حد ما يحصى وما لا يحصى فبعضهم قدر ما لا يحصى بخمسمائة وبعضهم بخمسين وبعضهم باربعين وعن ابى يوسف الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلاثة وما زاد على ذلك فهو عام وقيل هو مفوض الى راى المجتهدين فى كل عصر وزمان فان راوهم كثيرا كانوا كثيرا وان راوهم قليلا كانوا قليلا وهو اشبه الاقاويل۔

چھوٹی نہر کے۔ اور بعض کے نزدیک اگر نہر والے محدود لوگ ہین تب تو وہ نہر صغیر ہے اور اگر بیشمار ہین تو وہ نہر کبیر ہے عامہ مشائخ کا قول یہی ہے مگر محدود اور غیر محدود کے حد مین اختلاف ہے بعض نے غیر محدود کی حد پانسو اور بعض نے پچاس بعض نے چالیس بیان کی ہے اور ابو یوسف رح سے مروی ہے شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین باغ کی آبپاشی ہو سکے اور اس سے زیادہ شرب عام ہے۔ بعض کہتے ہین محدود اور غیر محدود ہونے کا مدار اوس زمانہ کے مجتہدین کے رائے پر ہے اگر وہ اون لوگون کو بہت سمجھین تو بہت ہین اور تھوڑی سمجھین تو وہ تھوڑے ہین اور یہ قول سب اقوال مین قرین قیاس ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(۷) ثم تجب الشفعة بعد ذلك للجار الملاصق وهو الذى داره على ظهر الدار المشفوعة وبابه فى سكة اخرى۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد جار ملاصق کو استحقاق شفعہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جسکا گھر بائع کے گھر کی پشت پر واقع ہے اور اوسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۸) وقال الشافعى لا شفعة بالجوار لقول جابر رض انه ع م قضى بالشفعة فى كل مال لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة رواه البخارى وبه قال مالك واحمد

(۸) شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ جابر رض فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال مین شفعہ کا حکم دیا ہے اور حدود پڑ جانے اور راستے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مالک اور احمد رح

(۹) ولنا قوله ع م جار الدار احق من غيره رواه احمد وابوداود

(۹) حنفیہ کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گھر کے پاس رہنے والا اوروں پر مقدم ہے

والترمذی وصححه وقوله علیه السلام
الجار احق بسقبه ما کان رواه احمد
والنسائی وابن ماجة ویروی
بصقبه وکلاهما بمعنی واحد وهو
القرب وقد روی هذا التفسیر
مرفوعا اثبت النبی صلعم حین سئل
عن الشفعة فقال الشفعة للجار
بعلة قربه فیستحق الشفعة وحدیث
جابر معناه انها لاتجب للجار بقسمة
الشرکاء لانهم احق منه وحقه متاخر
عن حقهم وبذلك یحصل التوفیق بین
الاحادیث۔

احمد اور ابوداود اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے
اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمسایہ اپنے قرب کی
وجہ سے جا ہے کچھ ہو زیادہ تر مستحق ہے (اصل حدیث مین سقب
یاسقب کا لفظ آیا ہے مگر یہ بات مرفوعا مروی ہے کہ اس سے
قرب مراد ہے) اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ نزدیکی
ہمسایہ کے لیے شفعہ ثابت کردیا تو وہ لامحالہ شفعہ کا مستحق
ہوگا اور جابر رضہ نے جو حدیث روایت کی ہے اوسکے یہ معنے
ہین کہ اگر شریک لوگ باہم اپنے حصے تقسیم کرین تو جار کو اُس
صورت مین استحقاق شفعہ کا نہین ہے اسواسطے کہ اونکو جار پر اولویت اور
تقدم ہے اور جار کا حق اونکے بعد ثابت ہوتا ہے پس ان
احادیث مین کچھ منافات نہین ہے۔

* * * * * * * * * * *

(۱۰) وواضع الجذوع علی الحائط
ای علی حائط الدار بان کان له حق
الوضع والشریك فی خشبة موضوعة
علی الحائط وواضع الجذوع علی
الحائط جار فلا یستحق الشفعة الا
بعد الشریك فی نفس المبیع والشریك
فی حق المبیع لان الشرکة المعتبرة
هی الشرکة فی العقار لا فی المنقول
والخشبة منقولة وبوضع الجذوع
علی الحائط لا یصیر شریکا فی الدار
وکذا بالشرکة فی الجذوع لا یکون
شریکا فیها لکنه جار ملاصق لوجود
اتصال بقعة احدهما ببقعة الاخر

۱۰ اگر ایک شخص کی کڑیان دوسری کے دیوار پر رکھی
ہوی ہین اور بجز اس کے کہ وہ کڑیون کو دیوار پر رکھے اور
اوسکا کوئی حق دیوار مین نہین ہے تو یہ کڑیون والا شریک
نہ سمجھا جائیگا بلکہ وہ جار سمجھا جائیگا اسیطرح اگر ایک شخص کی
شرکت صرف کڑیون مین ہے جو ایک دیوار پر رکھی ہوی ہین
اور دیوار مین شرکت نہین ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا لہذا یہ دونون
شخص جار ہونے کی وجہ سے شریک فی نفس المبیع اور شریک
فی حق المبیع کے بعد شفعہ کے مجاز ہونگے اسواسطے کہ شفعہ کے اندر
جس شرکت کا اعتبار ہے اوس سے وہ شرکت مقصود ہے جو عقار کے
اندر ہو اور کڑی منقولات مین سے ہے۔ اور کسی کی دیوار پر کڑیان
رکھنے سے کڑیون والا مکان مین شریک نہین ہو جاتا اور کڑیون کے
اندر شریک ہونے سے وہ مکان مین شریک نہین ہو سکتا بلکہ
اتصال مکانیت کی وجہ سے یہ شخص دوسرے کا جار ملاصق ہوگا

فيستحق الآخر الشفعة على انه جار ملاصق ولا يترجح بذلك على غيره من الجيران۔

اور دوسرے ہمسایون پر اس خاص وجہ سے اوس کو تقدم نہو جایگا۔

+ + + + + + + + +

(١١) وكذا اذا كان بعض الجيران شريكا في الجدار لا يقدم على غيره من الجيران لان الشركة في البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة ولو كان البناء والمكان الذي عليه البناء مشتركا بينهما كان هو اولى من غيره من الجيران۔

(١١) اسیطرح اگر ایک جار مکان میں کی صرف دیوار مین شریک ہو تو اوسکو دوسرے ہمسایون پر تقدم نہوگا اسلیے کہ صرف عمارت مین اگر ایک شخص شریک ہو اور عمارت کی زمین مین شریک نہو تو اس شرکت سے وہ شفعہ کا مستحق نہین ہوتا ہو البتہ اگر عمارت مین بھی دونون شریک ہین اور اوس عمارت کی زمین مین بھی شریک ہین تو اور ہمسایون پر اس شریک کو تقدم ہوتا ہے۔

(١٢) وقال الكرخي في مختصره الشفعة تستحق عند اصحابنا جميعا بثلاثة معان الشركة فيما وقع عليه عقد البيع أو بالشركة في حقوق ذلك أو بالجوار الاقرب فالاقرب وتفسير ذلك دار بين قوم فيها منازل لهم فيها شركة بين بعضهم وفيها ما هي مفردة لبعضهم وساحة الدار مرفوعة بينهم يتطرقون من منازلهم فيها وباب الدار التي فيها المنازل في زقاق غير نافذ فباع بعض الشركاء في المنزل نصيبه من شريكه او من رجل اجنبي بحقوقه من التطرق في الساحة فالشريك في المنزل احق بالشفعة من الشريك في الساحة

(١٢) کرخی رح نے اپنے مختصر مین بیان کیا ہو ہمارے تمام فقہار کے نزدیک شفعہ کا استحقاق تین وجہ سے ہو اگر تلہی ایک تو خود اوس مبیع مین شریک ہونیکی وجہ سے دوسرے اوس مبیع کے حقوق مین شریک ہونے سے تیسری جوار کی وجہ سے الاقرب فالاقرب اور اوس کے صورت یہ ہو کہ مثلاً چند لوگون کا ایک احاطہ ہو اس احاطہ مین انہین شخص کے متعدد کمرے ہین گر بعض کمرے ایسے ہین جنکا مالک بلا شرکت غیری ایک ایک شخص ہو اور بعض ایسے ہین جنمین کئی کئی شخص شریک ہین اور احاطہ کے صحن مین سب شریک ہین اور اپنے اپنے کمرون سے نکلکر اس صحن مین سب اوٹھتے بیٹھتے ہین اور اس احاطہ کا دروازہ کوچہ سربستہ کی طرف کو ہو اب ایک شخص نے جو کمرے کے اندر شریک ہو اپنا حصہ خواہ کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو سب لوگون پر حق شفعہ کے اندر اوس شخص کو تقدم ہوگا جو اس بائع کے ساتھ کمرے مین شریک ہو اگر اس شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو وہ لوگ

ومن الشريك فی الزقاق الذی فیه باب الدار فان سلم الشريك فی المنزل الشفعة فالشريك فی الساحة احق بالشفعة وان سلم الشريك فی الساحة فالشريك فی الزقاق الذی لامنفذ له الذی يشرع فيه باب الدار احق بعده بالشفعة من الجار الملاصق وجميع اهل الزقاق الذی طريقهم فيه شركاء فی الشفعة من كان فی ادناه واقصاه فی ذلك سواء فان سلم الشركاء الشفعة فی الزقاق فالجار الملاصق ممن لا طريق له فی الزقاق بعد هؤلاء احق وليس لغير الملاصق من الجيران شفعة ممن لا طريق له فی الزقاق انتهى.

شفعہ کرنیکے مجاز ہونگے جو صحن مین شریک ہین اگر انہون نے بھی شفعہ چھوڑ دیا تو اوسوقت کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا اور تمام کوچہ والے برابر برابر شفعہ مین شریک ہونگے یعنے جو لوگ کوچہ کے شروع مین رہتے ہین اور جو کوچہ کے انتہا پر رہتے ہین سب برابر کے شریک ہونگے اگر یہ لوگ بھی شفعہ چھوڑ دینگے تو اوسوقت جار ملاصق کو شفعہ ہوگا جسکا راستہ اس کوچہ مین ہوکر نہین ہے اور اگر جار ملاصق نہین ہے اور اس کوچہ کی طرف کوئی اوس کا راستہ نہین ہے تو اوس کو بالکل استحقاق شفعہ نہین ہوتا۔

+ + + + + +

+ + + + + +

+ + + + + +

+ + + + + +

+ + + + + +

(۱۳) وكلمة على فی قوله على عدد الرؤس تتعلق بقوله تجب الشفعة للخليط ای تجب الشفعة على عدد الرؤس وقال الشافعی على قدر سهامهم وبه قال مالك واحمد كما اذا كانت دار بين ثلاثة لاحدهم نصفها وللآخر سدسها وللآخر ثلثها فباع صاحب السدس سدسه فطلبا الدار بالشفعة فانها تقسم بينهما اخماسا ثلاثة اخماس لصاحب النصف والخمسان لصاحب الثلث لان الشفعة من

۱۳ حنفیہ کے نزدیک جتنے شریک ہونگے شفعہ کے اندر سب برابر ہونگے اور شافعی رح فرماتے ہین جسقدر جس کا حصہ ہوگا اوسیقدر اوسکو حق شفعہ ہوگا مالک اور احمد رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہین۔ مثلا ایک مکان مین زید اور عمرو اور خالد شریک ہین جنمین سے زید آدہے کا اور عمرو چھٹے حصہ کا اور خالد ثلث کا شریک ہو اب عمرو نے اپنا حصہ فروخت کیا اور ان دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو اوسکے پانچ حصے کرکے زید کو تین حصے اور عمرو کو دو حصے دئے جائینگے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے توابع مین سے ہے لہذا جسقدر جسکے ملک ہوگی اوسیقدر اوسکا حق ہوگا جسطرح منافع کی صورتین۔ حنفیہ کی دلیل

حرافق الاملاك فاشبه الربح ولنا ان العلة اتصال الملك وقليله فی ذلك ککثیره فیکون ماباع صاحب السدس بينهما نصفان.

یہ ہے کہ شفعہ کی علت صرف اتصال ملکیت ہے اور اسباب میں ملکیت قلیل اور ملکیت کثیر دونوں برابر ہیں لہذا صورت مذکورہ میں زید اور عمرو کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔

(١٤) والباء فی قوله بالبیع متعلق بقوله تجب ایضا اشار بهذا الی ان سبب وجوب الشفعة البیع اعنی بیع الدار المشفوعة هكذا قال بعضهم والصحيح ان السبب هو اتصال الاملاك علی اللزوم والبیع شرط فحينئذ يكون التقدير تجب الشفعة بعقد البیع ای بعد وجوده.

١٤ بعض کا قول تو یہی ہے کہ شفعہ بیع کے سبب ثابت ہوتا ہے اور مصنف کے کلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے مگر قول صحیح یہ ہے کہ لازمی طور پر اتصال ملکیت کا ہونا شفعہ کا سبب ہے اور بیع اوسکے لیے شرط ہے لہذا مصنف نے جو بالبیع کا لفظ کہا ہے اوس میں عقد کا لفظ مقدر مان کر یہ معنے کرنے چاہیئں کہ بیع ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(١٥) والمراد بالبیع الصحیح فان البیع الفاسد لا تجب فیه الشفعة لانه قبل القبض لا یفید الملك وبعده مستحق للفسخ فایجابها تقریر الفساد فلا یجوز الا اذا سقط الفسخ وجبت لزوال المانع.

(١٥) ثبوت شفعہ کے لیے بیع کا صحیح ہونا شرط ہے بیع فاسد کی صورتمین شفعہ ثابت نہیں ہوتا اسواسطے کہ بیع فاسد قبل از قبض مفید ملک کے نہیں ہوتی اور بعد از قبض بھی وہ فسخ ہونیکے قابل ہوتی ہے پس اگر اوسمیں وجوب شفعہ کا حکم دیا جائے تو اوس فساد کا برقرار رکھنا لازم آئیگا اور یہ بات ناروا ہے مگر جبکہ صورتمین کہ فسخ کا اختیار جاتا رہے تو البتہ شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ اب شفعہ کا مانع جاتا رہا

(١٦) وفیه قید آخر وهو ان یکون خالیا عن خیار البائع لانه یمنع خروج المبیع عن ملکه حتی لو اسقطه وجبت وخیار المشتری غیر مانع لانه لا یمنع خروج المبیع عن ملك البائع وکذلك خیار الرؤیة والعیب لا یمنعان.

(١٦) بیع کے اندر علاوہ صحیح ہونیکے ثبوت شفعہ کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اوسمیں بائع کا اختیار شرط نہ کیا گیا ہو کیونکہ اوسکی وجہ سے مبیع بائع کے ملک سے خارج نہوگا اور اگر بائع نے اوس اختیار کو ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اسواسطے کہ اس صورتمین وہ مبیع بائع کے ملک میں اصلا نہیں ہوتا۔ خیار رویت اور خیار عیب کا بھی یہی حال ہے۔

(١٧) ولستقر الشفعة بالاشهاد

(١٧) شفعہ کا استحکام طلب اشہاد سے ہوتا ہے اسواسطے

لانها حق ضعیف فلابد من طلب المواثبة والاشهاد علی الطلب۔

کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے لہذا طلب مواثبت کرنا اور پھر مجلس طلب پر گواہ کرنا ضرور ہے۔

(۱۸)، وتملك الشفعة بالاخذ ای باخذ الدار المشفوعة بالتراضی بان سلمها المشتری برضاه او بقضاء القاضی من غیر اخذ لانها ملك فلا یصح الا بما ذکرنا۔

۱۸، مکان یا زمین مشفوعہ کا شفیع اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ خود اپنی خوشی سے وہ مکان یا زمین اوس کو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے چاہے ابھی اوسکا قبضہ نہوا ہو اسواسطے کہ جب وہ شئی مشتری کی ملک میں داخل ہے تو بغیر ان دو باتوں کے اوسکی ملکیت سے منتقل ہو کر دوسرے کے ملک میں داخل نہیں ہو سکتی

(۱۹)، وفائدته انه اذا مات الشفیع بعد الطلبین قبل التسلیم او الحکم لا یورث عنه ولو باع داره التی یستحق بها الشفعة بطلت شفعته ولو بیعت دار بجنبها لا یستحقها بالشفعة لعدم ملکه فیها۔

۱۹، صورت مذکورہ بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض شفیع طلب مواثبت اور اشہاد کے بعد قبل از قبضہ و قبل از حکم قاضی مر گیا تو اوسکے وارث اوس جایداد کے مالک نہونگے یا اوسنے اپنے مکان کو جسکے ذریعے شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یا اگر مکان مشفوعہ کے قریب کوئی مکان اور فروخت ہوا تو شفیع اوس دوسرے مکان میں شفعہ کا دعوی نہ کر سکیگا اسیواسطے کہ وہ مکان اوسکی ملک میں ہنوز داخل نہیں ہوا ہے

هذا باب فی بیان احکام طلب الشفعة والخصومة فیه وبیان کیفیة الطلب

طلب شفعہ کرنے اور اوسمیں چارہ جوئی کرنے کا بیان

(۲۰)، فان علم الشفیع بالبیع ای ببیع الدار المشفوعة اشهد علی نفسه علی الفور من غیر تاخیر ولا سکوت فی مجلسه علی الطلب لان سکوته بعد العلم یدل علی رضاه بجوار الجار الحادث ومعاشرته فتبطل شفعته به۔

۲۰، جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہو گیا فوراً اوسی جلسہ میں اپنے طلب شفعہ کرنے پر لوگونکو گواہ کرنا چاہیے اور تاخیر یا سکوت نکرنا چاہیے اسلیے کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد اوس نے سکوت کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفیع مشتری کے ہمسایگی اور اوس کے پاس رہنے سے راضی ہے لہذا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۲۱)، ولو اخبر بکتاب والشفعة فی اوله او وسطه فقرأ الکتاب الی آخره بطلت شفعته، اذا کان ذلك بعد علم

(۲۱)، اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوس خط کے اول میں یا اوسکے وسط میں بیع کا بیان تھا اور اخیر تک خط کو پڑھ گیا مگر شفعہ کو طلب نہیں کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

المشتري والثمن۔

(٢٢) فان اخبر بحضرة الشهود ليشهدهم عليه والا يطلب من غير اشهاد لان هذا الطلب صحيح من غير اشهاد

(٢٣) ويشترط ان يكون متصلا بعلمه عند عامة المشائخ وهو مروي عن محمد وعنه ان له التامل الى اخر المجلس كالمخيرة وبهذا اخذ الكرخي۔

ولو قال الشفيع بعد ما علم البيع الحمد لله او لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم او قال سبحان الله لا تبطل شفعته على هذه الرواية۔

وكذا لو قال من ابتاعها وبكم بيعت وكذا لو قال خلصني الله تعالى

(٢٤) ويصح الطلب بكل لفظ يفهم منه طلب الشفعة في الحال۔

(٢٥) ولا يجب عليه الطلب حتى يخبره رجلان غير عدلين او واحد عدل عند ابي حنيفة او رجل وامرأتان وعندهما يجب عليه الاشهاد اذا اخبر واحد حرا كان او عبدا صغيرا كان او كبيرا اذا كان الخبر حقا وان لم يطلب بطلت الشفعة

(٢٦) ولو اخبره المشتري بنفسه يجب عليه الطلب بالاجماع كيفما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة

بشرطیکہ اخیر تک پڑھنے سے پہلے اوسکو مشتری کی بقدر اور مشتری کا علم

(٢٢) اگر شفیع کو بیع کا حال علوم ہوتے وقت گواہ موجود ہون اوسوقت مین تو اونکو گواہ کر دینا چاہیے ورنہ بغیر کسی گواہ کئے ہوئے شفعہ طلب کرنا چاہیے اسواسطے کہ یہ طلب بغیر گواہ ہونے کے بھی صحیح ہو جاتی ہی۔

(٢٣) عامہ مشائخ کا مذہب تو یہی ہو کہ یہ طلب علم بیع کیساتھ معًا ہونے چاہیے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت یہی ہو مگر دوسری روایت امام محمد رح سے یہ ہی کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو فکر کر کے طلب کرنے کا اختیار ہی جسطرح خاوند عورت کو طلاق کا اختیار دے تو اخیر جلسہ تک عورت کو اختیار ہوتا ہی کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہی اور اگر شفیع نے علم بالبیع کے بعد الحمد للہ یا لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اس روایت کے موافق اوسکا شفعہ باطل نہو گا۔

اسیطرح اگر یہ بات کہے کہ یہ مکان کسنے خریدا ہی یا کس قیمت کو فروخت ہوا ہی یا یہ کہا کہ خدا تعالی نے مجھکو بچا دیا تو شفعہ باطل نہوگا

(٢٤) جس لفظ سے فی الحال طلب شفعہ سمجھی جائے خواہ وہ کوئی لفظ ہو اوس سے طلب شفعہ کرنا صحیح ہوتا ہی۔

(٢٥) امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک طلب شفعہ کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہی کہ ایک پرہیزگار مرد یا دو معمولی مرد یا دو عورتین اور ایک مرد شفیع سے بیع کا حال بیان کرین امام صاحبین فرماتے ہین فقط ایک شخص کے بیان کرنے سے شفیع کو طلب کرنا ضروری ہو خواہ وہ خبر دینے والا حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ مگر یہ شرط ہی کہ شفیع کے گمان مین وہ خبر صحیح ہو اگر اس صورت مین شفیع نے طلب شفعہ کیا

(٢٦) اگر خود مشتری نے شفیع سے بیع کا حال بیان کیا تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے خواہ وہ مشتری کیسا ہی شخص کیون ہو اسواسطے کہ مشتری اوسکا مدعی علیہ ہی اور مدعی مدعی علیہ کے اندر عادل ہونیکا

فی الخصوم -

لحاظ نہیں کیا جاتا ہے -

(۲۷) ثم اشهد على البائع لو كان المبيع في يده او اشهد على المشتري او اشهد عند العقار وهذا طلب التقرير وما ذكرنا طلب المواثبة -

(۲۷) علم بالبیع کے بعد شفیع کے اوپر جو طلب شفعہ لازم ہوتی ہے اوسکو طلب مواثبت کہتے ہیں اس طلب کے بعد شفیع کو چاہیے خواہ بائع کے سامنے لوگوں کو گواہ کرے یا مشتری کے رو برو یا اوس مکان کے پاس جاکر مگر بائع کے روبرو اوسیوقت گواہ کر سکتا ہے کہ مبیع

(۲۸) وكيفيته ان يقول ان فلانا باع هذه الدار ويذكر حدودها الاربعة وانا شفيعها وقد كنت طلبت شفعتها واطلبها الآن فاشهدوا على ذلك -

(۲۸) طلب تقریر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ شفیع یہ بات بیان کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان کو فروخت کیا ہے کہ جسکے حدود اربعہ یہ ہیں اور میں اوسکا شفیع ہوں اور طلب شفعہ کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں تم لوگ میرے لیے اسبات پر گواہ رہو -

(۲۹) ومدة هذا الطلب مقدرة بتمكنه من الاشهاد مع القدرة على احد هؤلاء الثلاثة حتى لو تمكن ولم يطلب الشفعة بطلت شفعته -

(۲۹) طلب تقریر کی مدت کچھ معین نہیں ہے بلکہ اوسکا تعین یہی ہے کہ جتنے عرصہ میں شفیع اون تینوں میں سے کسی کے پاس پہونچ کر لوگوں کو گواہ کر سکے اگر باوجود اسقدر مہلت ملنے کے اوسنے طلب تقریر نہیں کی تو شفعہ باطل ہوگیا -

(۳۰) وان قصد الابعد من هذه الثلاثة وترك الاقرب فان كانوا جميعا في مصره جاز استحسانا وان كان بعضهم في مصره والبعض الآخر في مصر آخر او في الرستاق فقصد الابعد وترك الذي في مصره بطلت شفعته

(۳۰) اگر اون تینوں میں سے قریب کو چھوڑ کر شفیع نے بعید کے پاس جاکر گواہ کیا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر یہ تینوں یعنے بائع اور مشتری اور مکان سب اوسیکے شہر میں ہیں تب تو استحسان کے طور پر اوسکی صحت کا حکم دیا جائیگا اور اگر مکان مثلاً اوسیکے شہر میں ہے مگر بائع اور مشتری کسی دوسرے

(۳۱) وان اشهد عند طلب المواثبة على البائع بان كان حاضرا او على المشتري او عند العقار يكفيه ذلك ويقوم مقام الطلبين ذكره شيخ الاسلام -

(۳۱) اگر طلب مواثبت کی وقت ہی شفیع نے بائع یا مشتری کے روبرو یا مکان کے پاس جاکر لوگوں کو گواہ کر دیا تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ یہ گواہ کرنا کافی ہوگا اور دونوں طلبوں کے قائم مقام ہو جائیگا یعنے اب اسکو طلب تقریر کی ضرورت نہ رہیگی -

(۳۲) وهي طلب ثالث وهو طلب الاخذ والتملك اشار اليه بقوله ثم لا تسقط الشفعة بالتاخير

(۳۲) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد شفیع کو طلب تملک کرنا چاہیے مگر صاحبین رح کا قول ہے کہ اگر اس طلب میں

اى بتاخير طلب الاخذ بعد ما استقرت شفعته بالاشهاد عندهما وعند محمد انه ان اخر هذا الطلب الى شهر من غير عذر بطلت الشفعة وبه قال زفر وهو رواية عن ابى يوسف وفى العيون وبعضنا افتى به وعنه انه قدره بثلاثة ايام

تاخیر ہو جائے اور طلب اشہاد کر چکا ہو تو اوسکا شفعہ ساقط نہین ہوتا ہے اور محمد رح کی نزدیک اگر بلا عذر ایک مہینہ تک طلب اشہاد کے بعد طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے زفر رح بھی اسی کے قائل ہین اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت مین یہی قول مروی ہے۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ ہمارے بعض فقہا نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور ایک روایت ابو یوسف رح سے یہ ہے کہ انہون نے تین یوم اوسکی مدت مقرر کی ہے

(۳۳) عن ابى يوسف اذا ترك المحاكمة والمرافعة الى القاضى فى زمان يقدر على ذلك بطلت الشفعة۔

(۳۳) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اتنی مدت پائے کہ اوس مدت مین طلب تملک کر سکتا ہو مگر نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(۳۴) وعند الشافعى فى الجديد واحمد فى رواية تبطل بالتاخير ولو بلا عذر۔

(۳۴) امام شافعی رح کا قول جدید اور نیز امام احمد رح سے ایک روایت ہے کہ طلب تملک مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے گو تاخیر بلا عذر نہ ہو

(۳۵) وعند مالك تبطل بمضى سنة

(۳۵) امام مالک رح کے نزدیک ایک سال کے گذر جانے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(۳۶) والفتوى على قول ابى حنيفة انها لا تبطل ابدا حتى يسقطها بلسانه لان الحق قد ثبت بالطلب فلا يبطل بالتاخير كسائر الحقوق۔

(۳۶) مفتی بہ قول اس بارہ مین امام صاحب رح کا قول ہے کہ جبتک شفیع خود شفعہ کو اپنی زبان سے ساقط نہ کرے اوس وقت تک ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ طلب کرنے سے حق شفعہ ثابت ہو گیا لہذا جسطرح اور حقوق کا حال ہے کہ تاخیر کرنے سے ساقط نہین ہوتی اسیطرح یہ بھی ساقط نہین ہو سکتا

(۳۷) ولو كان التاخير بعذر من مرض او سفر او حبس او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار فى بلده لا تسقط بالاجماع وان طالت المدة۔

(۳۷) اگر طلب تملک مین کسی عذر سے تاخیر ہو گئی مثلا بیمار رہتا یا سفر مین تھا یا قید خانہ مین تھا یا اوس کے شہر مین ایسا قاضی نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو باتفاق ائمہ اس شخص کا شفعہ ساقط نہین ہوتا اگرچہ مدت دراز گذر جائے۔

(۳۸) فان طلب الشفيع الشفعة عند القاضى سأل القاضى المدعى عليه وهو المشترى عن الدار التى يشفع بها الشفيع هل هى ملك للشفيع ام لا فان اقر المشترى بملك ما يشفع به او نكل

(۳۸) جسوقت شفیع طلب تملک کرے یعنے قاضی کے روبرو اپنے شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مشتری سے سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسکی ملک ہے یا نہین اگر اس صورت مین مشتری نے اقرار کیا کہ وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا اسبات کا منکر ہو کر پھر حلف کرنے سے

المشتری عن الیمین بعد ما انکر او برھن الشفیع ای اقام بینۃ انھا ملکہ ثم سالہ ای سأل القاضی المشتری عن الشراء فیقول لہ اشتریت ام لا فان اقر المشتری بہ ای بالشراء او نکل عن الیمین بعد ما انکر او برھن الشفیع ای اقام بینۃ علی الشراء قضی القاضی بھا ای بالشفعۃ لثبوتہ عندہ۔

والواجب فی ھذا ان یسال القاضی اولا المدعی عن موضع الدار من مصر و محلۃ و حدودھا لانہ ادعی فیھا حقا فلابد ان تکون معلومۃ۔

فاذا بین ذلک سال ھل قبض المشتری الدار ام لا لانہ اذا لم یقبضھا لا تصح دعواہ علی المشتری حتی یحضر البائع فاذا بین ذلک سالہ عن طلب التقریر کیف کان و عند من اشھد فاذا بین ذلک کلہ تم دعواہ ثم اقبل علی المدعی علیہ فسالہ عن الدار التی یشفع بھا ھل ھی ملک الشفیع ام لا فان اعترف ثبت باعترافہ و ان انکر کلف القاضی الشفیع اقامۃ البینۃ علی انہ مالک لما یشفع بہ۔

وعند زفر یقضی بظاھر الید

انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ وہ مکان میرا مملوک ہے تو بہرحال اسکے بعد قاضی کو مشتری سے خریدنیکی نسبت سوال کرنا چاہیے کہ تونے یہ مکان مشفوعہ خریدا ہی یا نہیں اگر وہ خریدنیکا اقرار کرلے یا انکار کرکے پھر حلف کرنے سے بھی انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ مکان مشفوعہ اس مدعی علیہ نے خریدا ہی تو تحقیق قاضی کو شفعہ کا حکم دیدینا چاہیے اسواسطے کہ اس گفتگو سے قاضی کے نزدیک شفعہ ثابت ہوگیا۔ اور شروع سے اس گفتگو کا طریقہ یہ ہے کہ اولا قاضی کو مدعی سے مکان مشفوعہ کا پتا و نشان دریافت کرنا چاہیے کہ کونسے شہر مین اور کونسے محلہ مین ہے اور اوس کے حدود اربعہ کیا ہین اسواسطے کہ جب اس مکان مین وہ اپنے حق کا دعوی کرتا ہے تو قاضی کو اوس مکان کا معلوم ہونا ضروری ہی جب مدعی اس کا بیان کرچکے تو قاضی اوس سے سوال کرے کہ مشتری نے اوس پر اپنا قبضہ کرلیا ہے یا نہین اسواسطے کہ اگر مشتری کا قبضہ نہین ہوا ہے تو بغیر موجودگی بائع کے مشتری پر مدعی کا دعوی صحیح نہوگا جب اسکو بھی بیان کردے تو قاضی اوس سے یہ بات دریافت کرے کہ طلب تقریر تونے کسطور پر کی اور کس کے پاس گواہ کیا جب اسکا بھی جواب دیدے تو اوسکا دعوی پورا ہو جائیگا اسکے بعد قاضی کو مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہونا چاہیے اور اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہی وہ شفیع کی ملک ہی یا نہین اگر اوس نے اقرار کرلیا تو شفیع کی ملکیت اوس کے اقرار سے ثابت ہوگئی اور اگر مشتری نے کہا کہ وہ مکان شفیع کی ملک نہین ہی تو شفیع سے اسبات کے گواہ لیے

وهو احدى الروايتين عن ابي يوسف وقول الشافعي لان اليد دليل الملك ظاهرا ولنا ان الظاهر يكفي للدفع دون الالزام۔

فان عجز عن البينة فطلب يمينه استحلف المشترى بالله ما يعلم انه مالك للذى ذكره مما يشفع به عند ابي يوسف وعند محمد يحلف على البتات فان نكل او اقام الشفيع بينة او اقر المشترى بذلك ثبت ملك الشفيع في الدار التي يشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك سال القاضي المدعى عليه فيقول له هل اشتريت ام لا فان انكر الشراء قال للشفيع اقم البينة انه اشترى فان عجز عن اقامة البينة وطلب يمين المشترى استحلف بالله ما اشترى او بالله ما يستحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذى ذكره فهذا تحليف على الحاصل وهو قول ابيحنيفة ومحمد والاول على السبب وهو قول ابي يوسف فان نكل او اقر او اقام الشفيع بينة قضى بها لظهور الحق بالحجة۔

(٣٩) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن وقت الدعوى فيجوز له المنازعة وان لم

چاہیین کہ وہ مکان کا مالک ہی اور امام زفر رح فرماتے ہین فقط ظاہری قبضہ سے ملکیت کا حکم دیدیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہی اور امام شافعی رح کا قول بھی یہی ہے اسواسطے کہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے مگر حنفیہ کہتے ہین ظاہری قبضہ دوسرے کے ملکیت کی دفع کرنیکو کافی ہو سکتا ہی مگر دوسرے کے اوپر اوس کے ذریعہ سے حق ثابت نہین ہو سکتا۔ العرض جسوقت قاضی نے شفیع سے گواہ طلب کیے اور گواہ نہ لاسکا بلکہ اوس نے مشتری سے حلف لینے کی درخواست کی تو مشتری سے ابو یوسف رح کے نزدیک حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مجھکو معلوم نہین کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی وہ اوسکی ملک ہی اور محمد رح فرماتے ہین حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم وہ مکان شفیع کی ملک نہین ہی بہرحال اگر مشتری اس حلف سے انکار کرے یا خود شفیع ملکیت کے گواہ سنا دے یا مشتری اوسکی ملکیت کا اقرار کرلے تو جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس مکان مین شفیع کی ملکیت ثابت ہوجائیگی اور شفعہ کا سبب متحقق ہو جائیگا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان مشفوعہ خریدا ہی یا نہین اگر خریدنے سے انکار کرے تو شفیع سے اسبات کے گواہ طلب کیے جائینگے کہ وہ مکان مشتری نے خریدا ہی اگر گواہ نہ لاسکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم مین نے نہین خریدا ہی یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس وجہ سے اس مکان مین یہ شخص شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس وجہ سے یہ شفعہ کا مستحق نہین ہی کہ دوسرا حلف حاصل کے اوپر ہے اور ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول یہی ہی اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور ابو یوسف رح کا قول یہی ہی بہرحال

(٣٩) دعوی کے وقت شفیع پر ثمن کا موجود کر دینا ضرور نہین ہی اگر قاضی کے پاس ادا دینے ثمن حاضر نہین کیا ہی اوسوقت بھی

بحضرة الثمن الى مجلس القاضي۔

(۴۰) وعن محمد لا يقضى له بها حتى يحضر الثمن وهو رواية الحسن عن ابيحنيفة احترازا عن توى الثمن۔

(۴۱) وجه الظاهر انه لا يجب عليه الا بعد القضاء لانه قبل القضاء غير واجب عليه فلا يطالب به۔

(۴۲) وعند الشافعي ينتظر الى ثلاثة ايام وعند مالك واحمد يومين۔

فان احضر الثمن فيها والا فسخ فان قال ليس عندي الثمن او احضره غدا او ما اشبه ذلك تبطل الشفعة

وعند الثلاثة لا بل انما يلزم الشفيع احضار الثمن بعد القضاء اي بعد قضاء القاضي بالشفعة لما ذكرنا۔

(۴۳) وخاصم الشفيع البائع لو اي لو كان المبيع في يده لان له يد الحقة اصالة فكان خصما كالمالك بخلاف المودع والمستعير ونحوهما لان يدهم ليست باصالة فلا يكون خصما۔

ولا يسمع القاضي البينة حتى يحضر المشتري لان لكل

منازعت کرنے کا مُجاز ہے۔

(۴۰) محمد رح سے مروی ہے تاوقتیکہ شفیع ثمن کو لاکر موجود نہ کردے قاضی کو اوسکے لیے شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے ایسا نہو کہ ثمن ہلاک ہو جائے اور مشتری کے حق تلفی ہو حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے بھی اس قول کو روایت کیا ہے۔

(۴۱) ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے ادائے ثمن او وقت واجب ہوتا ہے کہ قاضی شفعہ کا حکم دیدے اوس سے قبل واجب نہین ہوتا اور جب اوپر واجب نہین ہے تو اوس سے مطالبہ نہین ہو سکتا۔

(۴۲) شافعی رح کے نزدیک حکم قاضی کے بعد تین یوم تک ثمن کا انتظار ہو سکتا ہے اور مالک اور احمد رح کے نزدیک صرف دو روز تک ہو سکتا ہے اگر اس عرصہ مین اوس نے ثمن لاکر حاضر کردیا تب تو خیر ورنہ شفعہ فسخ ہو جائیگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ میرے پاس ثمن نہین ہے یا یہ کہا کہ کل کو حاضر کردونگا یا اسی قسم کا کوئی لفظ کہا تو شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باطل نہوگا۔

بلکہ جب قاضی شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو اوسکے بعد شفیع کو ثمن کا حاضر کرنا چاہیے اسواسطے کہ حکم قاضی کے بعد ثمن کا ادا کرنا اوس کو واجب ہو جاتا ہے۔

(۴۳) اگر مبیع ہنوز بائع کے پاس موجود ہے تو شفیع بائع سے بھی مخاصمت کرتا ہے اسواسطے کہ بائع کا قبضہ ذاتی اور اصلی طور پر ہے لہذا جسطرح مالک یعنے مشتری سے مخاصمت ہو سکتی ہے اوسیطرح بائع سے بھی اس حالت مین ہو سکتی ہے بخلاف اوس صورت کے کہ وہ مکان کسی کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہو کہ اوس شخص سے شفیع مخاصمت نہین کر سکتا ہے کیونکہ اوسکا قبضہ ذاتی طور پر نہین ہے مگر جسوقت تک مشتری موجود نہو

منهما في المبيع حقاللبائع اليد وللمشترى الملك والشفيع يتعرض للحقين جميعا فلا بد من حضورهما فيفسخ البيع بمشهدٍ اى بمشهد المشترى اى بحضوره بخلاف مابعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم فصار البائع اجنبيا عنهما۔

(۴۴)، والعهدة وهى ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع عندنا۔

وقالت الثلاثة على المشترى و الاصل فى ذلك ان حقوق العقد ترجع الى المالك عندهم والى العاقد عندنا۔

(۴۵)، والوكيل بالشراء خصم للشفيع مالم يسلم المبيع الى الموكل لان الوكيل هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيكون متوجها عليه الا ان يسلم الدار الى الموكل فيخرج عن الخصومة وعند الثلاثة الخصم هو الموكل ابتداء لان الوكيل بمنزلة السفير۔

(۴۶)، وللشفيع خيار الروية والعيب وان شرط المشترى البراءة منه اى من العيب بالاجماع لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء فيثبت فيها الخيار و لا يسقط برؤية المشترى بشرط

قاضی کو شفیع کے گواہ نہ سننے چاہییں اسواسطے کہ اس بیع میں ابتک دونوں کا حق ہے اسلیے کہ قبضہ اگرچہ بائع کا ہے مگر ملک مشتری کی ہے اور شفیع دونوں حقوق میں دخل دیتا ہے لہذا بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مشتری کے روبرو اس بیع کو فسخ کر دیا جائے اور اگر مشتری کا مبیع پر قبضہ ہو گیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور بائع کے حاضر ہونیکی ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ جب مشتری کا قبضہ ہو گیا تو اب بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور بیع تمام ہو گئی۔

(۴۴)، حنفیہ کے نزدیک اگر مکان مبیع میں کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوسکے ثمن کا ذمہ دار ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مشتری ذمہ دار ہوگا اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع کے احکام مالک کی طرف راجع ہوتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک عقد کرنے والے کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

\+ + + + +

(۴۵)، اگر ایک شخص کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو جبتک وہ مکان موکل کے قبضہ میں نہ آجائے اوسوقت تک شفیع وکیل سے مخاصمت کر سکتا ہے اسواسطے کہ عقد کرنے والا یہان پر وکیل ہے اور شفعہ عقد کے احکام میں سے ہے لہذا وکیل سے مخاصمت کیجائیگی مگر جس صورت میں وہ مکان موکل کے قبضہ میں دیدے کہ اب وکیل سے خصومت نہیں ہو سکتی اور ائمہ ثلاثہ یعنے شافعی اور احمد اور مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شروع ہی سے دعوی موکل کے اوپر ہے کیونکہ وکیل محض بمنزلہ ایلچی کے ہے۔

(۴۶)، اگرچہ مشتری نے بائع سے عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لی ہو مگر شفیع کو بالاتفاق خیار رویت اور خیار عیب حاصل رہتا ہے اسواسطے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خریدنے کے ہے لہذا شفیع کو لامحالہ اختیار ثابت ہوگا اور مشتری کے دیکھ لینے یا عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لینے سے شفیع کا اختیار ساقط نہوگا کیونکہ شفیع

براءتہ لان الشفیع لیس بنائب عنہ فلا یسقط حقہ باسقاط المشتری۔

اس مشتری کا نائب نہیں ہے لہذا مشتری کے ساقط کرنے سے اوسکا حق ساقط نہوگا۔

(۴۷، وان اختلف الشفیع والمشتری فی مقدار الثمن فالقول للمشتری لانہ منکر لان الشفیع یدعی استحقاق الاخذ عند نقد الاقل والمشتری ینکرہ ولا یتحالفان لان التحالف عرف بالنص فیما اذا وجد الانکار من الجانبین والدعوی من الجانبین والمشتری لا یدعی علی الشفیع شیئا فلا یکون الشفیع منکرا ولا یکون فی معنے ما ورد بہ النص فامتنع القیاس۔

(۴۷، اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کی مقدار مین اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوتا ہے اسواسطے کہ مشتری منکر ہوتا ہے کیونکہ شفیع اسبات کا مدعی ہے کہ تھوڑا ثمن دیکر مین اس مکان کے لینے کا مستحق ہوں اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہے مگر اون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونوں طرف سے حلف لینے کا حکم نص سے صرف اُس صورتمین ثابت ہوا ہے کہ دونوں طرف سے دعوی اور دونوں طرف سے انکار پایا جائے اور یہاں مشتری شفیع پر کسی چیز کا دعوی نہیں کرتا کہ شفیع اوسکا منکر ہو تا پس مورد نص مین داخل نہوا اور اوسپر قیاس نہیں کر سکتے۔

(۴۸، وان برھنا ای وان اقام کل واحد منھما البینۃ علی دعواہ فللشفیع ای فالبینۃ بینۃ الشفیع عندھما

(۴۸، اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ سنا دے تو صاحبین رہ کے نزدیک شفیع کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۴۹، وعند ابی یوسف البینۃ بینۃ المشتری لانھا تثبت الزیادۃ وعند الشافعی واحمد تھاترتا والقول للمشتری وعنھما یقرع وعند مالک یحکم بالاعدل والا بالیمین۔

(۴۹، صورت مذکورہ بالامین ابو یوسف رہ کے نزدیک مشتری کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک زیادہ بات ثابت ہوتی ہے اور شافعی اور احمد رہ کے نزدیک دونوں کے گواہ نامعتبر ہونگے اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائیگا اور ان دونوں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قرعہ اندازی کیجائیگی اور امام مالک رہ فرماتے ہیں

(۵۰، ولھما ان بینۃ الشفیع ملزمۃ وبینۃ المشتری غیر ملزمۃ لان الشفیع لو ترک الدعوی یترکہ فیکون الملزم اولی۔

(۵۰، صاحبین رہ کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے گواہوں سے دوسرے پر حق لازم ہوتا ہے اور مشتری کے گواہوں سے لازم نہیں ہوتا ہے کیونکہ اگر شفیع اپنا دعوی چھوڑ دے تو مشتری خود چھوڑ دیتا ہے لہذا شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

م گر دونوں کے گواہ نہیں بلکہ گواہ زیادہ پرہیزگار ہونگے انکا اعتبار کیا جائیگا ورنہ قسم لیجائیگی۔

(۵۱) وان ادعى المشترى ثمنا وادعى بائعه اقل منه والحال انه لم يقبض الثمن اخذها اى المشفوعة الشفيع بما قال البائع لان الامران كان كما قاله البائع فالشفيع ياخذه به وان كان كما قاله المشترى يكون حطا عن المشترى بدعواه الاقل وحط البعض يظهر فى حق الشفيع فياخذه به ولو كان ما ادعاه البائع اكثر مما ادعاه المشترى تحالفا وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الاخر فياخذها الشفيع بذلك وان فسخ القاضى العقد بينهما ياخذه الشفيع بما يقوله البائع۔

(۵۱) اگر مشتری کہتا ہے یہ مکان مین نے سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع کہتا ہے مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے اور ہنوز بائع نے ثمن کو وصول نہین کیا تو شفیع اس صورت مین پچاس روپیہ دیکر مکان مشفوعہ کو لے سکتا ہے اسلیئے کہ اگر فی الحقیقت پچاس کو خرید ا ہے تب تو شفیع کو پچاس ادا ہی کرنے چاہیئن اور اگر سو کو خریدا ہے تو بائع کا یہ کہنا کہ مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے ثمن کا کم کردینا خیال کیا جائیگا اور یہ کمی شفیع کے حق مین ظاہر ہو جائیگی سو اسلئے پچاس سے لے سکیگا اور اگر مشتری پچاس کا دعوی کرتا ہے اور بائع سو کا مدعی ہے تو اون دونون سے حلف لیا جائیگا اور جو کوئی حلف سے انکار کرے گا ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسی کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑیگا۔ اور اگر قاضی نے بائع اور مشتری کے عقد کو فسخ کر دیا تو بائع کے قول کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۵۲) وان قبض البائع الثمن فى المسئلة المذكورة اخذها الشفيع بما قال المشترى اذا ثبت ذالك بالبينة او بيمينه ولا يلتفت الى قول البائع لان باستيفاء الثمن انتهى العقد وصار البائع كالاجنبى وعند الثلاثة يؤخذ بقول المشترى هنا ايضا۔

(۵۲) اگر صورت مذکورہ بالا مین بائع نے ثمن کو وصول کر لیا ہے تو مشتری کے بیان کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا بشرطیکہ مشتری گواہ سنا دے یا حلف کرلے اسلیئے کہ وصول ثمن کے بعد عقد تمام ہو گیا اور بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک پہلی صورت مین بھی مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۵۳) وحط البعض اى بعض الثمن يظهر فى حق الشفيع حتى ياخذه بما بقى لان الحط ملتحق باصل العقد صار الباقى هو الثمن وعند الثلاثة لا يظهر

(۵۳) اگر بائع نے ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر کمی سے مکان کو لے سکیگا اسواسطے کہ جب یہ کمی نفس بیع کے اندر داخل ہو گئی تو کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہے اوسیقدر ثمن مقرر ہو گیا اور

ولا یسقط عن الشفیع بل علیه الثمن المسمی و قد مر اصل هذا فی کتاب البیوع۔

ائمہ ثلثہ کے نزدیک شفیع سے کمی نہ کیجائیگی بلکہ جو ثمن پہلے قرار پایا ہے وہی ثمن اوسکو دینا پڑے گا۔ کتاب البیوع میں اس مسئلہ کی اصل گذر چکی ہے۔

(۵۴) لا یظهر حط الکل ای کل الثمن یعنی لو حط البائع کل الثمن عن المشتری لم یسقط عن الشفیع بالاجماع لانه یصیر بیعا بلا ثمن وانه باطل۔

(۵۴) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا تو بالاتفاق شفیع کے ذمہ سے ساقط نہوگا اسواسطے کہ یہ بیع بلا ثمن ہو گی اور بیع بلا ثمن باطل ہوتی ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۵۵) ولا یظهر ایضا الزیادة علی الثمن بعد عقد البیع حتی لا تلزمه الزیادة بالاجماع لان فی اعتبارها الحاق الضرر به وهو مدفوع۔

(۵۵) اگر بیع ہو جانے کے بعد مشتری نے بائع کے لیے ثمن بڑھا دیا تو بالاتفاق وہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی اسواسطے کہ اگر اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے تو اسمین شفیع کا ضرر ہے اور شریعت کے اندر ضرر مدفوع ہے۔

(۵۶) وان اشتری دارا بعرض او بعقار اخذها ای الدار الشفیع بقیمته ای بقیمة ذلك العرض او العقار واخذها بمثله ای بمثل ذلك العرض لو کان مثلیا ای من ذوات الامثال کالمکیل والموزون والعددی المتقارب کما فی ضمان العدوان۔

(۵۶) اگر ایک مکان بعوض ایک زمین کے یا بعوض منقول چیز کے خرید اتو شفیع کو اوس کے بدلے میں زمین اور اس چیز کی قیمت ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ چیز مثلی یعنے ذوات الامثال میں سے ہو مثلاً وہ چیزیں جو ناپ یا تول یا گنتی سے فروخت ہوتے ہیں تو شفیع کو اوسکا مثل ادا کرنا چاہیے جسطرح قصدًا ہلاک کرنے کے صورت مین تاوان کا قاعدہ ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(۵۷) واخذها الشفیع بحال ای بثمن حال لو کان الثمن مؤجلا بان کان المشتری اشتراها الی اجل او یصبر الشفیع عن الاخذ حتی یمضی الاجل المضروب بین البائع والمشتری فیاخذها

(۵۷) اگر مشتری نے ایک مکان کچھ مدت کے بعد ثمن ادا کرنے کے وعدہ پر خریدا ہے تو شفیع اسطرح اسکو نہیں لے سکتا بلکہ فی الحال اوسکو ثمن ادا کرنا پڑے گا یا اوس مدت معین تک شفیع کو صبر کرنا پڑے گا بعد ازان اوس ثمن سے لے سکیگا جو اونکے مابین قرار پایا ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

بعد ذلك۔

(۵۸) وقال زفر ومالك واحمد والشافعی فی القديم له ان ياخذها فی الحال بالثمن المؤجل لان الشراء وقع به ولنا ان الاصل فی الثمن ان يكون حالا وانما يؤجل بالشرط ولا شرط فی حق الشفيع۔

(۵۸) زفر اور مالک اور احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ صورت مذکورہ مین شفیع اوسیوقت اوس مکان کو اوسی مدت کے وعدہ پر فی الحال لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوس مکان کی بیع اسیطرح واقع ہوی ہی۔ حنفیہ یہ وجہ بیان کرتے ہین کہ اصل مین ثمن اوسیوقت ادا کرنے کی چیز ہی اور اوسکا اندر تاخیر صرف شرط لگانے سے ہوجاتی ہی اور شفیع کے حق مین وہ شرط نہین لگائی گئی ہے۔

(۵۹) ثم لابد من الطلب ان كان يصبر الی حلول الاجل حتی لو سكت ولم يطلب فی الحال بطلت شفعته عندهما وعند ابی يوسف لا تبطل بالتاخير الی حلول الاجل لان الطلب ليس بمقصود لذاته بل للاخذ وهو لا يتمكن منه فی الحال بثمن مؤجل فلا فائدة فی طلبه فی الحال ولهما ان حقه قد ثبت ولهذا له ان ياخذ بثمن حال ولولا ان حقه ثابت لما كان له ذلك والسكوت عن الطلب بعد ثبوت حقه يبطل الشفعة۔

(۵۹) مگر صورت مذکورہ مین اگر شفیع کو اوس مدت معین کے گذرنے کا انتظار کرنا منظور ہو تو بھی اوسکو طلب شفعہ اوسیوقت کرنا چاہیے اگر فی الحال شفعہ طلب نہ کیا بلکہ سکوت کرلیا تو صاحبین رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ کوئی مقصود بالذات چیز نہین ہی بلکہ لینے کی غرض سے طلب کیا جاتا ہی اور وہ اس صورت مین مکان کو فی الحال نہین لے سکتا پھر ہو سکے فی الحال طلب کرنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ اوسکا حق تو ثابت ہوچکا و لہذا فی الحال ثمن دیکر فی الحال مکان کو لے سکتا ہے اگر حق ثابت نہوتا تو کسطرح لے سکتا تھا اور یہ قاعدہ ہی کہ اگر ثبوت حق کے بعد پھر طلب شفعہ سے سکوت کیا جائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(۶۰) واخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير ان كان الشفيع ذميا صورته اشتری ذمی من ذمی عقار الخمر اوخنزير فان كان شفيعه ذميا اخذه بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا بيع صحيح فيما بينهم فاذا صح ترتب عليه

(۶۰) ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک مکان بعوض شراب یا خنزیر کے خریدا اور اوسکا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت ادا کرکے مکان کو لے سکتا ہی اسواسطے کہ اس قسم کی بیع ذمی لوگونکے باہم درست ہی اور جب درست ہوئی تو بیع کے احکام مثل شفعہ وغیرہ کے اوسپر مترتب ہونگے مگر ذمی کو چونکہ

احکام البیع مثل الشفعة ونحوها غیر ان الذمی لایتعذر علیه تسلیم الخمر فیاخذ بها لانها من ذوات الامثال والخنزیر من ذوات القیم فیجب علیه قیمته۔

شراب کے بدلہ شراب کا دینا دشوار نہین ہے اسواسطے اُسکو شراب دینی پڑیگی اور خنزیر چونکہ غیر مثلی چیز ہے اسواسطے اُسکی قیمت ادا کرنی پڑیگی

وان کان الشفیع مسلما وذمیا اخذ کل واحد منهما النصف بما ذکرنا من قیمة الخمر او مثلها ولو اسلم الذمی صار حکمه حکم المسلم من الابتداء فیاخذها بالقیمة والمستامن کالذمی فی جمیع ذلك۔

اور اگر اس صورت مین ایک مسلمان اور ایک ذمی شخص شفیع ہین تو ہر ایک نصف مکان کو شراب کی قیمت یا شراب کے بدلہ شراب دیکر لے سکتا ہے۔ اور اگر ذمی مسلمان ہوگیا تو اوس کا حکم اوس شخص کے مانند ہے جو پیشتر سے ہی مسلمان ہو اور مستامن کا حال تمام احکام مین ذمی کا سا ہے

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۶۱) واخذ بقیمتهما ای بقیمة الخمر وقیمة الخنزیر لو کان الشفیع مسلما لانه لایقدر علی تسلیم المثل لکونه ممنوعا عن تملیکهما وتملکهما فیجب علیه قیمتهما کما فی ضمان العدوان۔

(۶۱) اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے بعوض شراب یا سوئر کے ایک مکان خریدا اور ایک مسلمان کا اوسمین شفعہ ہے تو اس مسلمان کو اون دونون کی قیمت ادا کرنی پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان اون کا لین دین نہین کر سکتا لہذا اونکی قیمت اوسکو دینی پڑیگی جسطرح قصداً ہلاک کرنے کی صورتمین تاوان دینے کا قاعدہ ہے۔

(۶۲) واخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس لو بنی المشتری علی الارض المشفوعة او غرس فیها او کلف الشفیع المشتری قلعهما ای قلع البناء والغرس ویاخذ الارض فارغة۔

(۶۲) اگر مشتری نے زمین مشفوعہ مین کچہ عمارت بنالی یا درخت لگا لیے تو شفیع کو زمین کے ثمن کے ساتھ اس عمارت اور درختون کی قیمت بھی ادا کرنی پڑیگی ورنہ شفیع کو مشتری سے یہ درخواست کرنی پڑیگی کہ اپنی عمارت اور درختون کو گرا کر لیجائے اور شفیع کو زمین خالی کرکے دیدے۔

(۶۳) وعن ابی یوسف انه لایکلفه بالقلع ولکنه بالخیار ان شاء اخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس وان شاء ترك وبه قال مالك والشافعی

(۶۳) صورت مذکورہ بالا مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شفیع اوس عمارت اور درختون کے گرانے کی درخواست مشتری سے نہین کر سکتا بلکہ صرف اوس کو اسبات کا اختیار ہے کہ یا تو زمین کے ثمن کے ساتھ عمارت اور درختون کی قیمت بھی دیکر اونکو لیلے یا بالکل

فی قول * * * * *
وعن الشافعی واحمد لیس له
قلعهما بل یاخذها بقیمتها فقط۔

شفعہ کو ترک کردے اور امام مالک رح اور امام شافعی رح سے بھی ایک روایت مین یہی آیا ہی مگر دوسری روایت یہ ہی کہ مشتری اوس عمارت اور درختون کو نہین گرا سکتا بلکہ شفیع کو قیمت ادا کرکے اونکا لینا پڑے گا۔

(۶۴) وجه الظاهر ان المشتری تصرف فی ارض تعلق بها حق متاکد للغیر من غیر تسلیط من جهته فینتقض

(۶۴) ظاہر روایت کی وجہ یہ ہی کہ مشتری نے اس جگہ ایسی زمین مین تصرف کیا ہی جسمین دوسرے کا حق مستحکم ہو گیا ہی اور یہ تصرف دوسرے کے بلا اجازت ہی لہذا اوسکا تصرف باطل ہو جائیگا۔

(۶۵) فان قلعهما ای البناء والغرس الشفیع فاستحقت الارض بعد ذلك فکلف المستحق الشفیع بالقلع فقلعهما رجع الشفیع علی المشتری بالثمن لانه تبین ان المشتری اخذ الثمن من الشفیع بغیر حق لان الارض لم تکن فی ملکه فیسترد الشفیع منه الثمن فقط یعنی لا یرجع بقیمة البناء والغرس لا علی البائع ان کان اخذها منه ولا علی المشتری ان اخذها منه معناه لا یرجع بما نقص بالقلع وعن ابی یوسف انه یرجع به لانه متملك علیه فکان کالمشتری۔

(۶۵) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے عمارت اور درختون کو اوکھاڑ ڈالا بعد ازان اوس زمین مین کسی اجنبی شخص کا حق برآمد ہوا تو شفیع مشتری سے ثمن واپس لے سکتا ہی اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مشتری نے ناحق شفیع سے ثمن لیا ہی اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ زمین اوس کی ملک نہین تھی لہذا اوس سے ثمن واپس لیا جائیگا مگر عمارت اور درختون کی قیمت کا مطالبہ کسی سے نہ کر سکیگا نہ بائع سے نہ مشتری سے یعنے درختون اور عمارت کے گرا دینے سے اوس زمین کی قیمت مین جو کچھ کمی لاحق ہوگی اوسکا مطالبہ نہین کر سکتا اور ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ واپس لے سکتا ہی اسواسطے کہ جب اوس نے بائع سے حق تملک کی رغبت کی ہی تو وہ بمنزلہ مشتری کی ہے۔

* * * * *

* * * * *

(۶۶) وجه الظاهر وهو الفرق بينه وبين المشتری ان المشتری مغرور من جهة البائع ومسلط علیه من جهته ولا غرور ولا تسلیط للشفیع من جهة المشتری لان الشفیع اخذها منه جبرا

(۶۶) ظاہر مذہب کی وجہ یہ ہی کہ بائع اور مشتری مین فرق ہی کہ مشتری تو بائع کے فریب مین آ سکتا ہے اور بائع کی طرف سے اوسکو تملیک ہو سکتی ہی اور شفیع مین یہ بات نہین ہی اسواسطے کہ وہ جبرًا مالک بنجاتا ہی کسی کے مالک بنانے سے نہین مالک بنتا یا کسی کے فریب مین نہین آتا۔

* * * * *

(۶۷)، واخذها الشفیع بکل الثمن ان خربت الدار بعد شراء المشتری من غیر صنع احد او جف الشجر کذلک لانهما تابعان للارض حتی ید خلان فی البیع من غیر ذکر فلا یقابلها شئ من الثمن ولهذا یبیعهما فی هذه الصورة مرابحة بلا بیان۔

بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق الماء حیث یسقط من الثمن بحصته لان الفائت ههنا بعض الاصل هذا اذا انهدم البناء ولم یبق له نقض ولا یبقی من الشجر شئ من حطب او خشب واما اذا بقی شئ من ذلک فلا بد من سقوط بعض الثمن فیقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ۔

(۶۷)، اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسکے اندر کچھ درخت بہی تھے بعد ازان وہ مکان خودبخود خراب ہوگیا یا درخت خودبخود خشک ہوگیے تو شفیع کو اوس مکان اور درختون کا پورا ثمن ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ درخت وغیرہ زمین کے توابع مبیع مین اسیوجہ سے بغیر ذکر کیے یہ چیزین زمین کے بیع مین داخل ہوجاتی ہین اسلیے ثمن کا کوئی حصہ انکے مقابل نہ سمجہا جائیگا ولہذا یہ مشتری کچہ نفع لیکر بغیر بیان کیے اس صورتمین اوس زمین کو شرعاً فروخت کرسکتا ہے۔ اور اگر زمین کا کچہ حصہ پانی مین غرق ہوکر تلف ہوجائے تو اوسی کے قدر شفیع سے ثمن مین کمی کردیجائیگی اور صورت مذکورہ بالامین حکم مذکور اوسوقت ہے کہ عمارت گرجانے کے بعد عمارت کا ملبہ اور درخت خشک ہوجانے کے بعد درختون کی لکڑیان باقی نہ رہی ہون اور اگر باقی ہین تو ضرور ثمن مین کمی کردیجائیگی اور مکان اور ملبہ کی قیمت پر وہ ثمن تقسیم کیاجائیگا مگر مکان کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو خریدتے وقت ہوتی ہوگی اور ملبہ کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو لیتے وقت ہوگی۔

✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤

(۶۸)، واخذها بحصة العرصة ان نقض المشتری البناء لانه صار مقصودا بالاتلاف والتبع اذا صار مقصودا به یقابله شئ من الثمن بخلاف الاول لان الهلاک ثمه بآفة سماویة فاذا کان له حصة من الثمن یقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد علیهما

(۶۸)، اگر ایک شخص نے مکان خریدکر اوسکی عمارت کو خود اوکہاڑ ڈالا تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کردیجائیگی اور جسقدر ثمن زمین کے حصہ مین پڑیگا اوسیقدر شفیع کو ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ مشتری نے جب خود اوسکو اوکہاڑا ہے تو وہ ایک مقصود بالذات چیز قرار پائی اور توابع جب مقصود بالذات ہوجاتے ہین تو ثمن کا ایک جز بھی اونکے مقابل مین خیال کیاجاتا ہے بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہان آفت سماوی سے عمارت وغیرہ تلف ہوگئی ہے جسمین مشتری کو کچہ دخل نہین ہے اور جب اوسکے مقابل مین بھی ثمن کا ایک حصہ واقع ہوا

(۶۹)، بخلاف المسئلة الاولی وهو

(۶۹)، اور اگر خرید شدہ مکان کی عمارت خود منہدم ہوجائے

۳؎ زمین اور عمارت کی قیمت پر اوس کا ثمن تقسیم کریںگے اور زمانہ بیع کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

ما اذا انهدم بنفسه وكان النقض باقيا حيث يعتبر فيها قيمة النقض يوم الاخذ بالشفعة لانه صار له قيمة بالحبس ونقض الاجنبي البناء كنقض المشتري

(٧٠) والنقض بكسر النون بمعنى المنقوض كالنكث بمعنى المنكوث وجاء النقض بفتحتين له اي للمشتري لان الشفيع انما ياخذه بطريق التبعية للعرصة وقد زالت بالانفصال

(٧١) واخذها الشفيع بثمرها ان ابتاع اي ان اشترى المشتري ارضا ونخلا وثمرا بان شرطه في البيع او اشترى ارضا ثم اثمر النخل في يده اي في يد المشتري بعد الشراء لانه باتصال خلقة صار تبعا من وجه.

(٧٢) وان جذه بالذال المعجمة المشددة اي وان قطع المشتري الثمر فيما اذا اشتراها بالثمن بالشرط سقطت حصته اي حصة الثمر من الثمن لانه لما دخل بالتسمية صار اصلا وكذلك اذا هلك بآفة سماوية واما في الفصل الثاني فيأخذ الارض والنخل بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يدخل عند الاخذ في المبيع الا تبعا فلا يقابله

اور اسکا ملبہ باقی ہو تو اس ملبہ کی وہ قیمت لگائی جائیگی جو شفعہ کے ذریعہ سے لیتے وقت اوسکی قیمت ہی کیونکہ روکے رہنے سے اوسکی قیمت ہوئی ہے اور اگر کوئی اجنبی شخص اوس مکان کی عمارت کو منہدم کردے تو اوسکو بھی مشتری کے منہدم کرنیکا حکم

(۷۰) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود منہدم کیا ہو تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کرکے عمارت کا ملبہ مشتری کو دیدیا جائیگا اسواسطے کہ شفیع زمین کے ساتھ بالتبع عمارت کو لے سکتا تھا اور منہدم ہونے کی وجہ سے اوسکا اتصال زمین سے جاتا رہا۔

(۷۱) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں کے خریدا اور درختوں کے پھل بھی بیع کے اندر ٹھیرا لیے یا پھل نہین ٹھیرائے مگر مشتری کے قبضہ مین اگر درختوں پر پھل آگئے تو شفیع مع پھلوں کے مشتری سے اوس زمین اور درختوں کو لیسکتا ہے اسواسطے کہ اتصال خلقی کی وجہ سے پھل درختوں کے تابع سمجھے جاتے ہین۔

(۷۲) اگر مشتری نے صورت مذکورہ بالا مین پھلوں کو توڑ لیا تو بقدر اونکے حصہ کے ثمن شفیع کے ذمہ سے کم ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر پھلوں کا بھی ذکر کردیا ہے تو پھل مقصود بالذات چیز ہوگئے اسیطرح اگر یہ پھل آفت سماوی سے ضائع ہوجائین تو بھی اونکے قدر ثمن مین کمی کردیجائیگی البتہ جس صورت مین پھلوں کا ذکر بیع کے وقت نہ آیا ہو بلکہ مشتری کے پاس آکر درختوں پر پھل آیا ہو تو اوسکے ضائع ہوجانے سے ثمن مین کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ بیع کے وقت چونکہ پھل موجود نہین تھا اسواسطے فقط بالتبع مبیع کے ساتھ شفیع پھل کو لے سکتا ہی مگر ثمن کا کوئی جزء اوسکے مقابل مین نہین ہی۔ اور ابو یوسف رح کا قول اول

شئ من الثمن۔
وكان ابو يوسف يقول اولا يحط عنه من الثمن فى الفصل الثانى ايضا ثم رجع الى ماذكر فى الكتاب

یہ ہے کہ اس صورت مین بھی شفیع سے ثمن مین کمی کردیجائیگی لیکن اخیر قول اون کا کتاب کے موافق ہے۔

\+ + + + + +

هذا باب فى بيان احكام ما تجب فيه الشفعة وما لا تجب

اس امر کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۷۳) انما تجب الشفعة فى عقار سواء كان مما يقسم او مما لا يقسم۔

(۷۳) شفعہ صرف عقار کے اندر ثابت ہوتا ہے خواہ اوسکی تقسیم ہوسکے یا نہو سکے۔

\+ + + + + +

(۷۴) وقال الشافعى لا تجب فيما لا يقسم كالبئر والرحى والحمام والنهر والطريق والاصل فيه انها عنده لدفع ضرر القسمة فلا تختص الا فيما يقسم وعندنا لدفع ضرر الجوار على الدوام ولا اختصاص لذلك بالمقسوم دون غيره۔

(۷۴) امام شافعی رح کے نزدیک جن عقارات کی تقسیم نہین ہوسکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا جیسے کنوان چکی حمام نہر راستہ اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک شفعہ تقسیم کی دقت سے بچنے کے لیے مقرر ہوا ہے لہذا غیر قابل قسمت چیزون مین ثابت نہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اسواسطے شفعہ مقرر کیا گیا ہے کہ شفیع کو ہمسایہ کے ضرر سے جو تمام عمر کے لیے ہوتا ہے امن رہے اور اسکے اندر قابل قسمت یا غیر قابل قسمت کی

(۷۵) وقوله ملك على صيغة المجهول صفة لقوله عقار واحترز بقوله بعوض عما اذا ملك بالهبة فان الشفعة لا تجب فيها واحترز بقوله هو مال عما اذا ملك بعوض غير مال كالمهر والخلع والصلح عن دم العمد والعتق ونحو ذلك فان الشفعة لا تجب فى هذه الاشياء۔

(۷۵) عقار کے اندر ہر حال مین شفعہ واجب نہین ہوجاتا بلکہ صرف اوسوقت مین واجب ہوتا ہے کہ بعوض مال کے اوس کے اوپر ملکیت حاصل ہوی ہو اور اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ کے ایک عقار کا مالک ہوجائے یا اگر کوئی شخص بعوض عقار کا مالک ہو مگر وہ عوض مال کے قبیلہ سے نہو مثلاً ایک مکان کسی عورت کا مہر یا بدل خلع یا آزاد کرنے کا بدل قرار پائے یا کوئی شخص قصداً کسی کو قتل کرڈالے اور مقتول کے وارث قاتل سے ایک مکان لیکر صلح کرلین تو اس مکان مین ہر حال شفعہ نہوگا۔

(۷۶) لا تجب الشفعة فی عرض وفلك
ای سفینة وقال مالك تجب فی السفینة
لانها تسكن كالعقار وعن احمد و مالك
فی روایة تجب فی منقول ولنا ماروی
انه ع م قال لا شفعة الا فی ربع او حائط

(۷۶) غیر منقولات مین اور کشتی مین شفعہ نہین ہوتا اور
امام مالک رح فرماتے ہین کشتی کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے
اسواسطے کہ عقار کی طرح اوسمین بھی لوگ بود و باش
کرتے ہین اور احمد اور مالک رح سے ایک روایت ہے کہ
منقولات مین شفعہ ثابت ہوتا ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ انحضرت ع

(۷۷) ولا تجب ایضا فی بناء ونخل بیعا بلا عرصة
لانهما منقولان وان بیعا مع الارض
تجب تبعا لها۔

(۷۷) اگر ایک عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہون تو ان مین شفعہ
ثابت نہوگا اسواسطے کہ وہ منقولات مین سے ہین اور اگر مع زمین کے فروخت
ہون تو بالتبع اونمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۷۸) بخلاف العلو حیث یستحق بالشفعة
ویستحق به فی السفل علی انه خلیط فی
الحقوق وهو الطریق لان حق التعلی
یبقی علی الدوام وهو غیر منقول فیستحق
به الشفعة كالعقار وكذلك البناء
والنخل فلا یستحق بهما الشفعة۔

(۷۸) اگر ایک دو منزلہ مکان ہے تو نیچے والے کو اوپر کے مکان مین
اور اوپر والیکو نیچے کے مکان مین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے
کہ اوپر والا حق یعنے راستہ مین نیچے والیکا شریک ہے کیونکہ
اوپر والے کو ہمیشہ کے لیے اوپر رہنے کا حق ثابت ہے اور وہ غیر منقولات
مین سے ہے پس عقار کیطرح اوسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا بخلاف عمارت
اور درختون کے کہ وہ منقولات مین سے ہین۔

(۷۹) ولا تجب ایضا فی دار جعلت
مهرا بان تزوج علیها امراة او جعلت
اجرة بان استاجر حماما
بدار یدفعها الیه عوض الاجرة
او جعلت بدل خلع بان خالعها
علی دار دفعتها الیه او جعلت
بدل صلح عن دم العمد او جعلت
عوض عتق بان اعتق عبده علی
دار وعند الشافعی تجب فیه الشفعة
لان هذه الاعواض متقومة عنده
وعندنا لا لان المستحق بهذه العقود

(۷۹) اگر بعوض ایک مکان کے ایک عورت سے نکاح کیا
یا مثلاً ایک حمام ایک سال کے لیے کرایہ پر لیا اور اوسکا کرایہ
یہ قرار پایا کہ فلان مکان مالک حمام کو دیدونگا یا عورت نے
ایک مکان دیکر اپنے خاوند سے طلاق لیلی یا ایک شخص نے
قصداً دوسرے کو قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثون نے
قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک شخص نے
بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بہرحال ان
مکانات مین شفعہ نہین ہے مگر شافعی رح کے نزدیک ان مین
شفعہ ثابت ہوتا ہے اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے
نزدیک شرمگاہ اور قتل وغیرہ متقوم چیزین ہین اور حنفیہ رح کے
نزدیک یہ چیزین اصل مین بے قیمت ہین کیونکہ وہ مال کے

ع ربع اور حائط سے مراد گھر یا مکان یا باغ ہے اور کسی چیز مین شفعہ نہین

لیست بمال غیران الشارع جعلها مضمونة بالمال اما لخطرها اوللضرورة فلایتعدی عن موضعها ولاضرورة فی حق ثبوت الشفعة فلاتکون متقومة فی حقه

(۸۰) اووهبت الدار بلاعوض مشروط فی العقد ولو شرط تجب لانها بیع انتهاء واما اذا وهبت له هبة ثم عوض عنها بغیر شرط لاتجب عندنا خلافا لمالك.

(۸۱) اوبیعت الدار بخیار البائع لان خیاره لایخرجها عن ملکه اوبیعت الدار بیعا فاسدا لانه مستحق الفسخ مالم یسقط حق الفسخ بالبناء ای ببناء المشتری فیها لان حق البائع ینقطع به عند ابیحنیفة وعندهما لاینقطع فلاتجب فیها الشفعة ویسترد وینقض مابناه المشتری لان حق البائع فی الاسترداد آکد من حق الشفیع وحقه لایبطل وله نقض البناء فالبائع اولی وله ان حق الاسترداد فی البیع الفاسد حق الشارع والبناء حق المشتری وحقه مقدم لحاجته والمشتری بنی بتسلیط البائع فلایکون له نقضه

(۸۲) اوقسمت الدار بین الشرکاء لاتجب ایضا لجارهم بالقسمة بینهم

قبیلہ سے نہین ہین البتہ شارع نے لوگون کی ضرورت یا ان چیزون کی شرافت اور عزت کا لحاظ فرماکر مال سے انکا تاوان مقرر فرمایا ہی اسواسطے صرف ضرورت کے مقامات مین یہ حکم منحصر رہیگا اور اسبات کی کچھ ضرورت نہین ہی کہ ثبوت شفعہ کے لیے بھی

(۸۰) اگر ایک مکان کسی کو ہبہ کیا اور ہبہ کے اندر کچھ عوض لینے کی شرط نہین لگائی تو اس مکان مین شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شرط لگائی ہی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط العوض آخر کار بیع ہوجاتا ہی۔ اور اگر بغیر شرط کیے ہبہ کے اندر عوض ملجائے تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہین ہوتا مگر امام مالک رح کے نزدیک ثابت ہوجاتا ہے

(۸۱) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بائع کا اختیار اوس کے اندر شرط کیا گیا تو اوسمین شفعہ نہوگا اسواسطے کہ جب تک بائع کا اختیار ہی اوسوقت تک مبیع بائع کے ملک سے خارج نہین ہی اسیطرح اگر بیع فاسد سے کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہوتا البتہ اگر مشتری اوسمین کچھ عمارت بنالے تو حق فسخ ساقط ہوجانے اور بائع کا حق منقطع ہوجانیکی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہوجائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک شفعہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ بائع کا حق منقطع نہوگا بلکہ وہ مکان کو واپس لے سکتا ہی اور مشتری کی عمارت کو گراسکتا ہے اسواسطے کہ بائع کو واپس کرنے کا حق بہ نسبت اوس حق کے جو شفیع کو حاصل ہوتا ہی زیادہ تر قوی ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ مشتری کے عمارت بنالینے سے شفیع کا حق باطل نہین ہوتا بلکہ اوس کو عمارت کے گرانے کا اختیار رہوتا ہی لہذا بائع کو بطریق اولی یہ اختیار ہوگا اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ بیع فاسد کے اندر واپس کرنیکا

(۸۲) اگر ایک مکان مشترک کو شریکون نے باہم تقسیم کیا تو اوس مکان کے جار کو اس تقسیم کرنے سے شفعہ نہ ثابت ہوگا اسواسطے

۔۔اوسکا حکم دیا جائے لہذا شفعہ کے حق مین یہ چیزین متقوم نہ سمجھی جائینگی۔

[illegible]

لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجرى فيها الجبر والشفعة لم تشرع الا فى المبادلة المطلقة وهى المبادلة من كل وجه۔

کہ تقسیم کے اندر مبادلہ کے معنے نہیں ہیں بلکہ اوسمیں حصوں کا جدا جدا کرنا ہی و لہذا زبردستی ایک شریک دوسرے شریک سے اپنے حصہ کو جدا کر سکتا ہی اور شفعہ صرف اوس تقدیر پر ہوتا ہی کہ ہر طرح سے مبادلہ پایا جاوے۔

(۸۳) او سلمت شفعته اى سلم الشفيع الشفعة ثم ردت الدار الى البائع بخيار رؤية او بخيار شرط كيفما كان او ردت بخيار عيب بقضاء قاض لا تجب الشفعة ايضا لانه فسخ من كل وجه فلا يمكن ان يجعل عقدا جديدا افعاد الى قديم ملك البائع ولا فرق فى ذلك بين ان يكون الفسخ قبل القبض او بعده

(۸۳) اگر شفیع نے اپنا شفعہ ترک کر دیا بعد از ان وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے خواہ کوئی شرط ہو بائع کے پاس واپس ہو کر آیا یا بحکم قاضی خیار عیب کی وجہ سے وہ مکان بائع کو واپس ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جاویگا اسواسطے کہ واپس ہونا فی الحقیقت ہمہ وجوہ بیع کا فسخ ہی پس از سر نو اوسکا عقد قرار دینا ناممکن ہی لہذا جسطرح پہلے وہ مکان بائع کی ملکیت میں تھا اوسیطرح اب اوسکی ملکیت میں داخل ہو گیا اور بیان اسبات میں کچھ فرق نہیں ہی کہ وہ فسخ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ

(۸۴) وتجب الشفعة لو ردت الدار بخيار عيب بلا قضاء قاض او تقايلا البيع لانه فسخ فى حقهما لولايتهما على انفسهما فانه بيع جديد فى حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضى والشفيع ثالث

(۸۴) اگر ایک مکان خیار عیب کی وجہ سے بائع کو بلا حکم قاضی واپس ہو جاوے یا خود بائع اور مشتری بیع کو لوٹا لیں تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہی اسواسطے کہ صرف انکے حق میں بیع فسخ ہو جاتی ہی کیونکہ اونکو اپنی ذات کا اختیار ہی مگر شفیع کے حق میں وہ از سر نو ایک بیع سمجھی جاویگی اسواسطے کہ بیع کی حقیقت (یعنے مبادلہ مال بمال برضامندی) اوسمیں پایا جاتا ہے۔

(۸۵) وعندهما لا تجب لان شفعته بطلت بالتسليم والرد بالعيب بغير قضاء اقالة والاقالة فسخ لقصدهما ذلك والعبرة لقصد المتبايعين والله اعلم۔

(۸۵) صاحبین رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا اسواسطے کہ شفعہ ترک کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل ہو گیا اور بغیر حکم قاضی عیب کی وجہ سے بیع کا واپس کرنا اقالہ کے حکم میں ہی اور اقالہ بیع کا فسخ ہوتا ہی کیونکہ بائع اور مشتری کو اقالہ سے بیع کا فسخ کرنا مراد ہوتا ہی اور شرع کے اندر انکا قصد معتبر ہی واللہ اعلم

هذا باب فى بيان احكام ما تبطل به الشفعة

بطلان شفعہ کا بیان

(۸۶) وتبطل الشفعة بترك طلب

(۸۶) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت

المواثبة او بترك طلب التقرير حين علم مع القدرة بان لم يسد احد فمه او لم يكن فى الصلوة لانها تبطل بالاعراض وترك الطلبين او احدهما مع القدرة عليه دليل الاعراض۔

یا طلب تقریر کو بلا عذر ترک کر دیا یعنے مثلاً کسی نے اوس کے مونھہ کو بند نہیں کر دیا تھا یا وہ نماز کی حالت مین نہ تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ اعراض کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور باوجود قدرت کے دونون طلبون کا خواہ ایک طلب کا ترک کر دینا شفعہ سے اعراض کرنیکی دلیل ہے۔

۸۷، وتبطل ايضا بالصلح اى بصلح المشترى الشفيع من الشفعة على عوض لانه اخذ الاعتياض عن حق ليس بمال فسقط حقه وعليه اى على الشفيع رده اى رد العوض لانه رشوة۔

۸۷، اگر مشتری نے کچھ روپیہ شفیع کو دیکر شفیع سے راضی نامہ کر لیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ اوسنے اپنے حق کے عوض مین جو مال کے قبیلہ سے نہین تھا یہ روپیہ لیا ہی لہذا اوسکا حق ساقط ہو گیا اور پھر شفیع کو اوس روپیہ کا بھی واپس کرنا پڑے گا اسواسطے کہ وہ ایک قسم کی رشوت ہی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

۸۸، وتبطل ايضا بموت الشفيع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله فلا تورث عنه۔

۸۸، اگر شفیع نے ہنوز مکان کو شفعہ سے نہین لیا تھا کہ اوسکا انتقال ہو گیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثونکو شفعہ کا حق نہ ہوگا خواہ طلب شفعہ اپنی زندگی مین کر چکا ہو یا نہین۔

۸۹، وقال الشافعى لا تبطل لانها حقه والوارث يخلفه فى حقوقه ولنا ان حق الشفعة حق التملك وهو حق قائم بالشفيع فلا يبقى بعد موته

۸۹، امام شافعی رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین میت کا حق شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ میت کا حق تھا اور وارث اوسکے قائم مقام ہین حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ حق شفعہ حقیقت مین ملکیت حاصل کرنے کا حق ہی اور وہ شفیع کی ذات سے

۹۰، لا تبطل بموت المشترى لوجود المستحق۔

۹۰، اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

۹۱، وتبطل ايضا ببيع الشفيع ما يشفع به وهو الدار التى يشفع بها قبل القضاء اى قبل حكم الحاكم بالشفعة لزوال سبب الاستحقاق ولا فرق بين ان يكون عالما وقت

۹۱، اگر قاضی نے ہنوز شفیع کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اوس مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا۔ اور اسبات کا کچھ لحاظ نہ کیا جائیگا کہ اوسکو اپنا مکان فروخت کرتے وقت مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم تھا یا نہین

بیع دارہ لبشراء المشفوعۃ او لم یکن عالما لانہ لا یختلف فی الحالین نصار کالتسلیم الصریح فانہ لا یختلف بین ان یعلم ببیعہا او لم یعلم وکذا ابراء الغریم لان ذلک اسقاط فلا یتوقف علی العلم کالطلاق والعتاق ولا تبطل ان کان بالخیار لبقاء السبب

(۹۲) ولا شفعۃ لمن باع ای للذی باع بالوکالۃ بان کان الشفیع وکیلا لبائع الدار المشفوعۃ لانہ موکل باتمام البیع وفی اخذہ بالشفعۃ نقض ما وکل باتمامہ وعند الثلاثۃ تجب لہ الشفعۃ۔

(۹۳) او بیع لہ ای او لمن بیع لہ والضمیر فی لہ یرجع الی من یعنی بیع العقار لاجلہ بان کان البائع مضاربا فباع الدار لیس لرب المال الشفعۃ فیہا لان البیع لہ وکذا اذا کان عبدا ماذونا لہ فی التجارۃ فباع الدار لیس للمولی الشفعۃ فیہا لما ذکرنا

(۹۴) او ضمن الشفیع الدرک وھو تبعۃ الاستحقاق عن البائع لا تجب لہ الشفعۃ لانہ بضمانہ لہ الدرک ضمن لہ ان تحصل لہ الدار وذلک لا یکون الا بترکہ للشفعۃ وفی اخذہ

اسواسطے کہ اوسکا جہل عذر نہوگا جسطرح صراحۃً شفیع اپنے شفعہ کو ترک کردے تو علم بیع یا عدم علم کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا اور شفعہ باطل ہوجاتا ہے یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو قرضہ چھوڑدے تو قرضدار عند القاضی بری ہوجاتا ہے خواہ اس قرضخواہ کو اپنے قرضہ کا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ چیزین اسقاط کے قبیلہ سے ہین لہذا اونمین علم کا ہونا ضروری نہین ہے جسطرح طلاق اور عتاق کی صورتین۔ اور اگر اس صورت مین شفیع نے اپنے لیے
۲ اختیار شرط کرلیا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفعہ کا سبب ہنوز باقی ہے۔

(۹۲) اگر شفیع نے بائع کیطرف سے وکیل ہوکر مکان مشفوعہ کو کسی سے فروخت کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ اوسکو بیع کامل کرنیکے لیے وکیل کیا ہے اگر خود بذریعہ شفعہ کے اب اوس مکان کو یہ شفیع لیلے تو جس چیز کے لیے اوسکو وکیل کیا تھا اوسی چیز کا نقض اوسکی طرف سے لازم آجائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا۔

(۹۳) اگر زید و عمر تجارت کے اندر شریک ہین اور زید کا مال اور عمرو کی محنت قرار پائی ہے اور عمر نے تجارت کے مال مین سے ایک مکان فروخت کیا تو زید کو اوسمین شفعہ کا استحقاق نہین ہے اسواسطے کہ یہ بیع اوسی کی طرف سے ہے اسیطرح اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی رکھی ہے اور اس غلام نے ایک مکان فروخت کیا تو اس شخص کو شفعہ نہوگا کیونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہے۔

(۹۴) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے مشتری سے یہ بات کہی کہ اسمین کسی کا حق برآمد ہو تو مین اوسکا ضامن ہون تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ شفیع گویا مشتری کے لیے حصول مکان کا ضامن ہوگیا ہے اور یہ اوسوقت ہوسکتا ہے کہ وہ شفعہ کو ترک کردے اور شفعہ سے

بها ابطال ذلك وعند الثلاثة تجب۔

یعنے مین اوسکا باطل کرنا ہی۔ مگر ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا۔

‹۹۵› ومن ابتاع ای اشتری او ابتيع له ای او اشتری لاجله والضمير فيه يرجع الی من فله الشفعة اما اذا اشتری بطريق الوكالة وهو شفيع فله الشفعة لانه ليس فيه ابطال شرائه بل فيه تقرير من جهته لان الاخذ بالشفعة مثل الاخذ بالشراء واما اذا اشتری له فكذلك كالمضارب اذا اشتری العقار من مال المضاربة ورب المال شفيعها كان لرب المال الشفعة وكذا العبد الماذون اذا اشتری فللمولی الشفعة اذا كان علی العبد دين وان لم يكن عليه دين فلا فائدة بالاخذ لانه ملكه ولم يتعلق به حق غيره۔

‹۹۵› اگر ایک شخص مکان کو وکالۃً خرید ے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ سے لینے مین اوسکا خریدنا باطل نہین ہوتا بلکہ شفیع کے اعتبار سے وہ خریدنا برقرار رہتا ہی کیونکہ شفعہ سے لینا بھی بمنزلہ خریدنے کے ہی۔ اسیطرح اگر ایک مکان شفیع کے لیے کوئی شخص خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا مثلاً اگر زید نے تجارت کے لیے کسی شخص کو مال دیا ہی اوس مال سے اگر شخص مذکور نے کوئی مکان خریدا اور زید کا اوسمین شفعہ ہی تو وہ شفعہ کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر غلام ماذون یعنے مالک کیطرف سے جسکو خرید فروخت کی اجازت ہی) اگر کوئی مکان خریدے اور مالک کا اوسمین شفعہ ہو تو مالک اوس مکان کو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غلام لوگون کا قرضدار ہو اور اگر قرضدار نہین ہی تو مالک کو اوس مکان کے لینے کی کیا ضرورت ہی اسلیے کہ دوسرے کا حق اوسمین متعلق نہین ہی بلکہ وہ اوسکی ملک ہی۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

‹۹۶› وان قيل للشفيع انها ای الدار بيعت بالف درهم فسلم شفيعها لاجل الاستكثار ثم علم انها ای الدار بيعت باقل من الالف او علم ان الدار بيعت ببر او شعير قيمته الف درهم

‹۹۶› شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوگیا اور شفیع نے اوسکو گران سمجھکر یا نقد روپیہ نہونے کی وجہ سے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا معلوم ہوا کہ وہ مکان بعوض اسقدر گیہون یا جو کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہی تو اب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہی اسلیے کہ جسطرح اس صورتمین

اواکثرمن الالف فله الشفعه لان التسليم لم يصادف على الوجه المستحق لانه كان بلا استكثار او لتعذر الجنس فلم يصح وهكذا الحكم فى كل موزون اومكيل اوعددى متقارب۔

بخلاف ما اذا علم انها بيعت بعرض قيمته الف او اكثر لان الواجب فيه القيمة وهى دراهم او دنانير فلا يظهر فيه التيسر۔

اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا بلکہ گران سمجنے یا نقد روپیہ میسر نہونے کیوجہ سے اوسنے شفعہ کو ترک کیا ہے لہذا اوسکا اعتبار نہوگا۔ جتنی چیزین ناپ یا تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سبکا حکم یہی ہے اور اگر معلوم ہوا کہ وہ مکان اسقدر اسباب کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایکہزار یا ایکہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ ایسی صورتمین بہرحال شفیع کو قیمت دینی پڑتی اور آسانے کا اثر اوسمین ظاہر نہوگا۔

(۹۷) ولو بان اى ظهر انها اى الدار بيعت بدنانير قيمتها الف فلا شفعه لانهما جنس واحد فى الثمنية وقال زفر والثلاثة هو على شفعته لانهما جنسان حقيقة۔

(۹۷) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا اوسکے بعد معلوم ہوا کہ سو اشرفی کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ہزار روپیہ ہے تو پھر شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ روپیہ اور اشرفی ثمنیت کے اعتبار سے ایک جنس سمجھی جاتی ہین اور امام زفر اور ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ حقیقۃً یہ دو جنس ہین۔

(۹۸) وان قيل له اى للشفيع ان المشترى فلان فسلم شفعته اما اكراما له او خوفا من شره فبان اى ظهر انه غيره فله الشفعة لما ذكرنا ولو ظهر ان المشترى هو مع غيره كان له ان ياخذ نصيب غيره لان التسليم لم يوجد فى حقه۔

(۹۸) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے شفیع نے یہ سنکر زید کی عزت کا خیال کرکے یا اوسکے خوف سے شفعہ کو چھوڑ دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اوس مکان کو عمر نے خریدا ہے تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اس لیے کہ جسطرح استحقاق شفعہ حاصل ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا اور اگر معلوم ہوا کہ زید نے مع عمرو کے خریدا ہے تو صرف عمرو کے حصہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ عمرو کے حق مین ترک شفعہ نہین پایا گیا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۹۹) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة فى الكل۔

(۹۹) اگر شفیع کو اولاً نصف مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان کل مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا تو اب کل مکان مین شفعہ کرسکتا ہے

(۱۰۰) وان باعها ای وان باع رجل داره الا ذراعا استثناه فی جانب الشفیع فلا شفعة له لان الاستحقاق بالجوار ولم یوجد الاتصال بالمبیع وکذا لو وهب هذا القدر للمشتری لعدم الالتزاق وهذه حیلة لاسقاط الشفعة۔

(۱۰۰) اسقاط شفعہ کے لیے ایک حیلہ یہ ہے کہ فروخت کرنیوالا اپنے کل مکان کو فروخت کر ڈالے مگر شفیع کی جانب سے ایک گز زمین کو مستثنٰی کر لے کہ اس سے شفیع کو شفعہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جوار کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور اس جگہ مبیع کے ساتھ اتصال نہیں پایا گیا اسیطرح اگر بائع اپنے مکان کی ایک گز زمین جو شفیع کے ملک سے متصل ہے مشتری کو ہبہ کر دی تو بھی عدم اتصال کیوجہ سے شفعہ نہیں رہتا۔

* * *

(۱۰۱) وان ابتاع ای وان اشتری منها ای من الدار سهما بثمن معین ثم ابتاع ای اشتری بقیتها ای بقیة الدار فالشفعة تثبت للجار فی السهم الاول فقط لان الشفیع جار والمشتری شریک فی الباقی فیقدم علیه۔

(۱۰۱) اگر ایک شخص نے مکان کا ایک حصہ سو روپیہ کو خرید کر باقی مکان کو بھی خرید لیا تو فقط پہلے حصہ میں جار کو شفعہ ہوگا اور باقی میں نہ ہوگا اسواسطے کہ شفیع جار ہے اور مشتری باقی کے اندر شریک ہے لہذا جار پر مقدم ہوگا۔

* * *

(۱۰۲) ولو اراد الحیله اشتری السهم الاول بجمیع الثمن الا درهما والباقی بدرهم فلا یرغب الجار فی اخذ السهم الاول لکثرة الثمن لاسیما اذا کان السهم الاول جزء قلیلا کالعشر مثلا او اقل۔

(۱۰۲) شفعہ سے بچنے کے لیے ایک یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ پورے ثمن میں سے ایک روپیہ کم کر کے خرید کر باقی مکان کو اوس ایک روپیہ سے خرید لے کہ اسوقت میں کثرت ثمن کیوجہ سے اوس حصہ کو شفیع نہ لیگا خصوصًا جبکہ بہت کم مثلاً دسواں یا بیسواں حصہ ہو۔

* * *

(۱۰۳) وان ابتاعها ای وان اشتری الدار بثمن ثم دفع الی البائع ثوبا عنه ای عن الثمن فالشفعة تجب للشفیع بالثمن لا بالثوب لان الثوب

(۱۰۳) اگر ایک مکان سو روپیہ سے خریدا اور بائع کو بجائے سو روپیہ کے مشتری نے ایک کپڑا دیدیا اب شفیع اگر اوس مکان کا لینا چاہے تو اوسکو سو روپیہ دینے پڑینگے اور کپڑا دیکر نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے وہ کپڑا

عوض عما في ذمة المشتري فيكون البائع مشتريا للثوب بعقد آخر غير العقد الأول.

سو روپیہ کے بدلے دیا ہے مکان کے بدلے نہیں دیا اور یہ مبادلہ گویا دوسری بیع ہے۔

(١٠٤) ولا تكره الحيلة لإسقاط الشفعة وإسقاط الزكوة عند أبي يوسف وعند محمد تكره لأنها وجبت لدفع الضرر وهو واجب وإلحاق الضرر به حرام وبه قال الشافعي ولأبي يوسف أنه يحتال لدفع الضرر عن نفسه والحيلة لذلك مشروعة وإن كان غيره يتضرر في ضمنه وهو رواية عن أبي حنيفة ثم قيل هذا الاختلاف بينهما قبل الوجوب وأما بعده فمكروه بالإجماع.

(١٠٤) اسقاط شفعہ اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہے اور امام محمد رح کے نزدیک برا ہے اسلیے کہ حیلہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور وہ ضروری چیز ہے اور دوسرے کے ضرر رسانی کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے۔ امام شافعی رح کا بھی یہی قول ہے ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اس جگہ اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کے لیے حیلہ کیا جاتا ہے اور اسلیے حیلہ کرنا روا ہے اگرچہ دوسرے کا بھی اوسکے ضمن میں ضرر لازم آئے ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت یہی ہے مگر بعض کا قول ہے کہ یہ اختلاف ابو یوسف اور محمد رح کے مابین ثبوت شفعہ سے پہلے ہے اور ثبوت شفعہ کے بعد بالاتفاق حیلہ کرنا برا ہے۔

(١٠٥) وقيل لا تكره الحيلة بمنع وجوب الشفعة بالإجماع وإنما الخلاف في فصل الزكوة والمختار عندي أن لا تكره في الشفعة دون الزكوة.

(١٠٥) بعض کا قول ہے کہ بالاتفاق شفعہ ثابت نہونے کے لیے حیلہ کرنا برا نہیں ہے بلکہ صرف اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنے میں اختلاف ہے مگر میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا برا ہے۔

(١٠٦) واخذ حظ البعض يتعدد بتعدد المشتري لا يتعدد بتعدد البائع صورته أن المشتري إذا تعدد بأن اشترى جماعة عقارا والبائع واحد يتعدد الأخذ بالشفعة بتعددهم حتى كان للشفيع أن يأخذ نصيب بعضهم ويترك الباقي وإن تعدد

(١٠٦) اگر چند لوگوں نے ایک شخص سے کوئی مکان خریدا تو شفیع کو اس بات کا بھی مجاز ہے کہ صرف مشتری کے حصہ کو لیوے اور باقی مکان کو چھوڑ دے اور اگر اسکے برعکس صورت ہے یعنے ایک شخص کوئی مکان چند آدمیوں سے جو اُس مکان میں شریک ہیں بیچے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ بذریعہ شفعہ کے ایک شریک کا حصہ لے اور دوسرے شریک کا نہ لے اوسکی وجہ یہ ہے

البائع بان باع جماعة عقارا مشترکا بینهم والمشتری واحد لایتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتی لایکون للشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم دون بعض والفرق ان فی الوجه الثانی باخذ البعض تتفرق الصفقة علی المشتری فیتضرر به زیادة الضرر وفی الوجه الاول یقوم الشفیع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولافرق فی هذا بین ما اذا کان قبل القبض اوبعده علی الصحیح۔

کہ اس صورت مین بعض کا حصہ لینے اور بعض کا نہ لینے سے مشتری پر بیع کا تفرقہ لازم آئیگا جسمین مشتری کا بہت ضرر ہے اور پہلی صورتمین یہ شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہوجائیگا اور بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی۔ قول صحیح یہ ہے کہ ان صورتون کا حکم قبل از قبضۂ مشتری اور بعد از قبضہ ایک ہی ہے۔

\+ \+ \+ \+

(۱۰۷) وان اشتری رجل نصف دار غیر مقسوم وقاسم المشتری البائع ثم اخذ الشفیع حظ المشتری ای نصیبه الذی حصل له بقسمته ولیس له ان ینقض القسمة سواء کانت بحکم او بالتراضی لانها من تمام القبض لما فیه من تکمیل الانتفاع۔

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کسی غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور مشتری نے بائع سے اوسکو تقسیم کرلیا تو شفیع کو بھی حصہ لینا پڑے گا جو تقسیم ہونے سے مشتری کو ملاہی اور اوس تقسیم کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار نہو گا خواہ وہ تقسیم باہمی رضا مندی سے ہو یا بحکم قاضی ہو اسلئے کہ تقسیم کے بغیر قبضہ ناتمام ہوتا ہے اسلئے کہ بغیر تقسیم کیے انتفاع کامل نہین ہوسکتا۔

(۱۰۸) فان قلت فیها معنی المبادلة والشفیع یملك نقض تصرفاته فکذا نقض قسمته قلت فیها افراز من وجه ولهذا یجری فیها الجبر ومبادلة من وجه ولهذا الجری فیها احکام البیع من رد بعیب اوخیار

(۱۰۸) صورت مذکورہ بالامین یہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ تقسیم ایک قسم کا مبادلہ ہی اور شفیع کو مشتری کے تمام تصرفات باطل کرنے کا اختیار ہی لہذا اوسکی تقسیم کو بھی باطل کرسکتا ہی مگر اوسکا یہ جواب ہی کہ تقسیم کے اندر ایک طرحسے علحدگی کے معنے پائے جاتے ہین اسیواسطے ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم پر مجبور کرسکتا ہی اور ایک طرحسے مبادلہ کے معنے پائے جاتے ہین

روية فبالنظر الى هذا يملك وبالنظر
الى ذلك لايملك فلا يملك بالشك
ثم اذا لم يكن له نقض قسمته
كان له ان ياخذ نصيب المشتري
في اى جانب كان وعن ابيحنيفة
انما ياخذه اذا وقع في جانب
الدار التي يشفع بها لانه لم يبق
جارا فيما يقع في الجانب الآخر-
١٠٩، وللعبد المديون الاخذ
بالشفعة من سيده صورته
رجل باع دارا وللبائع عبد ماذون
له في التجارة وعليه دين يحيط بماله
ورقبته فللعبد ان ياخذ الدار
بالشفعة لانه كالاجنبى عنه حينئذ
١١٠، كعكسه اى كعكس الحكم
المذكور وهو ما اذا كان العبد هو
البائع فلمولاه الشفعة لما ذكرنا
بخلاف ما اذا لم يكن عليه دين و
العبد بائع لان بيعه لمولاه ولا شفعة
لمن بيع له على ما مر بخلاف ما اذا اشترى
لانه ابتيع له وقد مر ان من ابتاع
او ابتيع له لا تبطل شفعته-
١١١، وصح تسليم الشفعة من الاب
والوصى والوكيل عندهما وقال محمد
لا يجوز والصبي على شفعته اذا بلغ

ولہذا تقسیم کے اندر بیع کے احکام جاری ہوتی ہین مثلاً عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار یا خیار رویت وغیرہ پس بلحاظ مبادلہ کے شفیع کو ابطال تقسیم کا اختیار ہونا چاہیے - اور بلحاظ علیحدگی کے اختیار نہونا چاہیے پس بسبب شک ہو جانے کے اوسکو اختیار نہوگا - اور جب اوسکو تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوا تو جسطرف مشتری کے حصہ مین نصف مکان آیا ہو شفیع اوسکو لے سکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اس صورت مین مشتری کے حصہ کو شفیع اُسوقت لے سکتا ہی کہ وہ حصہ شفیع کے مکان کی جانب[1]

١٠٩، اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور اُسکا ایک غلام ہی جسکو اُسنے تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہی اور یہ غلام اسقدر بقرضدار ہی کہ اوسکی ذات اور نیز اوسکا مال قرضکے اندر مستغرق ہی تو یہ غلام بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو لے سکتا ہی اسلیے کہ ایسے وقت مین اوس غلام کو اجنبی کا حکم ہے -

١١٠، اگر صورت مذکورہ بالا کے برعکس صورت ہی یعنے یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکے مالک کو بھی شفعہ ثابت ہوگا اسیواسطے کہ وہ اجنبی کے حکم مین ہی بخلاف اوس صورتکے کہ غلام پر کسی کا قرض نہو اور وہ مکان فروخت کرے تو چونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہوگی اسلیئے مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کوئی مکان خریدے تو مالک کا شفعہ قائم رہیگا اسلیئے کہ جسکے لیے مکان خریدا جائے اوسکا شفعہ مکان مین باطل نہین ہوتا -

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

١١١، اگر نابالغ کیطرف سے باپ یا باپ کا وصی یا موکل کیطرف سے وکیل شفعہ کو ترک کردے تو صحیح ہی اور محمد رح کے نزدیک ناجائز ہی بلکہ نابالغ کو بالغ ہونے کے بعد اور موکل کو معلوم ہونے کے بعد شفعہ کا

[1] ہو اور اگر دوسری جانب ہو تو نہین لے سکتا اسواسطے کہ دوسری جانب کے مکان کا وہ جار نہین ہی -

والموكل كذلك اذا بلغه الخبر لانه
حق ثابت لهما فلا يملكان ابطاله فيه
قال زفر ولهما ان هذه في معنى المبادلة
وهما يملكانها۔

(١٢١) وعلى هذا الخلاف بطلان الشفعة
بسكوت الاب والوصي عند العلم بالشراء
وهذا اذا بيعت بمثل قيمتها۔

وان بيعت باكثر من قيمتها بما لا
يتغابن الناس في مثله قيل جاز التسليم بالاجماع
لان النظر متعين فيه وقيل لا يجوز
التسليم بالاجماع وهو الاصح لانه لا يملك
الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبي وان بيعت
باقل من قيمتها بمحاباة كثيرة فعن ابي حنيفة
لا يصح تسليم الاب والوصي ولا رواية
عن ابي يوسف والمراد بالوكيل هنا
الوكيل بطلب الشفعة واما الوكيل
بالشراء فتسليمه الشفعة صحيح بالاجماع
وكذا سكوته اعراض بالاجماع۔

(١٢٢) ثم الوكيل بالشفعة انما يصح تسليمه اذا كان
في مجلس القاضي عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف
يصح في مجلس القاضي وغيره وعند محمد وزفر
لا يصح تسليمه اصلا ولو اقر هذا الوكيل على
موكله بانه سلم الشفعة جاز اقراره عليه
عندهما اذا كان في مجلس القاضي وان كان
في غيره فلا يجوز الا انه يخرج من الخصومة

اختیار ہے اسلیے کہ اس نابالغ اور موکل کو شفعہ کا حق ثابت ہے پس
باپ اور وصی یا وکیل اوسکو باطل نہین کرسکتا زفر رح کا بھی یہی
قول ہے ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی دلیل ہے کہ ترک شفعہ مبادلہ کے معنے مین ہے
اور وصی وغیرہ کو اوسکا اختیار ہوتا ہے۔

(۱۲۱) اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی کو بیع کا علم ہوا اور
یہ سکوت کرلین تو بطلان شفعہ مین وہی اختلاف ہے جیسا کہ
اوپر بیان ہوا مگر یہ اختلاف اوسوقت ہے کہ وہ مکان معمولی قیمت سے فروخت
ہوا اور اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ لوگ اتنا نقصان
نہین اوٹھا سکتے تو بعض کا قول ہے بالاتفاق شفعہ باطل ہو جاتا ہے اسلیے
کہ اوسمین نابالغ کی خیر خواہی ہے اور بعض کہتے ہین بالاتفاق نابالغ
کا شفعہ قائم رہتا ہے اور یہی قول صحیح ہے اسلیے کہ جب باپ وغیرہ کو
لینے کا اختیار نہین ہے تو ترک کرنے کا بھی اختیار نہین ہے بلکہ اونکو
اجنبی کا حکم ہے اور اگر وہ مکان بہت رعایت کرکے نہایت کم قیمت سے فروخت
ہوا تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ باپ اور وصی کا ترک شفعہ کرنا صحیح نہوگا اور ابو یوسف رح سے
اوسمین کوئی روایت نہین ہے۔ اور وکیل سے مقصود وہ شخص مراد ہے جسکو طلب شفعہ
کے لیے وکیل کیا گیا ہو اور اگر خریدنے کے لیے وکیل کیا ہے تو بالاتفاق
اوسکا شفعہ کو ترک کردینا صحیح ہے اور نیز اوسکا سکوت کرنا بالاتفاق
اعراض ہے۔

(۱۲۲) ابو حنیفہ رح کے نزدیک وکیل بالشفعہ کا شفعہ کو ترک
کرنا قاضی کے روبرو صحیح ہوتا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک مطلقا صحیح
ہو جاتا ہے خواہ قاضی کے روبرو ہو یا نہو اور محمد اور زفر رح کے نزدیک
اسیطرح اوسکا شفعہ کو ترک کرنا صحیح نہین ہے۔ اور اگر یہ وکیل بات کا
اقرار کرے کہ میرے موکل نے شفعہ کو چھوڑ دیا ہے تو صاحبین رح کے نزدیک
اوسکا اقرار صحیح ہے بشرطیکہ قاضی کے روبرو ہو ورنہ صحیح نہوگا مگر جب
وکیل پیروی نہو سکیگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے

قال ابو يوسف يجوز مطلقا و قال زفر لا يجوز مطلقا وهي مسئلة اقرار الوكيل بالخصومة و ربما صعبا في كتاب الوكالة ان شاء الله تعالى فافهم

كتاب الشفعه

از كتب مذهب حنفى

هدايه و در مختار و شرح وقايه

قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور

الهداية فى الفقه لمولانا برهان الدين

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كتاب الشفعه

(۱) الشفعة مشتقة من الشفع وهو الضم سميت بها لما فيها من ضمّ المشتراة الى عقار الشفيع۔

(۱) شفعہ شَفَعَ کے لفظ سے ماخوذ ہے جو ملانے کے معنے میں ہے چونکہ شفعہ کے اندر بھی فروخت شدہ جائداد شفیع کی جائداد میں ملجاتی ہے اس لیے اُس کا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(۲) قال الشفعة واجبة للخليط فى نفس المبيع ثم للخليط فى حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار افاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وافاد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار احقّ بالدار والارض ينتظر له و

(۲) اولاً شفعہ اُس شخص کا ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے بعد ازاں اُس شخص کا شفعہ ثابت ہوتا ہے جس نے شریک سے اپنا حصہ علیحدہ کر لیا ہے مگر راستے وغیرہ میں ہنوز شریک ہے اُسکے بعد جار کو شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ الغرض بالترتیب ان لوگوں کو حق شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے لیے شفعہ ثابت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اُس شریک کا ہے جس نے اپنا حصہ علیحدہ نہیں کیا اور فرمایا ہے مکان کا جار اُس مکان کا زیادہ تر مستحق ہے اور زمین کے فروخت کرنے میں انتظار کیا جائیگا اگرچہ شفیع

ان كان غائبا اذا كان طريقهما واحدا ولقوله عليه السلام الجار احق بسقبه قيل يا رسول الله ما سقبه قال شفعته ويروى الجار احق بشفعته۔

وہان موجود نہو جس صورت مین کہ دونون کا راستہ ایک ہو اور نیز یہ فرمایا کہ جار اپنے سقب کی وجہ سے مستحق ہو کسی نے عرض کیا اوس کے سقب سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اوسکا شفعہ اور ایک روایت مین سقب کی جگہ شفعہ کا لفظ آیا ہے۔

(۳) وقال الشافعی رح لا شفعة بالجوار لقوله عليه السلام الشفعة فيما لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة ولان حق الشفعة معدول به عن سنن القياس لما فيه من تملك المال على الغير من غير رضاه وقد ورد الشرع به فيما لم يقسم وهذا ليس فی معناه لان مؤنة القسمة تلزمه فی الاصل دون الفرع ولنا ما روينا ولان ملكه متصل بملك الدخيل اتصال تابيد وقرار فيثبت له حق الشفعة عند وجود المعاوضة بالمال اعتبارا بمورد الشرع وهذا لان الاتصال على هذه الصفة انما انتصب سببا فيه لدفع ضرر الجوار اذ هو مادة المضار على ما عرف وقطع هذه المادة بتملك الاصيل اولى لان الضرر

(۳) امام شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو شفعہ غیر منقسم چیز مین ہو اور حدود کے پڑجانے اور راستون کے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہو دوسری دلیل یہ ہو کہ شفعہ کا ثابت ہونا احاطۂ قیاس سے باہر ہو اسلئے کہ شفعہ مین دوسرے کے مال کا بغیر اوسکی رضامندی کے مالک ہو جانا ہو اور شارع نے صرف غیر منقسم جائداد مین اوسکا ثبوت بیان کیا ہو اور جار کو اس شریک پر قیاس نہین کرسکتے اسواسطے کہ شرکت کی صورت مین شفعہ ثابت نہونے سے تقسیم کرنے کی دقت پیش آتی ہے اور جوار مین یہ دقت نہین ہے حنفیہ کی ایک دلیل تو وہی حدیث ہو جو گذر چکی اور دوسری دلیل یہ ہو کہ جار کی ملک کو مبیع سے ایک لازمی اور ابدی اتصال ہو لہذا شریک پر قیاس کرکے اس جار کو اسبات کا حق ثابت ہوگا کہ جسقدر مال دوسرا شخص دیتا ہو اوسقدر مال دیکر بذریعۂ شفعہ کے اوس مبیع کو لیلے اسواسطے کہ اس قسم کا اتصال دفع ضرر جوار کے وجہ سے حق شفعہ کا سبب پڑا ہو اسلئے کہ ضرر جوار ہر قسم کے ضرر کا مجموعہ ہو اور یہ ضرر اسطرح دور ہو سکتا ہو کہ شفیع کو اس مبیع کا مالک بنا دیا جائے کیونکہ مالک بنانے مین اگرچہ مشتری کا ضرر ہو مگر شفیع کا اوسکے باپ دادا کی جگہ سے برگشتہ کرنے کا ضرر اوس سے بدرجہا زیادہ ہو۔ اور تقسیم کرنے سے جو ضرر لاحق ہوتا ہو وہ ضرر ایسا ہو کہ خود شارع نے اوس کو

فى حقه بازعاجه عن خطة اٰبائه اقوى وضرر القسمة مشروع لايصلح علة لتحقيق ضرر غيره

مقرر کر دیا ہے لہذا وہ اس قابل نہین ہے کہ اوس سے بچنے کا لحاظ کرکے شفیع کو ضرر پہونچایا جاوے۔

(٤) واما الترتيب فلقوله عليه السلام الشريك احق من الخليط والخليط احق من الشفيع فالشريك فى نفس المبيع والخليط فى حقوق المبيع والشفيع هو الجار ولان الاتصال بالشركة فى المبيع اقوى لانه فى كل جزء وبعده الاتصال فى الحقوق لانه شركة فى مرافق الملك والترجيح يتحقق بقوة السبب ولان ضرر القسمة ان لم يصلح علة صلح مرجحًا۔

(٤) اسباب کی دلیل کہ بعض شفعاء کو بعض پر تقدم ہے یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شریک خلیط سے اور خلیط شفیع سے زیادہ حقدار ہے۔ اور شریک سے اس حدیث مین شریک فی المبیع اور خلیط سے شریک فی حق المبیع اور شفیع سے جار مراد ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شرکت فی المبیع کے اندر سب سے زیادہ اتصال پایا جاتا ہے اوسکے بعد شرکت فی حقوق المبیع کے اندر اتصال پایا جاتا ہے کہ وہان ملک کے توابع مین شرکت ہوتی ہے اور جسقدر سبب قوی ہوتا ہے اوسیقدر ترجیح ہوتی ہے اور ایک بات یہ ہے کہ ضرر تقسیم اگرچہ شفعہ کی علت ہونے کی قابلیت نہین رکھتا مگر ترجیح کا سبب ہو سکتا ہے اور یہ ضرر شرکت کی صورت مین پایا جاتا ہے جوار مین نہین پایا جاتا۔

(٥) قال وليس للشريك فى الطريق والشرب والجار شفعة مع الخليط فى الرقبة لما ذكرنا انه مقدم۔

(٥) اگر ایک شخص صرف راستہ مین یا پانی کے حق مین شریک ہے تو شریک فی المبیع کی ہوتے ہوئے اس کو شفعہ کا استحقاق نہو گا اس لئے کہ اوسکو تقدم ہے۔

(٦) قال فان سلم فالشفعة للشريك فى الطريق فان سلم اخذها الجار لما بينا من الترتيب والمراد بهذا الجار الملاصق وهو الذى على ظهر الدار المشفوعة وبابه فى سكة اخرى۔

(٦) اگر مکان کے شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو راستہ کے شریک کو حق شفعہ ہے اگر اوس نے بھی ترک کر دیا تو اسوقت مین جار ملاصق کو حق شفعہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کا مکان فروخت شدہ مکان کی پشت پر ہے اور اوس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے۔

(٧) وعن ابى يوسف ان مع وجود

(٧) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شریک فی المبیع کے

الشريك في الرقبة لاشفعة لغيره سلم او استوفى لانهم محجوبون به.

(٨) ووجه الظاهر ان السبب قد تقرر في حق الكل الا ان للشريك التقدم فاذا اسلم كان لمن يليه بمنزلة دين الصحة مع دين المرض.

(٩) والشريك في المبيع قد يكون في بعض منها كما في منزل معين من الدار او جدار معين منها وهو مقدم على الجار في المنزل وكذا على الجار في بقية الدار في اصح الروايتين عن ابي يوسف رح لان اتصاله اقوى والبقعة واحدة.

(١٠) ثم لابد ان يكون الطريق او الشرب خاصا حتى تستحق الشفعة بالشركة فيه فالطريق الخاص ان لا يكون نافذا والشرب الخاص ان يكون نهرا لاتجري فيه السفن وما تجري فيه فهو عام وهذا عند ابي حنيفة ومحمد رح وعن ابي يوسف رح ان الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلاثة

ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا شفعہ نہین ہوتا خواہ وہ لے یا نہ لے اسواسطے کہ اوسکے ہوتے ہوئے اور لوگون کا حق نہین ہوتا۔

(۸) اسبات کی دلیل کہ بعض کے ترک کرنے سے بعض کو حق ثابت ہوجاتا ہے یہ ہے کہ شفعہ کا سبب یعنے اتصال سب کے اندر پایا جاتا ہے مگر شریک فی المبیع کو اورون پر حق تقدم ہے لہذا اگر یہ اپنے حق کو ترک کردیگا تو اوسکے بعد دوسرے کو حق ثابت ہوجائیگا جسطرح حالت صحت کے قرضخواہ اپنا حق ترک کردین تو حالت مرض کے قرضخواہ اپنا حق لے سکتے ہین

(۹) شریک فی المبیع کی ایک صورت یہ ہے کہ کل مبیع مین شریک نہو مگر بعض مبیع مین شریک ہو مثلا ایک شخص کی حویلی مین چند کمرے ہین اور اونمین سے صرف ایک کمرہ مین دوسرا شخص شریک ہو یا صرف ایک دیوار مین شریک ہو یہ شریک اوس کمرے کے جار پر اور نیز باقی حویلی کے جار پر ابو یوسف رح سے اصح روایت کے موافق مقدم ہے اسواسطے کہ اوس شریک کا اتصال قوی ہے اور وہ حویلی ایک مکان کے حکم مین ہے۔

(۱۰) اگر خود مبیع کے اندر شرکت نہین ہے تو طریق خاص اور شرب خاص مین شریک ہونے کی وجہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونون عام ہون تو ثابت نہین ہوتا اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو بند راستہ ہو اور شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر کشتی چل سکتی ہے تو وہ شرب عام ہے مگر یہ امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک ہے اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین کھیت کی آبپاشی ہو سکتی ہو اور اگر اس سے بڑی ہے تو وہ شرب عام مین داخل ہے

(١١) فان كانت سكة غير نافذة ينشعب منها سكة غير نافذة وهي مستطيلة فبيعت دار في السفلى فلاهلها الشفعة خاصة دون اهل العليا وان بيعت في العليا فلاهل السكتين والمعنى ماذكرنا في كتاب ادب القاضي۔

(١١) اگرایک کوچہ سربستہ سے دوسرا ایک دراز سربستہ کوچہ نکلا ہو اور پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف اوسی کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا پہلے کوچہ والون کو نہوگا اور اگر دوسرے کوچہ مین فروخت ہوا تو دونون کوچہ والون کو شفعہ ہوگا اسواسطے کہ پہلے کوچہ والون کو دوسرے کوچہ مین آمدورفت کرنے کا حق ہے اور دوسرے کوچہ والون کو پہلے کوچہ مین آمدرفت کرنے کا حق نہین ہے۔

(١٢) ولوكان نهر صغير ياخذ منه نهر اصغر منه فهو على قياس الطريق فيما بيناه۔

(١٢) اگرایک چھوٹی نہر سے دوسری چھوٹی نہر نکلی ہو اور دوسری نہر پر ایک زمین فروخت ہو تو پہلی نہر والون کو حق شفعہ ہوگا اور اگر پہلی پر فروخت ہو تو دوسرے والون کو نہوگا۔

(١٣) قال ولا يكون الرجل بالجذوع على الحائط شفيع شركة ولكنه شفيع جوار لان العلة هي الشركة في العقار وبوضع الجذوع لا يصير شريكا في الدار الا انه جار ملازق۔

(١٣) اگرایک شخص کی کڑیان کسی کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین تو یہ شخص شریک نہ شمار کیا جائیگا بلکہ جار کی وجہ سے اوس کو استحقاق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ شفعہ کے لئے اوس شرکت کا اعتبار ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑیان رکھنے سے یہ شخص اوس مکان مین شریک نہین ہوجاتا البتہ وہ جار ملازق ہے۔

(١٤) قال والشريك في الخشبة تكون على حائط الدار جار لما بينا۔

(١٤) اگرایک مکان کی دیوار پر کڑیان رکھی ہوئی ہین اور ایک شخص اون کڑیون مین شریک ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا کیونکہ عقار مین وہ شریک نہین ہے۔

(١٥) قال واذا اجتمع الشفعاء فالشفعة بينهم على عدد رؤسهم ولا يعتبر اختلاف الاملاك۔

(١٥) اگرایک زمین مین بہت سے لوگ مختلف حصون کے شریک ہین اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی سب شریکون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا اور حصون کی کمی بیشی کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔

(١٦) وقال الشافعي رحمه الله هي على مقادير الانصباء لان الشفعة من

(١٦) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جس شریک کا جسقدر حصہ ہوتا ہے کثرت شرکا کی صورت مین اوسیقدر اوسکو

استحقاق

من مرافق الملك الابدى انها لتكميل منفعته فاشبه الربح والغلة والولد والثمرة ولنا انهم استووا فى سبب الاستحقاق وهو الاتصال فيستوون فى الاستحقاق الابدى انه لو انفرد واحد منهم استحق كمال الشفعة وهذا اية كمال السبب وكثرة الاتصال تؤذن بكثرة العلة والترجيح يقع بقوة فى الدليل لا بكثرته ولا قوة ههنا لظهور الاخرى بمقابلته وتملك ملك غيره لا يجعل ثمرة من ثمرات ملكه بخلاف الثمرة واشباهها۔

(۱۷) ولو اسقط بعضهم حقه فهى للباقين فى الكل على عددهم لان الانتقاص للمزاحمة مع كمال السبب فى حق كل منهم وقد انقطعت۔

(۱۸) ولو كان البعض غيبا يقضى بها بين الحضور على عددهم لان الغائب لعله لا يطلب۔

(۱۹) وان قضى لحاضر بالجميع ثم حضر اخر يقضى له بالنصف ولو حضر ثالث فبثلث ما فى يد كل واحد تحقيقا للتسوية فلو سلم الحاضر بعد ما قضى له بالجميع لا يأخذ

استحقاق شفعہ ہوتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے منافع میں سے ہے اور اوسکی وجہ سے ملکیت کی تکمیل ہو جاتی ہے لہذا اوسکو نفع اور آمدنی اور اولاد اور پھل کا حکم ہوگا کہ جسقدر جسکی ملک ہوتی ہے اوسیقدر اسی چیز مین اوسکا استحقاق ہوتا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سب شرکا سبب استحقاق یعنے اتصال مین برابر ہین لہذا استحقاق مین بھی برابر ہونگے اسواسطے کہ بالفرض ان مین سے اگر صرف ایک ہی شخص شریک ہوتا تو کل مبیع مین اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر ایک کے اندر کامل طور پر شفعہ کا سبب پایا جاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ بعض کا اتصال زیادتی حصہ کی وجہ سے زیادہ ہے پھر کیونکر برابر ہو سکتے ہین تو اوسکا یہ جواب ہے کہ کثرت اتصال سے اگرچہ سبب شفعہ کے اندر ایک قسم کی کثرت پیدا ہو گئی مگر ترجیح کا سبب نہین ہو سکتی اسواسطے کہ ترجیح کا سبب قوۃ علت ہوتی ہے اور یہان قوت نہین ہے

(۱۷) اگر بعض شرکا نے اپنا حق شفعہ ترک کر دیا تو باقی شرکا کو برابر برابر دیدیا جائیگا اسواسطے کہ جس شریک نے ترک کیا ہے وہ ہر ایک شریک کا مزاحم تھا اور اوسکی وجہ سے ہر ایک کے حصے مین باوجودیکہ شفعہ کا سبب کامل طور پر پایا جاتا تھا کمی ہو رہی تھی اور اب وہ مزاحمت باقی نہین رہی۔

(۱۸) اگر ایک شریک غیر حاضر ہے اور باقی حاضر ہین تو ان باقی کو برابر برابر شفعہ کا حکم دیا جائیگا اور وہ غائب کالعدم سمجھا جائیگا اسواسطے کہ ممکن ہے وہ حاضر ہو کر شفعہ کا طالب نہو۔

(۱۹) اگر قاضی نے اوس شریک کے لیے جو حاضر تھا کل شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان دوسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو نصف شفعہ کا حکم اوسکے لیے دیا جائیگا اور اگر تیسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو اون دونون سے ثلث ثلث لیکر اسکو دلایا جائیگا تاکہ تینون کو برابر حصہ ملجائے۔ اور اگر پہلے شریک نے قاضی سے کل شفعہ کا حکم حاصل کرنے کے بعد شفعہ کو ترک کر دیا تو یہ دوسرا شریک جو بعد حاضر ہوا ہے

جو کہ زیادتی درجہ کی علت اور کے مقابل دو درجہ مین موجود ہے اور دوسرے کی ملکیت کا مالک ہو جانا اپنی ملکیت کے منافع نہیں ہو سکتا بخلاف پھل وغیرہ کے کہ وہ نتیجہ ملکیت کے منافع مین سے ہین۔

القادم الا النصف لان قضاء القاضى بالكل للحاضر قطع حق الغائب عن النصف بخلاف ما قبل القضاء

کل کو بذریعہ شفعہ کے نہیں لے سکتا بلکہ اوسکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ جب قاضی نے پہلے کو کل کا حکم دیدیا تو اوسکے حکم دینے سے ایک نصف میں دوسرے شریک کا شفعہ باطل ہو گیا اور اگر قبل از حکم قاضی اوسنے ترک کر دیا تو دوسرا کل کو لے سکتا ہے۔

(٢٠) **قال** والشفعة تجب بعقد البيع ومعناه بعده لانه هو السبب لان سببها الاتصال على ما بيناه و الوجه فيه ان الشفعة انما تجب اذا رغب البائع عن ملك الدار والبيع يعرفها ولهذا يكتفى بثبوت البيع فى حقه حتى ياخذها الشفيع اذا اقر البائع بالبيع وان كان المشترى يكذبه۔

(٢٠) بیع کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر بیع ثبوت شفعہ کا سبب نہیں ہے اسواسطے کہ شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہے اور بیع کے بعد ثبوت شفعہ کی یہ وجہ ہے کہ شفعہ اصل میں اوسوقت ثابت ہوتا ہے کہ بائع کو اوس مبیع کی خواہش نہ باقی رہے اور بیع سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اب اوسکو مبیع کی طرف توجہ اور اوسکی خواہش باقی نہیں رہی لہذا اگر صرف بائع کی جانب سے بیع کا ثبوت ہو جائے تو شفعہ کے لیے کافی ہو جاتا ہے مثلاً اگر بائع بیع کا اقرار کرے تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ مشتری اوس بیع سے منکر ہو۔

(٢١) **قال** وتستقر بالاشهاد ولابد من طلب المواثبة لانه حق ضعيف يبطل بالاعراض فلابد من الاشهاد والطلب ليعلم بذلك رغبته فيه دون اعراضه عنه ولانه يحتاج الى اثبات طلبه عند القاضى ولا يمكنه الا بالاشهاد

(٢١) شفعہ کے لیے طلب مواثبت ضروری ہے اور طلب اشہاد سے اوسکو استحکام ہو جاتا ہے اگر طلب مواثبت نہ کیجائے یعنے فوراً شفعہ کے طلب نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے اعراض کرنیکی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے لہذا طلب کرنا اور اوسپر گواہ کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ شفیع کو شفعہ کی طرف سے اعراض نہیں ہے بلکہ اوس کے طرف رغبت ہے دوسرے یہ کہ شفیع کو قاضی کے روبرو اپنی طلب کرنے کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور بغیر گواہ کیے ثابت نہیں کر سکتا

(٢٢) **قال** وتملك بالاخذ اذا سلمها المشترى او حكم بها الحاكم لان الملك للمشترى قد تم فلا ينتقل الى الشفيع الا بالتراضى او قضاء القاضى كما فى الرجوع فى الهبة وتظهر فائدة هذا فيما اذا مات الشفيع بعد

(٢٢) شفیع مکان کا مالک اوسوقت ہوتا ہے کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے یا خود بائع وہ مکان شفیع کو دیدے اسواسطے کہ مشتری کو پوری طور پر ملکیت حاصل ہو چکی ہے لہذا جبتک قاضی حکم نہ دے یا اپنی رضامندی سے وہ انتقال ملکیت نہ کرے اوسوقت تک منتقل نہ ہوگی جسطرح کوئی شخص ہبہ کو واپس کرنا چاہے تو بغیر رضامندی باہمی یا حکم قاضی کے واپس نہیں کر سکتا اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر قاضی نے

الطلبين او باع داره المستحق بها الشفعة او بيعت دار بجنب الدار المشفوعة قبل حكم الحاكم او تسليم المخاصم لا تورث عنه فى الصورة الاولى وتبطل شفعته فى الثانية ولا يستحقها فى الثالثة لانعدام الملك له۔

ہنوز حکم نہین دیا اور نہ خود مدعی علیہ نے مشتری کو وہ مکان دیا تھا اور شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد کر چکا تھا کہ اس عرصہ مین وہ مرگیا یا جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعویٰ کرتا تھا وہ مکان اوسنے فروخت کر دیا یا مکان مشفوعہ کے جوار مین اس عرصہ کہ حکم نہ ہوا تھا کوئی اور مکان فروخت ہوا تو پہلی صورت مین اوسکے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور دوسری صورت مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور تیسری صورت مین دوسرے مکان مین اوسکا شفعہ ثابت نہو گا کیونکہ اسوقت وہ پہلے مکان کا مالک نہین تھا۔

(٢٣) ثم قوله تجب بعقد البيع بيان انه لا يجب الا عند معاوضة المال بالمال على ما نبينه ان شاء الله تعالى والله سبحانه اعلم بالصواب۔

(٢٣) جس عقد مین بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال پایا جاوے اوس سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور اگر یہ معنے نہ پائے جائین تو ثابت نہین ہوتا اور اس کا بیان انشاء اللہ تعالےٰ آگے آئے گا واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

باب طلب الشفعة والخصومة فيها

طلب شفعہ اور اوس مین چارہ جوئی کرنے کا بیان

(٢٤) قال واذا علم الشفيع بالبيع اشهد فى مجلسه ذلك على المطالبة اعلم ان الطلب على ثلثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة لما ذكرنا ولقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها۔

(٢٤) طلب کی تین قسمین ہین جنمین سے ایک طلب مواثبت ہی اوس سے یہ مراد ہی کہ جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہو گیا اوسیوقت اسکو شفعہ طلب کرنا اور طلب پر گواہ کرنا چاہیے اگر اوسنے بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد شفعہ کو نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا اسواسطے کہ وہ ایک حق ضعیف ہی اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اوس کے لیئے ہے جو فوراً اوس کی طلب کرے۔

(٢٥) ولو اخبر بكتاب والشفعة فى اوله او فى وسطه فقرأ الكتاب

(٢٥) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور خط کے درمیان مین یا اوسکے شروع ہی مین بیع کا ذکر تھا

الی اخرہٖ بطلت شفعته وعلی هذا عامة المشائخ رہ وهو روایة عن محمد وعنه ان له مجلس العلم و الروایتان فی النوادر وبالثانیة اخذ الکرخی لانه لما ثبت له خیار التملك لابد له من زمان التامل کما فی المخیرة۔

مگر وہ خط کو اخیر تک پڑھ گیا اور شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا عامہ مشائخ رح کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت میں یہ آیا ہے مگر دوسری روایت میں یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو طلب شفعہ کا اختیار ہوتا ہے اور یہ دونوں روایتیں نوادر میں مذکور ہیں کرخی نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اسواسطے کہ شرع کیطرف سے جب اسکو مالک ہونیکا اختیار حاصل ہوا ہے تو اوسکے لیے اتنی مہلت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ فکر کر سکے جسطرح عورت کو طلاق کا اختیار دیا جائے تو اخیر جلسہ تک وہ طلاق لے سکتی ہے۔

(۲۶) ولو قال بعد ما بلغه البیع الحمد لله او لاحول ولا قوة الا بالله او قال سبحان الله لا تبطل شفعته لان الاول حمد علی الخلاص من جوارہ والثانی تعجب منه لقصد اضرارہ والثالث لافتتاح کلامه فلا یدل شئ منه علی الاعراض۔

(۲۶) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر الحمد للہ یا لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ زبان سے پڑھا تو شفعہ باطل ہوگا اسلیئے کہ ممکن ہے بائع کے دفع ہونے سے اوسنے خدا کا شکر کیا ہو اور بائع نے جو اوسکی ضرر رسانی کا قصد کیا ہے اوس سے تعجب کرکے سبحان اللہ کہا ہو اور اپنی حسب عادت کلام شروع کرنے سے پہلے لاحول پڑھی ہو اور ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ شفیع کو شفعہ کرنے سے اعراض ہے۔

(۲۷) وکذا اذا قال من ابتاعها وبکم بیعت لانه یرغب فیها بثمن دون ثمن ویرغب عن مجاورة بعض دون بعض۔

(۲۷) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر خبر دینے والے سے کہا کس نے خرید اہے یا کتنے کو فروخت ہوا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ ایک ثمن سے خریدنا مقصود ہوتا ہے اور ایک ثمن سے مقصود نہیں ہوتا اسیطرح ایک کے جوار سے نفرت ہوتی ہے اور ایک کے جوار سے نہیں ہوتی۔

(۲۸) والمراد بقوله فی الکتاب اشهد فی مجلسه ذلك علی المطالبة طلب المواثبة والاشهاد فیه لیس بلازم انما هو لنفی التجاحد والتقیید بالمجلس اشارة الی ما اختارہ الکرخی رہ۔

(۲۸) قدوری میں جو بیان کیا ہے کہ اوسی جلسہ میں شفیع کو طلب پر گواہ کرنا چاہیے اوس سے طلب مواثبت مقصود ہے مگر اوس میں گواہ کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس لیئے مناسب ہوتا ہے کہ اگر مدعی علیہ اوسکے طلب کرنے سے منکر ہو تو شفیع قاضی کے روبرو گواہ ہونے طلب کو ثابت کر سکے۔ اور جلسہ کی قید لگانے میں کرخی کے قول مختار کیطرف اشارہ ہے۔

(۲۹) ویصح الطلب بکل لفظ یفهم

(۲۹) جس لفظ سے شفعہ کا طلب کرنا سمجھا جائے اوس سے

منه طلب الشفعة كما لوقال طلبت الشفعة او اطلبها او انا طالبها لان الاعتبار للمعنى۔

طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا یا طلب کرتا ہون یا اوسکا طالب ہون اسواسطے کہ حقیقت مین معنے کا اعتبار ہے۔

(٣٠) واذا ابلغ الشفيع بيع الدار لم يجب عليه الاشهاد حتى يخبره رجلان او رجل وامرأتان او واحد عدل عند ابي حنيفة رح وقالا يجب عليه ان يشهد اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صبيا كان او امرأة اذا كان الخبر حقا واصل الاختلاف في عزل الوكيل وقد ذكرناه لائله واخواته فيما تقدم وهذا بخلاف المخيرة اذا اخبرت عنده لانه ليس فيه الزام حكم وبخلاف ما اذا اخبره المشترى لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة في الخصوم۔

(٣٠) ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفیع کو طلب مواثبت کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین یا ایک پرہیزگار مرد بیع کا حال بیان کرے اور صاحبین رح کے نزدیک صرف ایک آدمی کے خبر دینے سے طلب مواثبت کرنا ضروری ہو جاتا ہے خواہ وہ حر ہو یا غلام نابالغ ہو یا بالغ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ شفیع کے گمان مین وہ سچ کہتا ہے اور اصل یہ اختلاف وکیل کے معزول کرنے مین ہے اور اوسکا بیان مع دلائل اور نظائر کے ہم بیان کر چکے ہین اور اگر کوئی شخص ایک عورت سے بیان کرے کہ تیرے خاوند نے تجکو طلاق کا اختیار دیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک مخبر مین عدد یا عدالت شرط نہین ہے اسلیے کہ اوسمین کسی حکم کا لازم کرنا نہین ہے اور اگر مشتری شفیع سے بیان کرے کہ مین نے فلان مکان خرید اہے تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا لازم ہو جائیگا خواہ یہ کیسا ہی شخص ہے اسواسطے کہ وہ مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ مین عدالت کی ضرورت نہین ہے۔

(٣١) والثانى طلب التقرير والاشهاد لانه محتاج اليه لاثباته عند القاضى على ماذكرنا ولا يمكنه الاشهاد ظاهرا على طلب المواثبة لانه على فور العلم بالشراء فيحتاج بعد ذلك الى طلب الاشهاد والتقرير وبيانه ما قال في الكتاب ثم ينهض منه يعنى من المجلس ويشهد

(٣١) طلب مواثبت کے بعد دوسری طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہین اس طلب کی ضرورت اسواسطے پڑتی ہے کہ شفیع قاضی کے روبرو طلب کو ثابت کر سکے اسواسطے کہ طلب مواثبت چونکہ علم بیع کے ساتھ فوراً ہوا کرتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اوسوقت شفیع کسی کو گواہ نہین کر سکتا لہذا اس طلب کی ضرورت ہوتی ہے اور اوسکا طریقہ یہ ہے کہ طلب مواثبت کے بعد اوس جلسہ سے اوٹھکر مشتری کے پاس خواہ اوس مکان کے پاس خواہ بائع کے پاس جا کر بشرطیکہ مبیع ہنوز اوسکے قبضہ مین ہے

على البائع ان كان المبيع فى يده معناه لم يسلم الى المشترى او على المبتاع او عند العقار فاذا فعل ذلك استقرت شفعته وهذا لان كل واحد منهما خصم فيه لان للاول اليد وللثانى الملك.

وكذا يصح الاشهاد عند المبيع لان الحق متعلق به فان سلم البائع المبيع لم يصح الاشهاد عليه لخروجه من ان يكون خصما اذ لا يد له ولا ملك فصار كالاجنبى وصورة هذا الطلب ان يقول ان فلانا اشترى هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا على ذلك۔

وعن ابى يوسف انه يشترط تسمية المبيع وتحديده لان المطالبة لا تصح الا فى معلوم

لوگونکو اپنے طلب پر گواہ کردے اس طلب سے شفعہ کو استحکام ہوجاتا ہے اور ان تینون مین سے کسی کے پاس جانے کی اسواسطے ضرورت ہے کہ بائع اور مشتری تو گویا شفیع کے مدعی علیہ ہین اسواسطے کہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اور مبیع کے پاس جاکر اسواسطے گواہ کرسکتا ہے کہ حق اوسی کے ساتھ متعلق ہوا ہے۔ اور اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہے تو بائع کے پاس گواہ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ اب بائع کچھ واسطہ نہین رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا کیونکہ اب اوسکا نہ قبضہ ہے اور نہ اوسکی ملکیت ہے اور طلب اشہاد اسطور پر کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اس بات کے گواہ رہو۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اوس مبیع کا نام ونشان اور اوس کے حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اسواسطے کہ مجہول چیزین دعوے نہین ہوسکتا۔

(٣٢) والثالث طلب الخصومة والتملك وسنذكر كيفيته من بعد ان شاء الله تعالى۔

قال ولا تسقط الشفعة بتاخير هذا الطلب عند ابى حنيفة رح

(٣٢) طلب کی تیسری قسم کا نام طلب تملک ہے اور اوسکا طریقہ انشاء اللہ تعالی ہم عنقریب بیان کرینگے۔ مگر اوسکے احکام بیان کیے جاتے ہین اگر طلب تملک مین تاخیر ہوجائے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہے اور محمد رح فرماتے ہین

وهو رواية عن ابي يوسف رح وقال محمد رح ان تركها شهرا بعد الاشهاد بطلت وهو قول زفر رح معناه اذا تركها من غير عذر۔

(٣٣) وعن ابي يوسف انه اذا ترك المخاصمة في مجلس من مجالس القاضي تبطل شفعته لانه اذا مضى مجلس من مجالسه ولم يخاصم فيه اختيارا دل ذلك على اعراضه وتسليمه۔

(٣٤) وجه قول محمد انه لو لم يسقط بتاخير الخصومة منه ابدا يتضرر به المشتري لانه لا يمكنه التصرف حذار نقضه من جهة الشفيع فقدرناه بشهر لانه آجل وما دونه عاجل على ما مر في الايمان ووجه قول ابي حنيفة وهو ظاهر المذهب وعليه الفتوى ان الحق متى ثبت واستقر لا يسقط الا باسقاطه وهو التصريح بلسانه كما في سائر الحقوق وما ذكر من الضرر يشكل بما اذا كان غائبا ولا فرق في حق المشتري بين الحضر والسفر ولو علم انه لم يكن في البلدة قاض لا تبطل شفعته بالتاخير بالاتفاق لانه لا يتمكن من الخصومة الا عند القاضي فكان عذرا۔

کہ طلب اشہاد کے بعد اگر ایک مہینہ تک طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور زفر رح کا قول بھی یہی ہے مگر اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے۔

(٣٣) ابو یوسف رح سے مروی ہی اگر شفیع نے قاضی کی ایک کچہری مین بھی اپنی چارہ جوئی نہ کی تو شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ باوجود اختیار حاصل ہونے کے جب قاضی کی ایک کچہری مین اوسنے اپنی چارہ جوئی نہ کی تو ثابت ہوگیا کہ اوسکو شفعہ کی طرف سے اعراض ہی اور اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا۔

(٣٤) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ اگر طلب تملک مین تاخیر کرنے سے کبھی اوسکا شفعہ باطل نہو تو اوسمین مشتری کا نہایت ضرر ہی اسواسطے کہ شفیع کے خوف سے وہ اوس مکان مین کچھ تصرف نہین کرسکتا لہذا ایک مہینہ اوسکی مہلت کے لیے مقرر کیا گیا کہ ایک مہینہ کی مدت کو تاخیر کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین اور ایک مہینہ سے کم کی مدت عجلت شمار کیجاتی ہی۔ اور ابو حنیفہ رح کے قول کی جو کہ ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول ہی یہ دلیل ہی کہ جب حق شفعہ ثابت اور مستحکم ہوگیا تو شفیع جب تک اوسکو اپنی زبان سے نہ ساقط کرے اوسوقت تک ساقط نہوگا جیسا کہ تمام حقوق کا حال ہی اور امام محمد رح نے جو تاخیر کے اندر ضرر بیان کیا ہی اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ ضرر تو اوسوقت بھی پیش آتا ہی کہ شفیع وہان موجود نہو اور مشتری کے اعتبار سے حضر اور سفر دونون برابر ہین۔ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ایسا قاضی نہین ہی جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرے اسواسطے اوسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو بالاتفاق اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب تملک بغیر قاضی کے نہین ہوسکتے لہذا وہ معذور ہے۔

۳۵، قال واذا تقدم الشفيع الى القاضى فادعى الشراء وطلب الشفعة سأل القاضى المدعى عليه فان اعترف بملكه الذى يشفع به والا كلفه باقامة البينة لان اليد ظاهر محتمل فلا تكفى لاثبات الاستحقاق۔

۳۵، جسوقت قاضی شفیع کے روبرو حاضر ہوکر اسبات کا دعوی کرے کہ مشتری نے یہ مکان خریدا ہی اور شفعہ طلب کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اگر اقرار کرے تو فبہا ورنہ شفیع سے گواہون کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ ظاہری قبضہ مین چونکہ عدم ملکیت کا احتمال ہی لہذا دوسرے پر حق ثابت کرنے کے لیئے ناکافی ہی۔

۳۶، قال رض يسأل القاضى المدعى قبل ان يقبل على المدعى عليه عن موضع الدار وحدودها لانه ادعى حقا فيها فصار كما اذا ادعى رقبتها واذا بين ذلك يسأله عن سبب شفعته لاختلاف اسبابها فان قال انا شفيعها بدار لى تلاصقها الان تم دعواه على ما قاله الخصاف رح وذكر فى الفتاوى تحديد هذه الدار التى يشفع بها ايضا وقد بيناه فى الكتاب الموسوم بالتجنيس والمزيد۔

۳۶، مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قاضی کو مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہونے سے قبل شفیع سے یہ بات دریافت کرنا چاہیے کہ وہ مکان کس محلہ مین ہے اور اُسکے حدود اربعہ کیا ہین اسلیئے کہ جب وہ اس مکان مین اپنے حق کا دعوی کرتا ہی تو گویا خود اوس مکان کا دعوی کرتا ہی اور جب شفیع یہ بیان کردے تو دریافت کرنا چاہیے کہ تو کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی اسواسطے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہوتے ہین اگر اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ مین بذریعہ اپنے ایک مکان کے جو اس مکان سے ملا ہوا ہی شفیع ہون تو اب اُسکا دعوی تمام ہوگیا چنانچہ خصاف رح نے بیان کیا ہی اور فتاوی مین بیان کیا ہی اوس مکان کے حدود بھی بیان کرنے چاہیئں جسکے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی اور ہم نے اپنی کتاب التجنیس والمزید مین اسکا بیان کردیا ہے۔

۳۷، قال فان عجز عن البينة استحلف المشترى بالله ما يعلم انه مالك للذى ذكره مما يشفع به معناه بطلب الشفيع لانه ادعى عليه معنى لو اقر به لزمه ثم هو استحلاف على ما فى يد غيره فيحلف على العلم فان نكل او قامت للشفيع بينة ثبت ملكه فى الدار التى

۳۷، اگر شفیع سے گواہون کا مطالبہ کیا گیا اور وہ گواہ نہ لاسکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائے کہ خدا کی قسم جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے مجکو معلوم نہین ہی کہ وہ اُسکی ملک ہی۔ اسواسطے کہ شفیع نے اوسکے اوپر ایک ایسے امر کا دعوی کیا ہی کہ اگر وہ اقرار کرلے تو اوسکا دینا لازم ہوجائے مگر چونکہ دوسرے کے فعل پر حلف لیا جاتا ہی اسواسطے اوس سے اوسکے علم پر حلف لیا جائیگا اگر اس صورت مین مشتری نے

يشفع بها وثبت الجوار فبعد ذلك سأله القاضي يعني المدعى عليه هل ابتاع ام لا فان انكر الابتياع قيل للشفيع اقم البينة لان الشفعة لا تجب الا بعد ثبوت البيع وثبوته بالحجة۔

حلف سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ پیش کر دئے تو جس سبب کی وجہ سے وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس مکان مین ملکیت ثابت ہو گئی اور جوار بھی ثابت ہو گیا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے وہ مکان خریدا ہی یا نہین اگر اوسنے کہا مین نے نہین خریدا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کر کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہی اسواسطے کہ شفعہ بعد ثبوت بیع کے ثابت ہوتا ہی اور اُسکا ثبوت گواہون سے ہوتا ہی۔

(۳۸) **قال** فان عجز عنها استحلف المشتري بالله ما ابتاع او بالله ما استحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا على الحاصل والاول على السبب وقد استوفينا الكلام فيه في الدعوى وذكرنا الاختلاف بتوفيق الله وانما يحلفه على البتات لانه استحلاف على فعل نفسه وعلى ما في يده اصالة وفي مثله يحلف على البتات۔

(۳۸) اگر قاضی نے شفیع سے اسبات کے گواہ مانگے کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہی اور وہ گواہ نہ لاسکا تو مشتری سے حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مین نے نہین خریدا یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس سبب سے یہ شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس سے یہ شفعہ کا مستحق نہین ہی کہ یہ حلف نتیجہ اور حاصل کے اوپر ہی اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہی اور بتوفیق الٰہی کتاب الدعوی مین ہم نے پورے طور پر اسکا بیان کر دیا ہی اور یہان مشتری سے حلف قطعی سواسطے لیا جاتا ہے کہ خود اوسکے فعل پر اور اوس چیز پر حلف ہے جو بالذات اوس کے قبضہ مین ہے اور ایسے وقت مین قطعی حلف لیا جاتا ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۳۹) **قال** ويجوز المنازعة في الشفعة وان لم يحضر الشفيع الثمن الى مجلس القاضي فاذا قضى القاضي بالشفعة لزمه احضار الثمن وهذا ظاهر رواية الاصل۔

(۳۹) اگرچہ شفیع نے قاضی کے روبرو ثمن لا کر حاضر نہ کیا ہو تاہم قاضی کے روبرو وہ شفعہ کے چارہ جوئی کر سکتا ہی مگر جب قاضی اوس کے لیئے شفعہ کا حکم دیدے تو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے اور یہ مبسوط کی ظاہر روایت ہے۔

(۴۰) وعن محمد انه لا يقضي حتى يحضر الشفيع الثمن وهو رواية الحسن عن ابي حنيفة رح لان الشفيع

(۴۰) محمد رح سے مروی ہے جبتک کہ شفیع قاضی کے روبرو ثمن لا کر حاضر نہ کر دے اوسوقت تک قاضی کو شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے اور حسن رح نے ابو حنیفہ رح سے بھی یہی روایت

عسا لا يكون مفلسًا فيتوقف القضاء
على حضاره حتى لا يتوى مال
المشترى وجه الظاهر انه لا ثمن له
عليه قبل القضاء ولهذ الا يشترط
تسليمه فكذ الا يشترط احضاره۔

(۱م) واذا قضى له بالدار فللمشترى ان يحبسها
حتى يستوفى الثمن وينفذ القضاء عند
محمد ايضا لانه فصل مجتهد فيه ووجب
عليه الثمن فيحبس فيه فلو اخر اداء
الثمن بعد ما قال له ادفع الثمن اليه
لا تبطل شفعته لانها تاكدت بالخصومة
عند القاضى۔

(۲م) **قال** وان احضر الشفيع
البائع والمبيع فى يده فله ان
يخاصمه فى الشفعة لان اليد له
وهى يد مستحقة ولا يسمع القاضى
البينة حتى يحضر المشترى فيفسخ البيع
بمشهد منه ويقضى بالشفعة على
البائع ويجعل العهدة عليه لان الملك
للمشترى واليد للبائع والقاضى
يقضى بهما للشفيع فلا بد من
حضورهما۔

(۳م) بخلاف ما اذا كانت الدار
قد قبضت حيث لا يعتبر حضور البائع
لانه صار اجنبيا اذ لا يبقى له

کیا ہو اسواسطے کہ ممکن ہو شفیع ایک مفلس شخص ہو لہذا شفعہ کے
حکم دینے مین ثمن کے حاضر کرنے تک تاخیر کیجائیگی تاکہ مشتری کا
مال تلف نہو جائے اور ظاہر روایت کی دلیل یہ ہو کہ قبل از حکم
قاضی شفیع کے اوپر ثمن واجب نہین ہوتا ولہذا یہ بات لازم نہین کیگئی
کہ قبل از حکم قاضی شفیع مشتری کو ثمن لاکر دے اسیطرح اسکا حاضر کرنا بھی لازم نہ کیا جائیگا

(۱م) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اوسکو اسبات کا
استحقاق ہو کہ جبتک شفیع سے ثمن کو وصول نہ کرے اوسوقت تک
مکان اسکو نہ دے اسواسطے کہ جب اُسکے اوپر ثمن واجب ہو گیا تو مشتری
ثمن ادا نہ کرنے تک مکان کو روک سکتا ہو۔ اور محمد رح کے نزدیک اگرچہ
شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہو مگر ثمن کے حاضر نہ کرنیکی
صورت مین اونکے نزدیک بھی قاضی کا حکم نافذ ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ ایک
ظنی چیز ہو۔ اور اگر قاضی نے شفیع سے کہدیا کہ مشتری کو ثمن ادا کردے اور

(۲م) اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین تھا کہ شفیع نے بائع کو قاضی کے
روبرو پیش کردیا تو شفیع اس بائع سے دعوی کرسکتا ہو اسواسطے کہ بیع
بائع کے قبضہ مین ہو اور اسکا قبضہ اصالۃً اور بالذات ہو مگر جبتک مشتری بھی حاضر
نہو جائیگا قاضی شفیع کے گواہون کی سماعت نہ کرے گا جب وہ بھی حاضر ہو جائیگا
تو اوسکے سامنے بیع کو قاضی فسخ کردے گا اور بائع پر شفعہ کا حکم دیدے گا اور یہ
مشتری ثمن کو بائع سے وصول کرے گا دونون کی حاضری اسلیے
ضرورت ہو کہ قبضہ اس صورت مین بائع کا ہو اور ملک مشتری کی ہو
اور قاضی دونون امر کا شفیع کے لیے حکم دیتا ہے لہذا دونون کا
موجود ہونا ضروری ہو۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۳م) اگر بائع نے مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا اب
قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہو اسواسطے
کہ اب نہ اوسکا قبضہ ہے نہ اوس کی ملک ہے بلکہ

اگر شفیع نے ادا ثمن میں تاخیر کی تو اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اس واسطے کہ قاضی کے حضور میں دعویٰ کرنے سے شفعہ مستحکم ہو گیا

يدٌ ولا ملك۔

ایک اجنبی شخص ہے۔

۱۴۴، وقوله فيفسخ البيع بمشهد منه اشارة الى علة اخرى وهى ان البيع فى حق المشترى اذا كان ينفسخ لا بد من حضوره ليقضى بالفسخ عليه ثم وجه هذا الفسخ المذكور ان ينفسخ فى حق الاضافة لامتناع قبض المشترى بالاخذ بالشفعة وهو يوجب الفسخ الا انه يبقى اصل البيع لتعذر انفساخه لان الشفعة بناء عليه ولكنه تتحول الصفقة اليه ويصير كانه هو المشترى منه فلهذا يرجع بالعهدة على البائع۔

۱۴۴، جس جگہ بائع پر شفیع اپنا دعوی کرے تو مشتری کا بھی حاضر ہونا قاضی کے روبرو ضروری ہوتا ہے جس کی ایک وجہ اوپر بیان ہو چکی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مشتری کے حق میں اوس بیع کا فسخ کیا جاتا ہے تو اوسکا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اوس کے اوپر حکم دے اسلیے کہ غائب کے اوپر قاضی حکم نہیں دے سکتا مگر یہ بیع صرف مشتری کے اعتبار سے فسخ ہوتی ہے اسلیے کہ جب شفیع اوسکو بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہے تو اب مشتری کسیطرح اوسکو نہیں لے سکتا لہذا خواہ مخواہ اوسکے حق میں بیع کا فسخ کیا جائیگا مگر شفیع کے حق میں وہ بیع بدستور قائم رہیگی اسلیے کہ اگر اوسکے حق میں بھی فسخ کر دیجائے تو بذریعہ شفعہ کے مکان کو نہیں لے سکتا اور یہ شفیع بمنزلہ مشتری کے ہو جاتا ہے و لہذا مشتری کے لیے بائع ثمن کا ضامن ہوتا ہے۔

۱۴۵، بخلاف ما اذا قبضه المشترى فاخذه من يده حيث تكون العهدة عليه لانه تم ملكه بالقبض وفى الوجه الاول امتنع قبض المشترى وانه يوجب الفسخ وقد طولنا الكلام فيه فى كفاية المنتهى بتوفيق الله تعالى۔

۱۴۵، اگر مشتری نے مکان پر قبضہ کر لیا ہے اور شفیع نے اوسی کے پاس سے مکان کو لیا ہے تو اسوقت میں ثمن کی ذمہ داری مشتری پر ہو گی اسلیے کہ قبضہ کرنے سے اوسکو ملکیت تامہ حاصل ہو چکی تھی اور صورت مذکورہ بالا مین مشتری کا قبضہ نہیں ہو سکتا جسکی وجہ سے بیع کا فسخ لازم ہو جاتا ہے۔ کفایۃ المنتہی میں خوب بسط کے ساتھ ہم نے بتوفیق اللہ تبارک و تعالے اس کا بیان کر دیا ہے۔

۱۴۶، قال ومن اشترى دارا لغيره فهو الخصم للشفيع لانه هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه عليه۔

۱۴۶، اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے مکان خریدا اور ہنوز اوسکے قبضہ میں ہے تو شفیع کو اوسی سے شفعہ کا دعوی کرنا چاہیے اسواسطے کہ خریدنے والا اور عقد کرنے والا وہی ہے اور شفعہ بھی عقد کے احکام میں سے ہے لہذا اوسی سے شفعہ کا مطالبہ کیا جائیگا۔

۱۴۷، قال الا ان يسلمها الى الموكل

۱۴۷، اگر وکیل نے مکان خرید کر موکل کے قبضہ میں دیدیا

لانه لم يبق له يدٌ ولا ملك فيكون
الخصم هو الموكل وهذا لان الوكيل
كالبائع من الموكل على ما عرف
فتسليمه اليه كتسليم البائع الى المشترى
فتصير الخصومة معه الا انه مع
ذلك قائم مقام الموكل فيكتفى بحضوره
فى الخصومة قبل التسليم۔

﴿۴۸۸﴾ وكذا اذا كان البائع وكيل
الغائب فللشفيع ان ياخذها منه
اذا كانت فى يده لانه عاقد وكذا
اذا كان البائع وصيا لميت فيما يجوز
بيعه لما ذكرنا۔ ک ۱۸۸۱، ج ۳

﴿۴۸۹﴾ **قال** واذا قضى للشفيع بالدار
ولم يكن رآها فله خيار الرؤية
وان وجد بها عيبا فله ان يردها
وان كان المشترى شرط البراءة
منه لان الاخذ بالشفعة بمنزلة
الشراء الا يرى انه مبادلة المال
بالمال فيثبت فيه الخياران كما فى
الشراء ولا يسقط بشرط البراءة
من المشترى ولا برؤيته لانه
ليس بنائب عنه فلا يملك
اسقاطه۔

فصل فى الاختلاف

تو شفیع کو اس صورت مین وکیل پر دعوی نکرنا چاہیے بلکہ موکل پر
کرنا چاہیے اسواسطے کہ اب نہ وکیل کا قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے اور اسکی
وجہ یہ ہے کہ وکیل موکل کے حق مین بمنزلہ بائع کے ہوتا ہے لہذا وکیل کا
مکان کو موکل کے قبضہ مین دینا ایسا ہی ہے جسطرح بائع کا مکان کو مشتری
کے قبضہ مین دینا اور جب مشتری کے قبضہ مین مکان آجاتا ہے تو شفیع کو
بائع سے کچھ واسطہ نہین رہتا لہذا یہان بھی وکیل سے کچھ واسطہ نرہیگا
مگر وکیل مین اور بائع مین اتنا فرق ہے کہ اگر ہنوز وکیل نے موکل کے قبضہ
میں ... ۔

﴿۴۸۸﴾ اگر بائع نے دوسری کیطرف سے ایک مکان فروخت کیا اور ہنوز وہ
مکان اوسیکے قبضہ مین ہے تو شفیع اس سے مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ بیع کرنے والا
وہی ہے اسیطرح اگر ایک میت کے وصی نے میت کا کوئی مکان فروخت کیا
بشرطیکہ وہ بیع جائز ہو اس لیے کہ بعض صورتون مین وصی کی بیع ناجائز ہوتی ہے
اور ہنوز وہ مکان اوسیکے قبضہ مین ہے تو شفیع اس مکان کو وصی سے لے سکتا ہے اسلیے کہ بیع ...

﴿۴۸۹﴾ اگر شفیع کے لیے قاضی نے مکان کا حکم دیدیا اور شفیع نے
اوس مکان کو دیکھا نہین ہے تو شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب
حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری نے بائع سے اس شرط کو مان لیا ہو کہ مکان مین
کچھ عیب نکلے تو مین بری الذمہ ہون اسواسطے کہ بذریعہ شفعہ کے لینا
خریدنے کے حکم مین داخل ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ مال بمال ہوتا ہے
لہذا اوسمین خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا جسطرح مشتری کو
حاصل ہوتا ہے اور مشتری کے دیکھ لینے یا بائع کی اس شرط کو کہ عیب سے مین بری الذمہ
ہون مان لینے سے شفیع کا خیار رویت اور خیار عیب ساقط نہوگا اسلیے کہ
مشتری اوسکا نائب نہین ہے کہ شفیع کی طرف سے خیار رویت اور خیار عیب کو
ساقط کرسکے پس شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان مین کچھ عیب نکلے یا پہلے اوس
مکان کو نہین دیکھا تھا اب دیکھنے سے اوسکے پسند نہ آوے تو اسکو واپس کردے

ثمن کے اندر اختلاف واقع ہونے کا بیان

مین مکان کو نہین دیکھا ہو تو قاضی کا حکم ... مشتری کا ... ضروری ہوتا ہے۔

(٥٠) **قال** وان اختلف الشفيع والمشترى فى الثمن فالقول قول المشترى لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل وهو ينكر والقول قول المنكر مع يمينه ولا يتحالفان لان الشفيع ان كان يدعى عليه استحقاق الدار فالمشترى لا يدعى عليه شيئا لتخيره بين الترك والاخذ ولا نص ههنا فلا يتحالفان۔

(٥٠) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ شفیع حقیقت مین اسبات کا مدعی ہے کہ مین تھوڑا ثمن دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہے اور منکر کا قول حلف کے ساتھ مقبول ہوتا ہے اور دونون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونون جانب سے حلف لینے کا حکم شرع سے اوسی صورت مین ثابت ہوا ہے کہ جانبین سے دعوی اور جانبین سے انکار پایا جاوے اور یہان اگرچہ شفیع مشتری کے اوپر اس امر کا مدعی ہے کہ ثمن قلیل دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہون مگر مشتری شفیع کے اوپر کچھ دعوی نہین کرتا اسواسطے کہ شفیع کو اختیار ہے خواہ مکان کو لے خواہ چھوڑ دے لہذا شفیع سے حلف نہ لیا جائیگا۔

(٥١) **قال** ولو اقاما البينة فالبينة للشفيع عند ابى حنيفة ومحمد رح وقال ابو يوسف رح البينة بينة المشترى لانها اكثر اثباتا فصار كبينة البائع والوكيل والمشترى من العدو ولهما انه لا تنافى بينهما فيجعل كان الموجود بيعان وللشفيع ان ياخذ بايهما شاء وهذا بخلاف البائع مع المشترى لانه لا يتوالى بينهما عقدان الا بانفساخ الاول وههنا الفسخ لا يظهر فى حق الشفيع وهو التخريج لبينة الوكيل لانه كالبائع والموكل كالمشترى منه كيف وانها ممنوعة على ما روى عن محمد رح واما المشترى

(٥١) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور دونون نے گواہ پیش کر دئے تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونگے ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک طرح کی زیادتی ثابت ہوتی ہے جسطرح بائع اور وکیل اور تاجر کے گواہ مقبول ہوتے مین ۔ ابو حنیفہ اور محمد رح کی اسبات پر کہ شفیع کے گواہ مقبول ہونگے یہ دلیل ہے کہ دونون کے گواہون مین کچھ منافات نہین ہے بلکہ یہ سمجھا جائیگا کہ دونون گواہ سچ کہتے ہین اور گویا مشتری نے دو مرتبہ اوسکو خریدا ہے لہذا شفیع کو اختیار ہوگا کہ جس بیع کے اعتبار سے چاہے اوسی کے اعتبار سے مکان کو لے لے بخلاف بائع اور مشتری کے کہ اونکے مابین دو بیع نہین ہو سکتی ہین تاوقتیکہ پہلی بیع فسخ نہو اور یہان شفیع کے حق مین فسخ ظاہر نہین ہو سکتا اور اسی سے وکیل کے گواہ مقبول ہونیکی وجہ معلوم ہو سکتی ہے اسواسطے کہ وکیل بمنزلہ بائع کے اور موکل بمنزلہ مشتری کے ہے علاوہ برین یہ بات غیر مسلم ہے کہ وکیل کے گواہ مقبول ہوتے مین چنانچہ محمد رح سے منقول ہے کہ اوس صورت مین موکل کے گواہ

من العدو قلنا ذكر في السير الكبير ان البينة بينة المالك القديم فلنا ان نمنع و بعد التسليم نقول لا يصح الثاني هنالك الا بفسخ الاول اما ههنا بخلافه ولان بينة الشفيع ملزمة وبينة المشتري غير ملزمة والبينات للالزام۔

مقبول ہوتے ہین۔ اور دارالحرب سے جو شخص غلام کو خرید کر لایا ہی اوسکے نسبت ہم کو یہ کلام ہی کہ سیر کبیر مین مذکور ہی کہ اصل مالک کے گواہ مقبول ہوتے ہین لہذا ہم تسلیم نہین کرتے کہ اس مشتری کے گواہ مقبول ہوتے ہین اور اگر ہم تسلیم بھی کر لین تب بھی اوسکا جواب یہ ہی کہ وہان بھی دوسری بیع تاوقتیکہ پہلی بیع کا فسخ نہو نہین ہو سکتی بخلاف صورت تنازع فیہا کہ ان سب سے علاوہ یہ بات ہی کہ شفیع کے گواہون سے ایک حق لازم ہو جاتا ہی بخلاف مشتری کے گواہون کے لہذا شفیع کے گواہ مقبول ہونگے اسلیے کہ گواہون سے جو مقصود ہے وہ اونکے اندر موجود ہی۔

(٥٣) **قال** واذا ادعى المشتري ثمنا وادعى البائع اقل منه ولم يقبض الثمن اخذها الشفيع بما قاله البائع وكان ذلك حطا عن المشتري وهذا لان الامر ان كان على ما قال البائع فقد وجبت الشفعة به وان كان على ما قال المشتري فقد حط البائع بعض الثمن وهذا الحط يظهر في حق الشفيع على ما نبين ان شاء الله تعالى ولان التملك على البائع بايجابه فكان القول قوله في مقدار الثمن ما بقيت مطالبته فياخذ الشفيع بقوله۔

(٥٣) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے یہ مکان اتنی قیمت کو خریدا ہی اور بائع نے اوس سے کم قیمت مین فروخت کرنے کا دعوی کیا تو شفیع اوس مکان کو بائع کے قول کے موافق قیمت ادا کر کے لے سکتا ہی اور بائع کا یہ کہنا گویا مشتری سے قیمت کا کم کر دینا سمجھا جائیگا۔ اس واسطے کہ اس صورت مین اگر مشتری کا قول نفس الامر مین صحیح ہی تب تو ظاہر ہی کہ شفیع پر اوسیقدر ثمن کا دینا لازم ہی اور اگر مشتری کا قول صحیح ہی تو بائع نے یہ بات کہکر ثمن مین کمی کر دی اور یہ کمی شفیع کے حق مین بھی ظاہر ہوگی چنانچہ ان شاء اللہ تعالی ہم بیان کرینگے۔ علاوہ برین شفیع کو یہ حق بائع کے ثابت کرنے سے ثابت ہوا ہی اگر وہ فروخت نہ کرتا تو اوسکو کچھ حق نہین تھا لہذا جبتک بائع کا مطالبہ باقی ہی اوسوقت تک ثمن کے مقدار مین اوسکا قول مقبول ہوگا اور اوسیکے قول کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑے گا۔

(٥٤) **قال** ولو ادعى البائع الاكثر يتحالفان ويترادان وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الآخر فياخذها الشفيع بذلك وان حلفا يفسخ القاضي البيع على ما عرف وياخذها الشفيع

(٥٤) اگر مشتری کہتا ہی مین نے اس قیمت کو یہ مکان خریدا ہی اور بائع اس سے زیادہ قیمت کو فروخت کرنے کا مدعی ہی اور ثمن پر قبضہ نہین کیا ہی تو دونون سے حلف لیا جائیگا اور بیع فسخ کر دیجائیگی اور اگر ایک نے حلف سے انکار کیا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہی اور اوسیکے موافق شفیع پر ثمن کا دینا لازم ہوگا اور اگر

بقول البائع لان فسخ البيع لا يوجب بطلان حق الشفيع۔

دونوں نے حلف کر لیا تو قاضی اوس بیع کو فسخ کردے گا اور بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع اوس مکان کو لے لیگا اسلیے کہ بیع کے فسخ ہو جانے

(۵۵) قال وان كان قبض الثمن اخذ بما قال المشترى ان شاء ولم يلتفت الى قول البائع لانه لما استوفى الثمن انتهى حكم العقد وخرج هو من البين وصار كالاجنبى وبقى الاختلاف بين المشترى والشفيع وقد بيناه۔

(۵۵) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد مشتری سے اختلاف کیا تو شفیع کو مشتری کے قول کے موافق ثمن ادا کرکے مکان کو لینے کا اختیار ہوگا اور بائع کے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب وہ ثمن وصول کر چکا بیع تام ہوگئی اور اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا اور مشتری اور شفیع کے مابین اب اختلاف رہ گیا جس کا حکم ہم بیان کر چکے ہین۔

(۵۶) ولو كان نقد الثمن غير ظاهر فقال البائع بعت الدار بالف وقبضت الثمن ياخذها الشفيع بالف لانه لما بدأ بالاقرار بالبيع تعلقت الشفعة به فبقوله بعد ذلك قبضت الثمن يريد اسقاط حق الشفيع فيرد عليه ولو قال قبضت الثمن وهو الف لم يلتفت الى قوله لان بالاول وهو الاقرار بقبض الثمن خرج من البين وسقط اعتبار قوله فى مقدار الثمن۔

(۵۶) اگر معلوم نہین تھا کہ بائع نے ثمن کو وصول پالیا یا نہین مگر اوس کے اور مشتری کے مابین اختلاف ہو اور وہ کہتا ہو کہ مین نے ہزار روپیہ کو مکان فروخت کیا ہو اور مین ثمن وصول کرچکا ہون تو شفیع کو ہزار روپیہ زر ثمن دینا پڑینگے اسلیے کہ جسوقت اوس نے اولا اپنی زبان سے فروخت کرنے کا لفظ کہا تو حق شفعہ اوسکے ساتھ متعلق ہوگیا اور اوسکے بعد یہ کہکر کہ مین ثمن کو وصول کرچکا ہون اپنے ذمہ سے حق شفعہ کا ساقط کرنا چاہتا ہو لہذا اوسکا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر یہ بات کہی کہ ثمن مین وصول کرچکا اور ثمن ہزار روپیہ تھا تو اوسکے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب اوسنے اولا ثمن کے وصول کرنے کا اقرار کرلیا تو اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا اور مقدار ثمن مین اوسکا قول معتبر نہوگا۔

فصل فيما يؤخذ به المشفوع

مکان مشفوعہ کے ثمن کا بیان

(۵۷) قال واذا حط البائع عن المشترى بعض الثمن يسقط ذلك عن الشفيع وان حط جميع الثمن

(۵۷) اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کردی تو اوسیقدر شفیع کے حق مین بھی ثمن کم ہو جائیگا اور اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط

لم يسقط عن الشفيع لان حط البعض يلتحق باصل العقد فيظهر فى حق الشفيع لان الثمن ما بقى وكذا اذا حط بعد ما اخذها الشفيع بالثمن يحط عن الشفيع حتى يرجع عليه بذلك القدر۔

نہوگا اسلیئے کہ کم کرنے مین وہ کمی اصل بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع کے حق مین بھی وہ کمی ظاہر ہوگی اسلیئے کہ کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہے وہی ثمن سمجھا جائیگا اور اگر شفیع نے اصل ثمن دیکر مکان کو لے لیا تھا بعد ازان بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کو کم کر دیا اوسوقت بھی شفیع کے حق مین کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر واپس

(۵۸) بخلاف حط الكل لانه لا يلتحق باصل العقد بحال وقد بيناه فى البيوع۔

(۵۸) اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو اصل بیع کے اندر ثمن نہین ساقط ہو سکتا اسلیئے کہ بغیر ثمن کے بیع نہین ہو سکتی کتاب البیع مین ہم اسکو بیان کر چکے ہین۔

(۵۹) وان زاد المشترى للبائع لم تلزم الزيادة فى حق الشفيع لان فى اعتبار الزيادة ضررا بالشفيع لاستحقاقه الاخذ بما دونها بخلاف الحط لان فيه منفعة له۔

(۵۹) اگر مشتری نے بائع کے لیئے خریدنے کے بعد کچھ ثمن زیادہ کر دیا تو یہ زیادتی شفیع کے اوپر لازم نہوگی سوا سطے کہ اوسمین شفیع کا ضرر ہے بخلاف کمی کے کہ اوسکے اعتبار کرنے مین شفیع کا نفع ہے۔

(۶۰) ونظير الزيادة اذا جدد العقد باكثر من الثمن الاول لم يلزم الشفيع حتى كان له ان ياخذها بالثمن الاول لما بينا كذا هذا۔

(۶۰) اگر مشتری نے مکان کو خرید کر پھر ثمن زیادہ کرکے ازسرنو عقد جدید سے اوسکو خرید لیا تو شفیع کو یہ زیادتی لازم نہوگی بلکہ پہلا ثمن اوسکو دینا پڑے گا چنانچہ اسکے مثل ہم بیان کر چکے ہین۔

(۶۱) قال ومن اشترى دارا بعرض اخذها الشفيع بقيمته لانه من ذوات القيم وان اشتراها بمكيل او موزون اخذها بمثله لانهما من ذوات الامثال وهذا لان الشرع اثبت للشفيع ولاية التملك على المشترى بمثل ما تملكه فيراعى بالقدر الممكن كما فى الاتلاف والعددى المتقارب

(۶۱) اگر ایک شخص نے عروض مین سے یعنے جو چیزین ذوات القیم ہین اور ناپ تول یا گنتی سے فروخت نہین ہوتی ہین بعوض کسی چیز کے ایک مکان خریدا تو شفیع کو بعوض اوس مکان کے اوس چیز کے قیمت ادا کرنے پڑیگی اور اگر کسی ایسی چیز سے خریدا جو ناپ تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہے تو اوسکا مثل دینا پڑے گا اسلیئے کہ وہ ذوات الامثال ہین ہے یہ اسلیئے کہ شارع نے شفیع کو اسبات کا اختیار ثابت کیا ہے کہ جس ثمن سے مشتری اوس مکان کا مالک ہوا ہے اوسی ثمن کے

من ذوات الامثال۔

(۶۲)، وان باع عقارا بعقار اخذ الشفيع كل واحد منهما بقيمة الأخر لانه بدله وهو من ذوات القيم فياخذه بقيمته۔

(۶۳)، قال واذا باع بثمن مؤجل فللشفيع الخيار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء صبر حتى ينقضى الاجل ثم ياخذها وليس له ان ياخذها فى الحال بثمن مؤجل۔

(۶۴)، وقال زفر له ذلك وهو قول الشافعى فى القديم لان كونه مؤجلا وصف فى الثمن كالزيافة والاخذ بالشفعة به فياخذه باصله ووصفه كما فى الزيوف ولنا ان الاجل انما يثبت بالشرط ولا شرط فيما بين الشفيع والبائع او المبتاع وليس الرضاء به فى حق المشترى رضاء به فى حق الشفيع لتفاوت الناس فى الملاءة وليس الاجل وصف الثمن لانه حق المشترى ولو كان وصفا له لتبعه فيكون حقا للبائع كالثمن وصار كما اذا اشترى شيئا بثمن مؤجل ثم ولاه غيره لا يثبت الاجل الا بالذكر كذا هذا۔

(۶۵)، ثم ان اخذها بثمن حال من

مثل سے وہ بھی مالک ہو جائے لہذا حصے الاسکان اُسکی مثلیت کا ہے۔

(۶۲)، اگر ایک مکان کو بعوض ایک مکان کے فروخت کیا تو ہر ایک مکان کا شفیع دوسرے مکان کی قیمت دیکر اپنے شفعہ کے مکان کو لے سکتا ہے اسلیئے کہ ہر ایک مکان دوسرے مکان کا بدلہ ہے اور مکان ذوات القیم میں سے ہے لہذا اوسکی قیمت دینا پڑیگی۔

(۶۳)، اگر ایک شخص نے قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا تو شفیع کو اختیار رہوگا کہ خواہ فی الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے خواہ قرض کی مدت پوری ہونے کا منتظر رہے جب مدت پوری ہو جائے تو اُسوقت ثمن دیکر لے لے یہ اختیار نہوگا کہ اوسیوقت لیکر ثمن کو اوس مدت کے بعد ادا کرے۔

(۶۴)، امام زفر رح صورت مذکورہ بالا مین فرماتے ہین کہ اُسکو یہ اختیار رہوگا کہ مکان کو اوسی وقت لیکر قیمت مدت گذرنے کے بعد ادا کرے اور شافعی رح کا قول قدیم بھی یہی ہے اسواسطے کہ ثمن کا مؤجل ہونا بھی ثمن کا ایک وصف ہے جسطرح کھوٹا ہونا ایک وصف ہے اور شفعہ کے اندر شفیع پر وہی ثمن لازم ہوتا ہے جسکے ساتھ بیع قرار پائی ہے لہذا اس وصف کا شفیع کے اعتبار سے بھی لحاظ کیا جائیگا جسطرح کھوٹے روپیہ کی صورت مین کھوٹے روپیے شفیع پر لازم ہوتے ہین حنفیہ رح کی دلیل یہ ہے کہ ثمن کا قرض کرنا شرط لگانے سے ثابت ہوتا ہے اور شفیع اور بائع یا مشتری کے مابین یہ شرط نہین ہوئی ہے اور بائع کا مشتری سے قرض دینے پر راضی ہونا شفیع کے حق مین راضی ہونا نہ سمجھا جائیگا اسلیئے کہ لوگ مالداری مین ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہین اور قرض دینا ثمن کا کوئی وصف نہین ہے اسلیئے کہ وہ مشتری کا حق ہے اگر ثمن کا وصف ہوتا تو ثمن کیساتھ رہتا اسواسطے کہ جس چیز کا وصف ہوتا ہے اُس چیز کے ساتھ رہتا ہے اور ثمن بائع کا حق ہے تو لازم تھا کہ قرض بھی

(۶۵)، اگر ایک شخص نے کسی کے ہاتھ قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا

البائع سقط الثمن عن المشتري لما بينا من قبل وان اخذها من المشتري رجع البائع على المشتري بثمن موجل كما كان لان الشرط الذي جرى بينهما لم يبطل باخذ الشفيع فبقي موجبه فصار كما اذا باعه بثمن حال وقد اشتراه مؤجلا وان اختار الانتظار له ذلك لان له ان لا يلتزم زيادة الضرر من حيث النقدية۔

اور شفیع نے اوسیوقت ثمن ادا کرکے وہ مکان لیلیا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا اسلیے کہ مشتری کے حق مین یہ بیع فسخ ہو جائیگی اور شفیع مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور اگر شفیع نے مشتری کے پاس سے وہ مکان لیا ہے تو بدستور سابق مشتری کے اوپر بائع کا ثمن قرض رہیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کے درمیان جو شرط قرار پائی ہو شفیع کے لینے سے اومین کچھ تغیر نہین ہوا لهذا اسکا حکم برقرار رہیگا جسطرح کوئی شخص ثمن مؤجل کے ساتھ ایک چیز کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ نقد داموں سے فروخت کرڈالے تو بائع دوم کو بائع اول کے لیے نقد دام نہین دینے پڑتے بلکہ اوسکا ثمن مؤجل بدستور سابق لازم رہتا ہے۔ اور اگر صورت مذکورہ مین شفیع اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا چاہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے اسلیے کہ نقد دام دینے مین اسکا ضرر ہے اور اوسکو استحقاق ہے کہ اپنے اوپر گوارا نہ کرے۔

۶۵، وقوله في الكتاب وان شاء صبر حتى ينقضي الاجل مراده الصبر عن الاخذ اما الطلب عليه في الحال حتى لو سكت عنه بطلت شفعته عند ابي حنيفة ومحمد رحمه خلافا لقول ابي يوسف الاخر لان حق الشفعة انما يثبت بالبيع والاخذ يتراخى عن الطلب وهو متمكن من الاخذ في الحال بان يودي الثمن حالا فيشترط الطلب عند العلم بالبيع۔

۶۵، قدوری مین جو بیان کیا ہے کہ مکان کے قرض کے طور پر فروخت ہونے کی صورت مین شفیع کو مدت قرض تک انتظار کرنے کا اختیار ہوتا ہے اوس سے یہ مقصود ہے کہ مکان کے لینے مین وہ اس مدت تک صبر کرسکتا ہے طلب شفعہ مین انتظار کرنا مقصود نہین ہے بلکہ طلب شفعہ اسکو فی الحال کرنا چاہیے حتے کہ اگر طلب شفعہ سے اوس نے سکوت کیا تو ابو حنیفہ اور محمد رحمہ کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ابو یوسف رحمہ کا قول اخیر اس کے خلاف ہے اور دونون کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ کا ثبوت بیع کے سبب سے ہوتا ہے اور طلب کے بعد مکان کو لے سکتا ہے اور یہان شفیع کو فی الحال ثمن دیکر اوسیوقت مکان کے لینے کا موقع ہوتا ہے لهذا علم بالبیع کے ساتھ طلب شفعہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۶۶، قال واذا اشترى ذمي بخمر او خنزير وشفيعها ذمي اخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا البيع مقضي بالصحة فيما بينهم

۶۶، اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے کوئی مکان فروخت کیا اور اوس مکان کا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو اس شفیع کو مکان کے لینے مین شراب کی جگہ شراب اور خنزیر کی جگہ خنزیر کی قیمت دینا پڑیگی اسلیے کہ ذمیون کے ابین یہ بیع صحیح ہوگی اور حق شفعہ مین ذمی اور مسلمان

وحق الشفعة يعم المسلم والذمى والخمر لهم كالخل لنا والخنزير كالشاة فيأخذ فى الاول بالمثل والثانى بالقيمة۔

بہاریجن اور انکے نزدیک شراب ایسی ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ اور خنزیر ایسا ہے جیسے ہمارے نزدیک بکری لہذا شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت کا دینا لازم ہوگا۔

(۶۸) قال وان كان شفيعها مسلما اخذها بقيمة الخمر والخنزير اما الخنزير فظاهر وكذا الخمر لامتناع التسليم والتسلم فى حق المسلم فالتحق بغير المثلى وان كان شفيعها مسلما وذميا اخذ المسلم نصفها بنصف قيمة الخمر والذمى نصفها بنصف مثل الخمر اعتبارا للبعض بالكل ولو اسلم الذمى اخذها بنصف قيمة الخمر لعجزه عن تمليك الخمر وبالاسلام يتأكد حقه لا ان يبطل فصار كما اذا اشتراها بكر من رطب فحضر الشفيع بعد انقطاعه يأخذها بقيمة الرطب كذا هذا۔

(۶۸) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے ایک مکان خریدا اور اسکا شفیع کوئی مسلمان شخص ہے تو اس شفیع پر شراب اور خنزیر کی قیمت لازم ہوگی خنزیر کی قیمت کا لازم ہونا تو ظاہر ہی ہے اسواسطے کہ خنزیر ذوات القیم میں سے ہے اور شراب کی قیمت اسواسطے دینا پڑیگی کہ مسلمان کے حق میں شراب کا لینا دینا ممنوع ہے لہذا مسلمان کے حق میں شراب ذوات الامثال میں سے شمار کیجائیگی اور اگر اس مکان میں دو شخص شفیع ہیں جن میں ایک مسلمان اور ایک ذمی ہے تو مسلمان کو نصف مکان کے بدلہ میں شراب کی نصف قیمت اور ذمی کو نصف مکان کے بدلہ میں نصف شراب کے بدلہ شراب دینا پڑیگی الغرض جس امر کا کل میں لحاظ کیا جائیگا اسکے اجزاء میں بھی لحاظ کیا جائیگا۔ اور اگر وہ شفیع ذمی مسلمان ہوگیا تو اسکو بھی شراب کی نصف قیمت دینا ہوگی اسلیے کہ مسلمان ہوجانیکی وجہ سے وہ شراب نہیں دے سکتا ہے اور مسلمان ہوجانے سے اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بلکہ اسکو مستحکم ہوجائیگا اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بعوض کچھ من تازہ چھوہارے کے ایک مکان خریدے اور جب انکی فصل جاتی رہی اور بازار میں انکا آنا بند ہوجائے تو شفیع حاضر ہو کر اپنے شفعہ کا دعوی کرے کہ اس شفیع کو چھواروں کی قیمت دینا ہوگی۔

فصل

(۶۹) قال واذا بنى المشترى او غرس ثم قضى للشفيع بالشفعة فهو بالخيار ان شاء اخذها بالثمن وقيمة البناء والغرس وان شاء كلف المشترى قلعه۔

(۶۹) اگر مشتری نے زمین کے اندر کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ مکان کو مع عمارت اور درختوں کے لے لے اور مکان کا ثمن اور عمارت و درختوں کی قیمت ادا کردے خواہ مشتری سے کہے کہ یہ عمارت اور درخت اوکھاڑ لے اور زمین کو خالی کردے۔

(۷۰) وعن ابى يوسف انه لا يكلف القلع ويخير بين ان يأخذ بالثمن

(۷۰) ابو یوسف رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ بالا میں شفیع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے زمین کو خالی کرا کر لیلے بلکہ اوسکو صرف یہ اختیار ہوگا

وقیمۃ البناء والغرس وبین ان
یترك وبه قال الشافعی رح الا ان
عنده له ان یقلع ویعطی قیمۃ البناء
لابی یوسف انه محق فی البناء لانه
بناه علی ان الدار ملکه والتکلیف
بالقلع من احکام العدوان فصار
کالموهوب له والمشتری شراءً فاسدًا
وکما اذا زرع المشتری فانه
لا یکلف القلع وهذا لان فی ایجاب
الاخذ بالقیمۃ دفع اعلی الضررین
بتحمل الادنی فیصار الیه ووجه ظاهر
الروایۃ انه بنی فی محل تعلق به حق
متاکد للغیر من غیر تسلیط من
جهۃ من له الحق فینقض کالراهن
اذا بنی فی المرهون وهذا لان حقه
اقوی من حق المشتری لانه یتقدم
علیه ولهذا ینقض بیعه وهبته
وغیره من تصرفاته بخلاف
الهبۃ والشراء الفاسد عند
ابی حنیفۃ رح لانه حصل بتسلیط
من جهۃ من له الحق ولان حق
الاسترداد فیهما ضعیف ولهذا
لا یبقی بعد البناء وهذا الحق یبقی
فلا معنی لایجاب القیمۃ کما فی
الاستحقاق والزرع یقلع قیاسا

کہ زمین کو مع عمارت وغیرہ کے لیلے اور زمین کا ثمن اور عمارت وغیرہ کی قیمت
مشتری کو ادا کردے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہوجائے اسواسطے کہ
مشتری نے یہ عمارت بیجا نہیں بنائی ہے بلکہ اسکو بنانے کا حق تھا اسواسطے
کہ وہ زمین اوسکی مملوک ہے اور اوسکو اوکھاڑنے کا حکم دینا ظلم ہے اور اوسکی
مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو ایک زمین ہبہ کردے اور موہوب لہ جسکو
زمین ہبہ کی ہے اوس زمین میں کچھ عمارت بنالے تو ہبہ کرنے والے کو اسبات کا
حق نہیں ہوتا کہ اوس سے زمین کو خالی کراکر واپس کرلے یا کوئی شخص بیع فاسد سے
ایک زمین خرید کر اوس زمین میں کچھ عمارت بنالے تو بائع کو اختیار نہیں ہوتا کہ اوس
زمین کو خالی کراکے واپس کرلے یا مشتری زمین کے اندر کھیت بو دے تو شفیع کو
کھیتی کے کٹنے تک انتظار کرنا پڑتا ہے اوسکو اوکھاڑ نہیں سکتا۔ اور اوسکی
وجہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو اوکھاڑنے کا حکم دیا جائے تو مشتری کا ضرر بہت زیادہ
ہے اور اگر شفیع قیمت ادا کرکے اوسکو لے تو چندان ضرر نہیں ہے۔ اور ظاہر
روایت یعنے شفیع کو زمین کے خالی کرانے کا اختیار حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ مشتری کا عمارت بنانا اوس زمین میں بیجا ہے اسواسطے کہ اوس زمین میں
شفیع کا حق ثابت ہورہا ہے اور شفیع نے اوسکو عمارت بنانے کا اختیار نہیں
دیا ہے لہذا اوسکا تصرف باطل ہوگا جسطرح راہن زمین مرہونہ میں عمارت بنالے
تو مالک کو عمارت کے گرانے کا استحقاق ہوتا ہے اور اوسکا منشا یہ ہے کہ شفیع کا حق
مشتری کے حق پر ترجیح ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق اوسپر مقدم ہوتا ہے و لہذا
مشتری کی بیع اور ہبہ و علیٰ ہذا القیاس تمام تصرفات باطل ہو جاتے ہیں بخلاف
ہبہ کے اور نیز ابو حنیفہ رح کے نزدیک بیع فاسد کے اندر تصرف کے باطل نہونے کے
اور وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ہبہ اور بیع فاسد میں موہوب لہ اور مشتری کا یہ تصرف
واہب اور بائع کے اختیار دینے سے ہوا ہے علاوہ بریں ان دونوں میں واپس
لینے کا حق ضعیف ہے و لہذا تصرف کرنے کے بعد واپس لینے کا حق جاتا رہتا ہے
اور شفعہ کا حق مشتری کے تصرف کرنے سے نہیں جاتا اور جب ثابت ہوگیا کہ شفیع کو
مشتری کے عمارت کے منہدم کرانے کا اختیار ہے تو پھر اوسپر قیمت کیونکر واجب ہوسکتی ہے

وانما لا يقلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر وليس فيه كثير ضرر وان اخذه بالقيمة يعتبر قيمته مقلوعا كما بيناه في الغصب۔

(۷۱)، ولو اخذها الشفيع فبنى فيها اوغرس ثم استحقت رجع بالثمن لانه تبين انه اخذه بغير حق ولا يرجع بقيمة البناء والغرس لا على البائع ان اخذها منه ولا على المشتري ان اخذها منه وعن ابي يوسف انه يرجع لانه متملك عليه فنزل منزلة البائع والمشتري والفرق على ما هو المشهور ان المشتري مغرور من جهة البائع ومسلط عليه من جهته ولا غرور ولا تسليط في حق الشفيع من المشتري لانه مجبور عليه۔

(۷۲)، قال واذا انهدمت الدار او احترق بناؤها او جف شجر البستان بغير فعل احد فالشفيع بالخيار ان شاء اخذها بجميع الثمن لان البناء والغرس تابع حتى دخلا في البيع من غير ذكر فلا يقابلهما شئ من الثمن مالم

جسطرح مشتری زمین مین کچھ عمارت بنالے بعدازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہو تو اوس حقدار سے مشتری عمارت کی قیمت نہین لے سکتا بلکہ بائع سے مطالبہ کرتا ہے باقی رہا کھیتی پر قیاس کرنا اوسکا جواب یہ ہے کہ قیاس کا یہی مقتضا ہے کہ شفیع کو اوسکے اوکھاڑنے کا اختیار دیا جائے مگر استحسان کے طور پر اوسکے کٹنے تک انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسواسطے کہ کھیتی کی مدت مقرر ہوتی ہے اور اسکا کرایہ بھی مشتری کو دیا جاتا ہے

(۷۱)، اگر شفیع نے حق شفعہ مین ایک زمین کو لیکر اوسمین کچھ عمارت بنا لی یا درخت لگا لیے بعدازان اوس زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع ثمن کو واپس کر لیگا اسلیے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ زمین ناحق لی تھی اور اوس عمارت یا درختون کی قیمت کا کسی سے مطالبہ نہ کر سکیگا اگر بائع سے زمین کو لیا تھا تو بائع سے مطالبہ نہین کر سکتا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری سے مطالبہ نہین کر سکتا۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ عمارت اور درختونکی قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے اسواسطے کہ شفیع نے جس شخص سے مکان کو لیا ہے وہ بمنزلہ بائع کے ہے اور شفیع بمنزلہ مشتری کے ہے اور روایت مشہورہ کے مطابق دونون مین یہ فرق ہے کہ مشتری کو بائع کی طرف سے فریب کا احتمال اور تسلط حاصل ہوتا ہے اور شفیع کو مشتری یا بائع کی طرف سے تسلط یا فریب نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ جبراً مالک بنجاتا ہے لہذا عمارت وغیرہ کی قیمت کا مشتری مطالبہ کر سکتا ہے اور شفیع نہین کر سکتا۔

(۷۲)، اگر ایک شخص نے کوئی مکان یا باغ خریدا اور خود بخود مکان کی عمارت منہدم ہو گئی یا اوسمین آگ لگ گئی اور باغ کے درخت خشک ہو گئے تو شفیع کو اختیار ہے کہ اپنے شفعہ سے یا تو دست بردار ہو جائے اسلیے کہ شفیع لینے مین مجبور نہین ہو سکتا یا کل ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے اسواسطے کہ عمارت اور درخت زمین کے تابع ہوتے ہین اسی لیے بغیر ذکر لائے عمارت اور درخت زمین کی بیع مین داخل ہو جاتی ہین لہذا جبتک وہ مقصود بالذات چیز نہون اوسوقت تک ثمن کا کوئی حصہ اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا اسیواسطے

یصیر مقصودا ولهذا یبیعها مرابحة بکل الثمن فی هذه الصورة بخلاف ما اذا اغرق نصف الارض حیث یاخذ الباقی بحصته لان الفائت بعض الاصل قال وان شاء ترك لان له ان یمتنع عن تملك الدار بماله۔

اس صورت مین مشتری اس زمین کو نفع ٹھیرا کر دوسرے کے ہاتھ عمارت وغیرہ کے بغیر ذکر کیے شرعًا فروخت کر سکتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اس زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو جائے کہ شفیع باقی زمین کو اوسکے قدر ثمن ادا کر کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہان اصل مبیع کا ایک حصہ فوت ہو گیا ہے

+ + + + + +

+ + + + + +

(۷۳)، قال وان نقض المشتری البناء قیل للشفیع ان شئت فخذ العرصة بحصتها وان شئت فدع لانه صار مقصودا بالاتلاف فیقابله شیء من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك بآفة سماویة ولیس للشفیع ان یاخذ النقض لانه صار مفصولا فلم یبق تبعا۔

(۷۳)، اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا اگر منظور ہو تو اس اراضی کے قدر ثمن دیکر اراضی کو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہو جا اس لیے کہ منہدم کرنے سے عمارت مقصود بالذات چیز ہو گئی لہذا ثمن اوسپر تقسیم کیا جائے گا بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود بخود منہدم ہو جائے اور اُس عمارت کی اینٹ پتھر وغیرہ شفیع نہین لے سکتا ہے اسواسطے اونکو زمین سے کچھ علاقہ نہین رہا بلکہ وہ جداگانہ چیز ہو گئی۔

(۷۴)، قال ومن ابتاع ارضا وعلی نخلها ثمر اخذها الشفیع بثمرها ومعناه اذا ذکر الثمر فی البیع لانه لا یدخل من غیر ذکر وهذا الذی ذکره استحسان وفی القیاس لا یاخذه لانه لیس بتبع الا یری انه لا یدخل فی البیع من غیر ذکر فاشبه المتاع فی الدار وجه الاستحسان انه باعتبار الاتصال صار تبعا للعقار کالبناء فی الدار

(۷۴)، اگر ایک شخص نے ایک باغ مع پھل کے خریدا یعنے بیع کے اندر پھل بھی ٹھیرالیا جو درختوں کے اوپر ہو اسواسطے کہ باغ کی بیع مین بغیر ٹھیرائے پھل نہین داخل ہوتا تو شفیع کو یہ باغ مع پھل کے ملجائیگا مگر یہ حکم استحسان کے طور پر ہے اسواسطے کہ ازروی قیاس شفیع کو یہ پھل نہین ملنا چاہیے کیونکہ وہ توابع مین سے نہین ہے اسیواسطے بغیر ٹھیرائے زمین کے بیع مین درختون کا پھل داخل نہین ہوتا اور اوسکو اسباب کا حکم ہے۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے اعتبار سے پھل زمین کے تابع ہین جس طرح عمارت اور وہ چیزین جو عمارت کے اندر نصب ہین زمین کے تابع سمجھی جاتی ہین لہذا

وما كان مركبا فيه فيأخذه الشفيع۔

شفیع کے پھل کے لینے کا حکم دیا گیا

(٧٥) قال وكذلك ان ابتاعها وليس في النخيل ثمر فاثمر في يد المشتري يعني يأخذه الشفيع لانه مبيع تبعا لان البيع سرى اليه على ما عرف في ولد المبيع۔

(٧٥) اگر ایک زمین خریدی اور اوسکے درختوں پر خریدتے وقت پھل نہیں تھا مگر مشتری کے پاس اگر درختوں پر پھل آگیا تو شفیع کو زمین کے ساتھ وہ پھل بھی ملجائیگا اسواسطے کہ بالتبع پھل بھی مبیع کے اندر شامل ہے اور بیع کا اثر اوسکے اندر بھی پہونچ گیا ہے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک حاملہ لونڈی کو خریدے اور مشتری کے پاس آکر اوسکے بچہ پیدا ہو تو وہ مشتری کی ملک ہوگا

(٧٦) قال فان جذه المشتري ثم جاء الشفيع لا يأخذ الثمر في الفصلين جميعا لانه لم يبق تبعا للعقار وقت الاخذ حيث صار مفصولا عنه فلا يأخذه۔

(٧٦) اگر مشتری نے زمین کو خرید کر اوسکے درختوں کا پھل توڑ لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو وہ پھل کو نہیں لے سکتا خواہ خریدتے وقت درختوں پر پھل موجود ہو خواہ مشتری کے پاس آکر اون پر پھل آیا ہو اسواسطے کہ اب وہ پھل زمین کا تابع نہیں رہا بلکہ جداگانہ ایک چیز ہو گیا لہذا اوسکو نہیں لے سکتا ہے۔

(٧٧) قال في الكتاب فان جذه المشتري سقط عن الشفيع حصته قال رضي الله عنه وهذا جواب الفصل الاول لانه دخل في البيع مقصودا فيقابله شئ من الثمن اما في الفصل الثاني يأخذ ما سوى الثمر بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يكون مبيعا الا تبعا فلا يقابله شئ من الثمن والله اعلم۔

(٧٧) قدوری مین بیان کیا ہے اگر مشتری نے پھل کو توڑ لیا تو پھل کی قدر شفیع کے ذمے ثمن مین کمی کردیجائیگی مصنف رح کا قول ہے کہ یہ اوس صورت مین ہے جبکہ خریدتے وقت درختون پر پھل موجود ہو اسواسطے کہ اوسوقت مین پھل بیع کے اندر مقصود بالذات ہوگا اور ثمن اوسکے اوپر تقسیم ہوجائیگا اور اگر پھل اوسوقت درختون پر نہین تھا بلکہ مشتری کے پاس آکر پھل آیا تو وہ بیع کے اندر بالذات داخل نہوگا بلکہ بالتبع داخل ہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوس کے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ما تجب فيه الشفعة وما لا تجب

اس بات کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۷۸) قال الشفعة واجبة فی العقار وان كان مما لا يقسم۔

(۷۸) شفعہ غیر منقول چیز مین ثابت ہوتا ہو اگرچہ اُسکی تقسیم نہو سکے۔

(۷۹) وقال الشافعی رح لا شفعة فيما لا يقسم لان الشفعة انما وجبت دفعا لمؤنة القسمة وهذا لا يتحقق فيما لا يقسم ولنا قوله عليه السلام الشفعة فی كل شئ عقار او ربع الى غير ذلك من العمومات ولان الشفعة سببها الاتصال فی الملك والحكمة دفع ضرر سوء الجوار على ما مر وانه ينتظم القسمين ما يقسم وما لا يقسم وهو الحمام والرحى والبير والطريق۔

(۷۹) امام شافعی رح کے نزدیک جن غیر منقولات کی تقسیم نہین ہوسکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ اُنکے نزدیک شفعہ اسلیے مقرر کیا گیا ہو کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ کرنی پڑے اور جو چیزین خود قابل تقسیم نہین ہو اونمین یہ دقت ہی نہین لازم آسکتی تاکہ شفعہ مقرر کیا جائے۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ ہر چیز مین ہے خواہ زمین ہو یا مکان ہو وعلے ہذا القیاس اور بہت سی احادیث ہین جن سے عام طور پر تمام غیر منقولات مین شفعہ کا ہونا ثابت ہوتا ہو۔ علاوہ برین شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہو اور اوسکے اندر حکمت یہ ہو کہ لوگون کو جوار کے ضرر سے امن رہے اور یہ بات تمام غیر منقولات کو شامل ہے خواہ وہ تقسیم کے قابل ہون یا نہون جیسے حمام چکی کنوان راستہ۔

(۸۰) قال ولا شفعة فی العروض والسفن لقوله عليه السلام لا شفعة الا فی ربع او حائط وهو حجة على مالك رح فی ايجابها فی السفن ولان الشفعة انما وجبت لدفع ضرر سوء الجوار على الدوام والملك فی المنقول لا يدوم حسب دوامه فی العقار فلا يلحق به۔

(۸۰) منقولات چیزونمین اور کشتی مین شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بجز مکان یا باغ کے کسی چیز مین شفعہ نہین ہے۔ اور امام مالک رح کے نزدیک کشتی مین شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر یہ حدیث اونکے اوپر حجت ہے اور منقولات مین شفعہ ثابت نہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعہ ضرر جوار کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوا ہے اور منقولات مین ہمیشہ کے لیئے ملکیت نہین ہوتی جسطرح غیر منقولات مین ہوتی ہے لہذا غیر منقولات کا حکم اونکو نہین دے سکتے۔

(۸۱) وفی بعض نسخ المختصر ولا شفعة فی البناء والنخل اذا بيعت دون العرصة وهو صحيح

(۸۱) قدوری کے بعض نسخون مین لکھا ہو کہ اگر عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہون تو انمین شفعہ ثابت نہوگا اور یہ قول صحیح ہو چنانچہ مبسوط مین بھی اسکو بیان کیا ہی اسواسطے

مذكور في الاصل لانه لاقرار له فكان نقليا وهذا الخلاف العلو حيث يُستحق بالشفعة ويستحق به الشفعة في السفل اذا لم يكن طريق العلو فيه لانه بماله من حق القرار التحق بالعقار۔

۸۲، **قال** والمسلم والذمي في الشفعة سواء للعمومات ولانهما يستويان في السبب والحكمة فيستويان في الاستحقاق ولهذا يستوي فيه الذكر والانثى والصغير والكبير والباغي والعادل والحر والعبد اذا كان ماذونا اومكاتبا۔

۸۳، **قال** واذا ملك العقار لعوض هومال وجبت فيه الشفعة لانه امكن مراعاة شرط الشرع فيه وهو التملك بمثل ماتملك به المشتري صورة او قيمة على مامر۔

۸۴، **قال** ولاشفعة في الدار التي يتزوج الرجل عليها او يخالع المرأة بها او يستاجر بها دارا او غيرها او يصالح بها عن دم عمدا و يعتق عليها عبدا لان الشفعة عندنا

کہ عمارت اور درختون کو زمین کے بغیر قیام نہین ہوسکتا لہذا وہ منقولات مین داخل ہین بخلاف بالاخانہ کے کہ اگر اوسکا راستہ نیچے کے مکان مین کو ہو کر نہ ہو اوسوقت بھی جوار کی وجہ سے نیچے والے کو بالاخانہ مین اور بالاخانہ والے کو نیچے کے مکان مین حق شفعہ ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ بالاخانہ کو ہمیشہ کے لیے نیچے کے مکان پر قائم رہنیکا حق ہی لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا گیا

۸۲، شفعہ کے اندر مسلمان اور ذمی سب برابر ہین اسواسطے کہ جن نصوص سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہی اونمین کسی کی تخصیص کا بیان نہین ہی بلکہ وہ عام ہین علاوہ برین شفعہ کا جو سبب ہی اور اوسکے مقرر کرنے مین جو حکمت ہی اوسمین بھی مسلمان اور ذمی برابر ہین لہذا استحقاق مین بھی برابر ہونگے اسیواسطے مرد اور عورت بالغ اور نابالغ باغی اور اہل حق حر اور غلام البشرطیکہ ماذون یا مکاتب ہو سب برابر ہوتے ہین۔

۸۳ یہ قاعدہ کلیہ ہی کہ جب کوئی شخص کسی اراضی یا مکان کا بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہو تو اوسمین شفیع کا شفعہ ثابت ہوجاتا ہی اسلیے کہ جب بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہوا ہی تو شفعہ کے معنے اوس جگہ پائے جاسکتے ہین یعنے شفیع اوس مال کا مثل ادا کرکے مبیع کو لے سکتا ہی خواہ صورۃً مثل ادا کرکے خواہ قیمت کے اعتبار سے چنانچہ اسکی صورتین مذکور ہوچکی ہین

۸۴، اگر بعوض ایک مکان کے کسی عورت سے نکاح کیا یا عورت نے بعوض ایک مکان کے خاوند سے خلع کیا یا ایک مکان وغیرہ کو بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کرایہ پر لیا یا کسی نے دوسرے کو قصداً قتل کرڈالا اور مقتول کے وارثون نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کرلیا یا ایک مکان کے عوض غلام کو آزاد کیا

انما تجب فی مبادلة المال بالمال لما بینا وهذه الاعواض لیست باموال فایجاب الشفعة فیها خلاف المشروع وقلب الموضوع۔

توان سب مکانات مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسلیے کہ حنفیہ کے نزدیک مبادلہ مال بمال کی صورت مین شفعہ ثابت ہوتا ہے ورنہ شفعہ کے معنی نہیں پائے جاسکتے اور یہان تمام چیزین جنکے عوض مکان کو لیا ہے مال کے قبیلہ سے نہین ہین لہذا اونکے اندر شفعہ کا ثابت ہونا بیجا ہے۔

(۸۵) وعند الشافعی رہ تجب فیها الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده فامکن الاخذ بقیمتها ان تعذر بمثلها کما فی البیع بالعرض بخلاف الهبة لانه لا عوض فیها راسا وقوله یتاتی فیما اذا جعل شقصا من دار مهرا او ما یضاهیه لانه لا شفعة عنده الا فیه ونحن نقول ان تقوم منافع البضع فی النکاح وغیرها بعقد الاجارة ضروری فلا یظهر فی حق الشفعة وکذا الدم والعتق غیر متقوم لان القیمة ما یقوم مقام غیره فی المعنی الخاص المطلوب ولا یتحقق فیهما

(۸۵) شافعی رہ کے نزدیک صور مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اسلیے کہ اونکے نزدیک ان سب چیزون کے قیمت ہے اور اُنکا مثل شفیع نہین ادا کر سکتا ہے لہذا اُنکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہے جیسے کوئی مکان بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہو تو شفیع کو گھوڑے وغیرہ کی قیمت ادا کرنا پڑیگی بخلاف ہبہ کے کہ اوسمین سرے سے عوض ہی نہین پایا جاتا مگر امام شافعی رہ کے نزدیک ان صورتون کے اندر شفعہ صرف اوسیوقت ثابت ہوسکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ مہر وغیرہ قرار دیا جائے کہ اوس مکان کے شریک کو حق شفعہ ثابت ہو جائیگا ورنہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک جار کو حق شفعہ نہین ہے حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ شرمگاہ کے منافع وعلے ہذا القیاس عقد اجارہ کے اندر اور منافع کی قیمت لوگون کی ضرورت کا لحاظ فرماکر شارع نے مقرر کی ہے لہذا شفعہ کے اعتبار سے ان چیزون کی قیمت کا نہ لحاظ کیا جائیگا اسیطرح قتل کرنے اور آزاد کرنے کے اصل مین کچھ قیمت نہین ہے اسواسطے کہ قیمت اُسکو کہتے ہین جو دوسری چیز کے غرض خاص یعنے مالیت مین قائم مقام ہوسکے اور قتل کرنے یا آزاد کرنے کے اندر مالیت کے معنے نہیں پائے جاتے

(۸۶) وعلی هذا اذا تزوجها بغیر مهر ثم فرض لها الدار مهرا لانه بمنزلة المفروض فی العقد فی کونه مقابلا بالبضع بخلاف ما اذا باعها بمهر المثل او بالمسمی لانه مبادلة مال بمال۔

(۸۶) اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور نکاح کے وقت کچھ مہر نہین مقرر کیا مگر اُسکے بعد ایک مکان اوسکا مہر مقرر کر دیا تو اس مکان مین بھی شفعہ نہوگا اسلیے کہ شرمگاہ کے عوض ہونے مین اس کا حکم ایسا ہی ہے جسطرح نکاح کے وقت مقرر کرنے مین ہوتا۔ بخلاف اوس صورت کے کہ بعوض مہر مثل یا مہر معین کے ایک مکان کو عورت کے ہاتھ فروخت کر دے کہ مبادلہ مالیہ کی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

(۸۷) ولو تزوجها علی دار علی

(۸۷) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے بایں قرار داد کے

ان ترد عليه الفا فلا شفعة فى جميع الدار عند ابى حنيفة رہ وقالا تجب فى حصة الالف لانه مبادلة مالية فى حقه وهو يقول معنى البيع فيه تابع ولهذا ينعقد بلفظ النكاح ولا يفسد بشرط النكاح فيه ولا شفعة فى الاصل فكذا فى التبع ولان الشفعة شرعت فى المبادلة المالية المقصودة حتى ان المضارب اذا باع دارا وفيها ربح لا يستحق رب المال الشفعة فى حصة الربح لكونه تابعا فيه۔

(٨٨) قال او يصالح عليها بانكار فان صالح عليها باقرار وجبت الشفعة قال رضى الله عنه هكذا ذكر فى اكثر نسخ المختصر والصحيح او يصالح عنها بانكار مكان قوله عليها اذا صالح عنها بانكار بقى الدار فى يده فهو يزعم انه لم تزل عن ملكه وكذا اذا صالح عنها بسكوت لانه يحتمل انه بذل المال افتداء ليمينه وقطعا لشغب خصمه كما اذا انكر صريحا بخلاف ما اذا صالح عنها باقرار لانه معترف بالملك للمدعى وانما استفاده بالصلح

نکاح کیا کہ وہ عورت ہزار روپیہ اسکو ادا کیے تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک اوس مکان مین بالکل شفعہ نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر ہزار روپیہ کے مکان کے ایک حصہ مین شفعہ ہوگا اسواسطے کہ اوس قدر حصہ مین مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہی امام صاحب رح کی طرف سے یہ جواب ہی کہ بیع کے معنے اوس مکان مین بالتبع پائے جاتے ہین۔ ولہذا نکاح کی لفظ سے اوسکے بیع ہو جاتی ہی اور نکاح کی شرط لگانے سے بیع فاسد نہین ہوتی اور اگر حقیقت مین بیع ہوتی تو ضرور فاسد ہو جاتی اور نکاح کے اندر شفعہ نہین ہوتا لہذا اس بیع مین بھی جو نکاح کے تابع ہی شفعہ نہوگا علاوہ برین شفعہ اوس مبادلہ کے اندر مقرر کیا گیا ہی جو مقصود بالذات ہو حتی کہ اگر مضارب ایک مکان فروخت کرے جسمین نفع کا بھی ایک حصہ ہو تو رب المال کو اوس حصہ کے قدر مین شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسمین اوس حصہ کی بیع بالتبع داخل ہے۔

(٨٨) اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا بعد ازان مدعی علیہ نے مدعی کو ایک مکان دیکر فیصلہ کر لیا تو اس مکان مین شفعہ نہوگا اور اگر مدعی علیہ نے مال کا اقرار کرنے کے بعد مدعی کو یہ مکان دیکر صلح کی تو شفعہ ثابت ہوگا۔ مگر مصنف رح نے بیان کیا ہی کہ قدوری کے اکثر نسخون مین علیہا کا لفظ ہی جسکے موافق یہ معنے ہوتے ہین اور صحیح یہ ہی کہ علیہا کی جگہ عنہا کا لفظ ہو اوسکے موافق یہ معنے ہونگے کہ اگر دو شخصونکے مابین ایک مکان مین تنازع درپیش ہو اور مدعی علیہ اوسمین منکر ہو اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لے اور وہ مکان اوسکے قبضہ مین باقی رہے کہ ایسے وقت مین تو مدعی علیہ اپنے گمان مین پہلے اس مکان کو اپنی ملک سمجھتا تھا اور اب بھی سمجھتا ہے تو اس مکان مین شفعہ نہوگا اسیطرح اگر بجائے انکار کے مدعی علیہ نے سکوت کیا اور کچھ مال لیکر مدعی سے صلح کر لی تو بھی اس مکان مین کسیکا شفعہ نہوگا اسلیے کہ ممکن ہی اس مدعی علیہ نے مدعی کا جھگڑا پاک کرنے اور قسم سے بچنے کے لیے یہ مال صرف کیا ہو جسطرح صریح انکار کی صورت مین وہ ایسا کرے بخلاف اوس صورت کے

فكان مبادلة مالية اما اذا صالح عليها باقرار او سكوت او انكار وجبت الشفعة فى جميع ذلك لانه اخذها عوضا عن حقه فى زعمه اذا لم يكن من جنسه فيعامل بزعمه۔

کہ مدعی علیہ مقر ہو کر صلح کرے اسلیے کہ وہ اسوقت مین اوس مکانمین مدعی کے ملک کا مقر ہے اور صلح کرنے کے بعد مدعی علیہ کو ملکیت حاصل ہوئی ہے لہذا مبادلہ مالیہ پائے جانے کی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مدعی نے مدعی علیہ پر کچھ مال کا دعوی کیا تھا اور مدعی علیہ نے ایک مکان دیکر اوس سے فیصلہ کرلیا تو بہرحال اوس مکانمین شفعہ ثابت ہوگا خواہ مدعی علیہ نے مال کا اقرار کیا ہو خواہ سکوت یا انکار کیا ہو اسواسطے کہ اپنے گمان مین مدعی نے وہ مکان بعوض اپنے حق کے لیا ہے۔

۸۹۔ قال ولا شفعة فى هبة لما ذكرنا الا ان تكون بعوض مشروط لانه بيع انتهاء ولابد من القبض وان لا يكون الموهوب ولا عوضه شائعا لانه هبة ابتداء وقد قررناه فى كتاب الهبة۔

(۸۹) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا تو اس مکانمین شفعہ نہوگا اسلیے کہ بغیر مبادلہ مالیہ کے شفعہ نہیں ہوتا اور اگر اس ہبہ کے اندر عوض کا ادا کرنا قرار پاگیا ہو تو اس مکان مین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ آخر کار یہ ہبہ بیع ہو جائیگا مگر یہان شفعہ کے ثابت ہونے مین ایک تو موہوب لہ کا قبضہ کرلینا شرط ہے دوسری شرط یہ ہے کہ ہبہ کرنے والے نے مکان کا کوئی جزو غیر منقسم ہبہ نہ کیا ہو اسیطرح عوض بھی اسکا غیر منقسم جزو نہو اسلیے کہ آخر کار اگرچہ

۹۰۔ بخلاف ما اذا لم يكن العوض مشروطا فى العقد لان كل واحد منهما هبة مطلقة الا انه اثيب منها فامتنع الرجوع۔

(۹۰) اگر ہبہ کے اندر عوض کی شرط نہیں لگائی تھی مگر ہبہ کرنے والے کو ہبہ کے بدلمین کچھ مال موہوب لہ نے دیدیا تو اوس مکان مین شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ دونون جانب سے یہان پر ہبہ مطلقہ پایا گیا مگر چونکہ ہر ایک کو عوض ملگیا ہے اسلیے کوئی دوسرے اپنے ہبہ کو واپس نہین لے سکتا۔

۹۱۔ قال ومن باع بشرط الخيار فلا شفعة للشفيع لانه يمنع زوال الملك عن البائع فان اسقط الخيار وجبت الشفعة لانه زال المانع عن الزوال و يشترط الطلب عند سقوط الخيار فى الصحيح لان البيع يصير سببا لزوال الملك عند ذلك۔

(۹۱) اگر ایک مکان فروخت کیا اور بائع نے اپنا اختیار اوسکے اندر شرط کرلیا تو اوس مکانمین شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ ہنوز اوس مکان سے بائع کی ملکیت زائل نہین ہوئی ہے اور اگر اوس نے اپنا اختیار ساقط کردیا تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ اب اوسکی ملکیت زائل ہوگئی مگر قول صحیح کے موافق اختیار کے ساقط ہوتے ہی شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ بیع اختیار کی ساقط ہوتے ہی زوال ملکیت کا سبب ہوگی۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

۹۲۔ وان اشترى بشرط الخيار

(۹۲) اگر ایک مکان خریدا اور اپنا اختیار اوسمین شرط کرلیا تو شفعہ

وجبت الشفعة لانه لايمنع زوال الملك عن البائع بالاتفاق والشفعة تبتنى عليه على مامر واذا اخذها فى الثلث وجب البيع لعجز المشترى عن الرد ولاخيار للشفيع لانه يثبت بالشرط وهو للمشترى دون الشفيع۔

ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ بالاتفاق اسوقت زوال ملکیت کا مانع نہیں رہا اور شفعہ کا مدار زوال ملکیت پر ہے چنانچہ گذر چکا اور اگر شفیع نے اختیار کی مدت یعنے تین روز کے اندر مشتری سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لے لیا تو بیع لازم ہو جائیگی اسواسطے کہ مشتری اب اوس مکان کو واپس نہیں دے سکتا ہے اور شفیع کو واپس کرنے کا اختیار حاصل نہو گا اسواسطے کہ یہ اختیار مشتری کو شرط کرنے سے ثابت ہوا تھا اور شرط مشتری نے لگائی ہے شفیع نے نہیں لگائی۔

(۹۳) وان بيعت دار الى جنبها والخيار لاحدهما فله الاخذ بالشفعة اما للبائع فظاهر لبقاء ملكه فى التى يشفع بها وكذا اذا كان للمشترى وفيه اشكال اوضحناه فى البيوع فلا نعيده واذا اخذها كان اجازة منه للبيع بخلاف ما اذا اشتراها ولم يرها حيث لا يبطل خياره باخذ ما بيع بجنبها بالشفعة لان خيار الروية لا يبطل بصريح الابطال فكيف بدلالته ثم اذا حضر شفيع الدار الاولى له ان ياخذها دون الثانية لانعدام ملكه فى الاول حين بيعت الثانية۔

(۹۳) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع یا مشتری نے اپنا اختیار شرط کر لیا تھا کہ اس اثنا مین اوس مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا تو جس کا اختیار شرط کیا گیا ہے اوس دوسرے مکان مین اوسکا شفعہ ثابت ہو گا اسلیے کہ اگر بائع کا اختیار شرط ہوا ہے تو ہنوز وہ مکان بائع کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا اور اگر مشتری کا اختیار شرط ہوا ہے تو بائع کی ملکیت سے خارج ہو گیا اور مشتری کا حق اوسمین ثابت ہو گیا اگرچہ اسکو واپس کرنے کا اختیار ہو لہذا اوسپر کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ مشتری کی ملکیت ہنوز اوسمین ثابت نہیں ہوئی ہے مگر دوسرے مکان کو شفعہ مین لینے سے اصل مکان کی بیع لازم ہو جائیگی یعنے اسکی کا اختیار بائع یا مشتری کو اوسکے بعد باقی نہ رہیگا بخلاف اس صورت کے کہ کوئی شخص بغیر دیکھے ایک مکان کو خریدے اور اس خرید کردہ مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا اور مشتری بذریعہ شفعہ کے اوس دوسرے مکان کو لیلے کہ اس سے اوسکا خیار رویت خرید کردہ مکان مین باطل نہو گا اسواسطے کہ خیار رویت صراحۃً باطل کرنے سے بھی باطل نہیں ہوتا تو دلالۃً باطل

(۹۴) قال ومن ابتاع دارا شراءً فاسدا فلا شفعة فيها اما قبل القبض فلعدم زوال ملك البائع وبعد القبض لاحتمال الفسخ وحق الفسخ

(۹۴) اگر ایک شخص نے بیع فاسد سے کوئی مکان خریدا تو اس مکان مین شفعہ نہو گا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بائع کی ملکیت بیع فاسد کے اندر زائل نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے اور قبضہ کرنے کے بعد اوسمین بیع کا احتمال باقی رہتا ہے اور یہ حق فسخ شرعاً ثابت ہوتا ہے

ثابت بالشرع لدفع الفساد وفی اثبات حق الشفعة تقریر الفساد فلا یجوز بخلاف ما اذا کان الخیار للمشتری فی البیع الصحیح لانه صار اخص به تصرفا وفی البیع الفاسد ممنوع عنه۔

تاکہ فساد دفع ہو جائے اور اُس کے اندر شفعہ کا حکم دینے میں فساد کا باقی رکھنا ہو لہذا اوسمین شفعہ نہیں ہو سکتا بخلاف اوس صورت کے کہ بیع صحیح کے اندر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اسلیے کہ اسمین بائع کو اختیار باقی نہیں رہتا بلکہ مشتری کو مبیع کے اندر از روے شرع تصرف کرنے اور بیع کے لازم کرنے یا فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہو جاتا ہے اور بیع فاسد مین از روی شرع مشتری کو مبیع کے اندر تصرف کرنا منع ہوتا ہے۔

(٩٥) قال فان سقط حق الفسخ وجبت الشفعة لزوال المانع

(٩٥) اگر بیع فاسد کے اندر کسی وجہ سے حق فسخ ساقط ہو جائے مثلاً مشتری اوس مکان کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو اُس مکان میں شفعہ ثابت ہو جائیگا

(٩٦) وان بیعت دار بجنبها وهی فی ید البائع بعد فله الشفعة لبقاء ملکه وان سلمها الی المشتری فهو شفیعها لان الملک له ثم ان سلم البائع قبل الحکم بالشفعة له بطلت شفعته کما اذا باع بخلاف ما اذا اسلم بعده لان بقاء ملکه فی الدار التی یشفع بها بعد الحکم بالشفعة لیس بشرط فبقیت الماخوذة بالشفعة علی ملکه وان استردها البائع من المشتری قبل الحکم بالشفعة له بطلت لانقطاع ملکه عن التی یشفع بها قبل الحکم بالشفعه وان استردها بعد الحکم بقیت الثانیة علی ملکه لما بینا۔

(٩٦) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا اور ہنوز وہ بائع کے قبضہ مین تھا کہ اوسکے پہلو مین ایک اور مکان فروخت ہوا تو اس دوسرے مکان مین بائع کا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اب تک وہ بائع کی ملکیت مین تھا اور اگر مشتری کو دے چکا تھا تو مشتری کا شفعہ ہوگا اسلیے کہ اب مشتری کی ملکیت مین تھا اور اگر بائع کے لیے شفعہ کا حکم نہین ہوا تھا کہ اوسنے اپنا مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا تو بائع کا شفعہ باطل ہو جائیگا جسطرح شفیع قبل از حکم قاضی اپنے مکان کو فروخت کر دے تو اُسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر قاضی نے بائع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنے مکان پر مشتری کو قبضہ دیا تو بائع کا شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد شفیع کی ملکیت کا اپنے مکان مین قائم ہونا ضروری نہین ہے لہذا وہ مکان مشفوعہ بائع کی ملکیت مین قائم رہیگا اور اگر قاضی نے ہنوز اس کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ بائع نے اپنا مکان جس کو بیع فاسد سے فروخت کیا تھا مشتری سے واپس کر لیا تو مشتری کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ قبل از حکم شفعہ مشتری کی ملکیت اس مکان سے منقطع ہو گئی جسکے ذریعہ سے اوسکو شفعہ تھا اور اگر قاضی نے مشتری کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنا مکان واپس کر لیا تو وہ مکان مشفوعہ بدستور مشتری کے ملک مین داخل رہیگا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد

(٩٧) قال واذا اقتسم الشرکاء

(٩٧) اگر چند شرکا نے اپنی ملک جایداد کو باہم تقسیم کیا تو اوس تقسیم کرنیمے

١٢ ای سقط حق الفسخ کما اذا باعها ١٢

(یعنی شفیع کے مکان مین ملکیت کا بقا شرط ضروری نہین ہے) ١٢ غ

اپنی

العقار فلا شفعة لجار هم بالقسمة لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجرى فيه الجبر والشفعة ما شرعت الا فى المبادلة المطلقة۔

اونکے جار کو حق شفعہ نہ حاصل ہوجائیگا اسلیے کہ اونھون نے اپنے حصے علحٰدہ کیے ہین ولہذا ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم کرنے پر مجبور کرسکتا ہے اور شفعہ مبادلہ مطلقہ کے اندر ثابت ہوتا ہے

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۹۸) قال واذا اشترى دارا فسلم الشفيع الشفعة ثم ردها المشترى بخيار روية او شرط او بعيب بقضاء قاض فلا شفعة للشفيع لانه فسخ من كل وجه فعاد الى قديم ملكه والشفعة فى انشاء العقد ولا فرق فى هذا بين القبض وعدمه۔

(۹۸) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسکے شفیع نے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان خیار رویت یا شرط یا عیب کی وجہ سے مشتری نے بحکم قاضی وہ مکان واپس کردیا تو شفیع کا اب اوس مکان مین شفعہ ثابت نہو جائیگا خواہ مشتری نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اسلیے کہ یہان بیع کا بالکل فسخ پایا جاتا ہے اور وہ مکان جسطرح بائع کی ملک تھا بدستور اوسیطرح اوسکے ملک مین عائد ہوگیا اور شفعہ ایک عقد جدید کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

(۹۹) وان ردها بعيب بغير قضاء او تقايلا البيع فللشفيع الشفعة لانه فسخ فى حقهما لولايتهما على انفسهما وقد قصدا الفسخ وهو بيع جديد فى حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضى والشفيع ثالث ومراده الرد بالعيب بعد القبض لان قبله فسخ من الاصل وان كان بغير قضاء على ما عرف۔

(۹۹) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے اوسمین شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان عیب کی وجہ سے بغیر حکم قاضی مشتری نے اوس مکان کو واپس کردیا یا بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا یعنے رضامندی کے ساتھ بلا کسی عیب وغیرہ کے واپس کرلیا تو اوس مکان مین شفیع کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے اور اونکے حق مین بیع فسخ ہوجائیگی اسلیے کہ انکو فسخ کرنا منظور تھا مگر شفیع کے حق مین وہ بیع جدید سمجھی جائیگی اسلیے کہ اوسکے اندر بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال بتراضی باہمی پائے جاتے ہین مگر یہ حکم اوس صورت مین ہے کہ مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد مکان واپس کیا ہو اسلیے کہ قبضہ کرنے سے قبل واپس کرنا ہمہ وجوہ بیع کا فسخ کرنا ہے اگرچہ بغیر حکم

(۱۰۰) وفى الجامع الصغير ولا شفعة فى قسمة ولا خيار رؤية وهو بكسر

(۱۰۰) جامع صغیر مین بیان کیا ہے ولا شفعة فى قسمة ولا خيار رؤية یعنے باہم تقسیم کرنے کے صورت مین خیار رویت کی وجہ سے مکان کے

الراء ومعناه لاشفعة بسبب الرد بخيار الروية لما بيناه ولاتصح الرواية بالفتح عطفا على الشفعة لان الرواية محفوظة فى كتاب القسمة انه يثبت فى القسمة خيار الروية وخيار الشرط لانهما يثبتان لخلل فى الرضاء فيما يتعلق لزومه بالرضاء وهذا المعنى موجود فى القسمة والله سبحانه اعلم۔

واپس کرنے کی حالت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا جسکی وجہ ہم بیان کر چکے ہین پس خیار رویۃ کا لفظ قسمہ کے اوپر معطوف ہی اور شفعہ کے اوپر معطوف کرکے نصب کے ساتھ پڑھنے کی روایت غلط ہی اسواسطے کہ اس تقدیر پر یہ معنے ہونگے کہ تقسیم کے اندر شفعہ اور خیار رویت ثابت نہین ہوتا حالانکہ یہ بات صحیح نہین ہی کیونکہ کتاب القسمہ مین بغیر کسی قسم کے اختلاف کے یہ مسئلہ مذکور ہی کہ تقسیم مین خیار رویت اور خیار شرط ثابت ہوتا ہی اسلیے کہ خیار شرط اور خیار رویت اوس عقد کے اندر جسکا لازم ہونا رضامندی پر موقوف ہی ایسے وقت مین ثابت ہوتی ہین کہ رضامندی میں ایک قسم کی کمی پائی جائے اور یہ معنے تقسیم کے اندر بھی موجود ہین واللہ سبحانہ اعلم۔

باب ما تبطل به الشفعة

اُن امور کا بیان جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

(١٠١) قال واذا ترك الشفيع الاشهاد حين علم بالبيع وهو يقدر على ذلك بطلت شفعته لاعراضه عن الطلب وهذا لان الاعراض انما يتحقق حالة الاختيار وهى عند القدرة وكذلك ان اشهد فى المجلس ولم يشهد على احد المتبايعين ولا عند العقار وقد اوضحناه فيما تقدم۔

(١٠١) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور بلا کسی عذر کے اوس نے طلب مواثبت کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ طلب کرنے سے اوسکا اعراض پایا گیا اور معذور نہونے کی اسلیے قید لگائی ہی کہ اعراض حالت اختیار میں پایا جاتا ہی اور عذر کی حالت مین اوسکو اختیار نہین ہوتا بلکہ وہ مجبور ہوتا ہی۔ اسیطرح اگر شفیع نے طلب مواثبت کی مگر اوسکے بعد طلب اشہاد نکی یعنے بائع یا مشتری یا مکان کے پاس جاکر لوگون کو طلب گواہ نہ کیا تو بھی شفعہ باطل ہو جائیگا۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(١٠٢) قال وان صالح من شفعته على عوض بطلت شفعته ورد العوض لان حق الشفعة ليس بحق متقرر فى المحل بل هو مجرد حق التملك فلا يصح الاعتياض عنه ولا يتعلق

(١٠٢) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑیگا اسلیے کہ شفیع کو مکان کے اندر ہنوز کسی قسم کا حق نہین ثابت ہوا ہی صرف اوسکو یہ حق ہی کہ ثمن ادا کرکے اوسکا مالک بن سکتا ہی لہذا اوسکے عوض مین مال کا لینا صحیح نہوگا اور شفعہ ایسی چیز ہی کہ اگر اوسکے ساقط کرنے مین

شفعہ

اسقاطه بالجائز من الشرط فبالفاسد
اولى فيبطل الشرط ويصح الاسقاط
وكذا لو باع شفعته بمال لما
بينا۔
۱۰۳، بخلاف القصاص لانه
حق متقرر وبخلاف الطلاق
والعتاق لانه اعتياض عن ملك
فى المحل ونظيره اذا قال للمخيرة
اختاري بالف او قال العنين
لامرأته اختاري ترك الفسخ
بالف فاختارت سقط الخيار
ولا يثبت العوض والكفالة بالنفس
فى هذا بمنزلة الشفعة فى رواية
وفى اخرى لا تبطل الكفالة ولا يجب
المال وقيل هذه رواية فى
الشفعة وقيل هى فى الكفالة خاصة
وقد عرف فى موضعه۔
۱۰۴، قال واذا مات الشفيع
بطلت شفعته۔
وقال الشافعي رضى الله
عنه قال رضى الله عنه معناه
اذا مات بعد البيع قبل القضاء
بالشفعة اما اذا مات بعد قضاء
القاضى قبل نقد الثمن وقبضه
فالبيع لازم لورثته وهذا نظير

کوئی جائز شرط لگائی جائے تو بھی اوسکا سقوط شرط کے پائے جانے پر
موقوف نہیں رہتا بلکہ اوسیوقت ساقط ہو جاتا ہی اور یہان تو ایک
فاسد شرط لگائی گئی ہی لہذا وہ شرط باطل ہو جائیگی اور شفعہ ساقط ہو جائیگا
اسیطرح اگر کوئی شخص حق شفعہ کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو بھی شفعہ
ساقط ہو جاتا ہی اور خریدنے والے کو مال واپس کرنا پڑتا ہی بخلاف
قصاص کے کہ اوسکے اندر مال لیکر فیصلہ کر لینا درست ہے
اسواسطے کہ قاتل کی ذات پر قصاص مین ایک حق ثابت ہوتا
ہے اور طلاق اور عتاق کا حال بھی یہی ہے کہ اگر اونکے اندر بھی عوض
لیا جائے تو صحیح ہی اسواسطے کہ اونکے اندر ذات پر حق ملکیت ہوتا ہی
جس کا عوض لیا جاتا ہی اور اوسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص اپنی بیوی
جسکو طلاق کا اختیار دے چکا ہی یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے
تو مجکو اختیار کر لے یا عنین اپنی بیوی سے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے
تو ترک فسخ کو اختیار کر لے اور ان دونوں صورتوں مین بیوی ایسا کرے
تو اسکا اختیار طلاق اور فسخ ساقط ہو جاتا ہی اور خاوند کو ہزار روپیہ نہین
دینا پڑتے اور ایک روایت کے موافق کفالت بالنفس کا حال بھی شفعہ
کے مانند ہی اور دوسری روایت کے موافق اوسکو یہ حکم نہین ہی اور بعض کا
قول ہی کہ شفعہ مین بھی ایک روایت یہی ہی اور بعض کے نزدیک خاص کفالت کے اندر ہم
۱۰۴، شفیع کے مرجانے سے اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور امام شافعی رح
کے نزدیک برابر قائم رہتا ہی اور اوسکے وارثون کو شفعہ کا حق ہوتا ہے
مصنف رح نے بیان کیا ہی اوس سے وہ صورت مراد ہی کہ شفیع کا
بعد از بیع اور قبل از حکم قاضی انتقال ہو جائے اور اگر بعد حکم قاضی قبل
ازادائی ثمن اور قبل از قبضہ انتقال ہو تو اوسکے وارثون کو بیع لازم ہو جائیگی
اسیطرح حنفیہ کے نزدیک مورث کے مرجانے سے خیار شرط باطل
ہو جاتا ہی اور شافعی رح کے نزدیک باطل نہین ہوتا چنانچہ کتاب البیوع
مین اسکا بیان ہو چکا ہی اور حنفیہ کے نزدیک شفعہ کے باطل ہو جانے کی وجہ یہ ہے

الاختلاف فی خیار الشرط وقدمر فی البیوع ولان بالموت یزول ملکه عن دارہ ویثبت الملك للوارث بعد البیع وقیامه وقت البیع وبقاؤہ للشفیع الی وقت القضاء شرط فلا یستوجب الشفعة بدونه۔

یہ ہے کہ شفیع کے مرجانے سے اپنے مکان سے شفیع کی ملکیت جاتی رہتی ہے اور وارثوں کو اوس مکان کی ملکیت مکان مشفوعہ کی بیع کے بعد حاصل ہوتی ہے اور شفعہ کے اندر بیع کے وقت شفیع کی ملکیت کا قائم ہونا اور قاضی کے حکم دینےتک ملکیت کا باقی رہنا شرط ہے لہذا وارثوں کا شفعہ بیع کے وقت ملکیت حاصل نہونے کی وجہ سے ثابت نہوگا۔

(۱۰۵) وان مات المشتری لم تبطل لان المستحق باق ولم یتغیر سبب حقه ولا یباع فی دین المشتری ووصیته ولو باعه القاضی او الوصی او اوصی المشتری فیها بوصیة فللشفیع ان یبطله ویاخذ الدار لتقدم حقه ولهذا ینقض تصرفه فی حیاته

(۱۰۵) مشتری کے مرجانے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار یعنے شفیع باقی ہے اور جس سبب سے اسکو حق ثابت ہوا ہے اسمین تغیر نہین ہوا لہذا یہ مکان مشتری کے قرضہ مین یا اوسکی وصیت مین فروخت نکیا جائیگا اور اگر بالفرض قاضی یا مشتری کے وصی نے اس مکان کو مشتری کے قرض یا وصیت مین فروخت کردیا یا مشتری خود اوس مکان کی کسی کو وصیت کرگیا ہے تو شفیع کو اس بیع اور وصیت کے باطل کرنے اور مکان کے لے لینے کا اختیار ہے اسلیے کہ اسکا حق مقدم ہے ولہذا

مگر ایسی زندگی میں شفیع بمکان مشفوعہ میں کسی قسم کا تصرف کرے تو اسکا تصرف باطل ہو جاتا ہے۔

(۱۰۶) قال واذا باع الشفیع ما یشفع به قبل ان یقضی له بالشفعة بطلت شفعته لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك وهو الاتصال بملکه ولهذا یزول به وان لم یعلم بشراء المشفوعة کما اذا سلم صریحا او ابرأ عن الدین وهو لا یعلم به وهذا بخلاف ما اذا باع الشفیع دارہ بشرط الخیار له لانه یمنع الزوال فبقی الاتصال۔

(۱۰۶) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان فروخت کردیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے قبل استحقاق کا سبب یعنے اتصال ملکیت جاتا رہا ولہذا اگر بالفرض شفیع کو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم نہو اور وہ اپنے مکان کو فروخت کردے تو بھی شفعہ جاتا رہتا ہے جسطرح صراحۃً ترک کرنے سے باطل ہو جاتا ہے یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو لاعلمی کی حالت مین قرض سے بری کردے یعنے اوسکو علم نہو کہ میرا اوسپر قرض ہے تو قرضدار بری ہو جاتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اپنے مکان کو فروخت کرے اور اپنا اختیار شرط کرلے اسلیے کہ اختیار کیوجہ سے ملکیت زائل نہوگی اور مکان مشفوعہ سے اتصال ملکیت باقی

(۱۰۷) قال ووکیل البائع اذا باع وهو الشفیع فلا شفعة له ووکیل

(۱۰۷) اگر ایک شخص بائع کی طرف سے وکیل ہو کر کوئی مکان فروخت کرے اور خود یہ وکیل شفیع بھی ہو تو اسکو شفعہ ثابت نہوگا

المشتری اذا ابتاع فله الشفعة والاصل
ان من باع اوبیع له لاشفعة له ومن
اشتری او ابتیع له فله الشفعة
لان الاول باخذ المشفوعة لیسعیٰ
فی نقض ما تم من جهته وهو البیع
والمشتری لاینقض شراءه بالاخذ
بالشفعة لانه مثل الشراء وکذلك
لوضمن الدرك عن البائع وهو
الشفیع فلاشفعة له وکذلك اذا باع
وشرط الخیار لغیره فامضی المشروط
له الخیار البیع وهو الشفیع فلا
شفعة له لان البیع تم بامضائه
بخلاف جانب المشروط له الخیار
من جانب المشتری۔

(۱۰۸) قال واذا بلغ الشفیع انها
بیعت بالف درهم فسلم ثم علم
انها بیعت باقل اوبحنطة اوشعیر
قیمتها الف او اکثر فتسلیمه باطل
وله الشفعة لانه انما سلم لاستکثار
الثمن فی الاول ولتعذر الجنس
الذی بلغه وتیسر ما بیع به فی
الثانی اذ الجنس مختلف وکذا کل
مکیل او موزون او عددی
متقارب۔

(۱۰۹) بخلاف ما اذا علم انها بیعت

اور اگر خود شفیع مشتری کی طرف سے وکیل ہوکر مکان کو خریدے تو
اوسکا شفعہ قایم رہیگا اور اس جگہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص خود بیع کرے
یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے بیع کرے تو مبیع مین اوسکا شفعہ ثابت
نہین ہوتا اور جو شخص خود خریدے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے خریدے
تو اوسکا شفعہ قایم رہتا ہے اسلیے کہ پہلا شخص اگر شفعہ کے ذریعہ سے مکانکو
لیگا تو اوسکو بیع کا توڑنا پڑیگا اور یہ بیع اوسی کی جانب سے تھی اور دوسری قسم کا
شخص اگر مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے لیتا ہے تو اوسکو اپنے فعل کا باطل کرنا
نہین پڑتا اسلیے کہ خریدنا اور شفعہ کے ذریعہ سے لینا یکسان ہے اسی طرح اگر
شفیع بائع کی طرف سے مشتری کے لیے اسطرح ضامن ہوجاے کہ
اگر اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون تو اوسکا شفعہ باطل ہوجایگا
اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک مکان فروخت کیا اور تیسرے
شخص کا اختیار اوس بیع مین شرط کیا اور اوس تیسرے شخص نے بیع کی اجازت دیدی
اور تیسرا اوس مکان مین شفیع تھا تو اب اوسکا شفعہ نہ رہیگا اسلیے کہ بیع اوسکی اجازت سے تمام ہوئی
ہی اور اگر مشتری نے تیسرے کا اختیار شرط کیا اور اوسنے خریدنے کی اجازت دیدی تو شفعہ قایم رہیگا

(۱۰۸) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت
ہوگیا اور یہ بات سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان
معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو یا اسقدر گیہون یا جو کو فروخت ہوا ہے جسکی
قیمت ایک ہزار یا اوس سے بھی زیادہ ہے تو پہلی مرتبہ شفعہ کو اوسکا ترک کردینا
باطل ہوجائیگا اور شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ شفیع نے پہلی صورت مین گران
سمجھکر اور دوسری صورت مین نقد روپیہ میسر نہونیکی وجہ سے شفعہ کو
ترک کیا تھا اب ارزان ہونیکی وجہ سے یا گیہون اور جو کے میسر ہونے سے
اوسکو لے سکتا ہے اس واسطے کہ جنسین مختلف ہین۔ گیہون یا جو کی
خصوصیت نہین ہے بلکہ جو چیزین ناپ یا تول یا شمار کے
حساب سے فروخت ہوتی ہین سب کا یہی خیال ہے

(۱۰۹) اگر صورت مذکورہ بالا مین دوسری مرتبہ شفیع کو

بعرض قیمتہ الف او اکثر لان الواجب فیہ القیمۃ وھی دراھم اودنانیر۔

(۱۱۰) وان بان انھا بیعت بدنانیر قیمتھا الف فلاشفعۃ لہ وکذا اذا کانت اکثر وقال زفر لہ الشفعۃ لاختلاف الجنس ولنا ان الجنس متحد فی حق الثمنیۃ

(۱۱۱) قال واذا قیل لہ ان المشتری فلان فسلم الشفعۃ ثم علم انہ غیرہ فلہ الشفعۃ لتفاوت الجوار۔

ولو علم ان المشتری ھو مع غیرہ فلہ ان یاخذ نصیب غیرہ لان التسلیم لم یوجد فی حقہ۔

(۱۱۲) ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم ظھر شراء الجمیع فلہ الشفعۃ لان التسلیم لضرر الشرکۃ ولاشرکۃ وفی عکسہ لاشفعۃ فی ظاھر الروایۃ لان التسلیم فی الکل تسلیم فی ابعاضہ۔

فصل

(۱۱۳) قال واذا باع دارا الامقدار

معلوم ہوا کہ مکان بعوض گھوڑے یا غلام وغیرہ کے فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ایک ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ دوسری مرتبہ ثابت نہوگا اسلیے کہ شفیع کو اس وقت مین بھی روپیہ یا اشرفیان دینا پڑینگے

(۱۱۰) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اشرفیون کو فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہے تو شفعہ ثابت نہوگا اور زفر کے نزدیک شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ دونون کی جنس مختلف ہی حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ ثمنیت کے اعتبار سے روپیہ اور اشرفی کو ایک جنس کا حکم ہے

(۱۱۱) اگر شفیع کو اول مرتبہ معلوم ہوا کہ فلان مکان کو زید نے خریدا ہی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ عمر نے خریدا ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ ممکن ہے زید کے پاس رہنے سے وہ راضی ہوا ور عمر کے پاس رہنے سے راضی ہو۔ اور اگر دوسری مرتبہ معلوم ہوا کہ زید نے مع عمر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو زید کے حصہ مین شفعہ نہین کر سکتا مگر عمر کے حصہ مین شفعہ کر سکتا ہے اسلیے کہ عمر کے حصہ مین اوس نے شفعہ کو نہین ترک کیا تھا

(۱۱۲) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوگیا اور اوس نے شفعہ کو طلب نہ کیا بعد ازان معلوم ہوا کہ کُل مکان فروخت ہوا ہی تو اب اوسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ شرکت کی وقت سے اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ وقت نہین رہی اور اگر پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہی اور اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا نصف مکان فروخت ہوا ہے

فصل

(۱۱۳) اگر بائع کو منظور ہو کہ اس مکان مین شفیع دعوی نکرسے

ہوتا ہر روایت کے موافق اب شفعہ ثابت ہوگا اسلئے کہ اگر جبکہ کل مکان میں اسنے شفعہ کو ترک کر دیا اور اوس کے اجزا میں شفعہ نہین ہو سکتا ہے

ذراع منها في طول الحد الذي يلي الشفيع فلا شفعة له لانقطاع الجوار وهذه حيلة وكذا اذا وهب منه هذا المقدار وسلمه اليه لما بينا۔

(١١٤، قال واذا ابتاع منها سهما بثمن ثم ابتاع بقيتها فالشفعة للجار في السهم الاول دون الثاني لان الشفيع جار فيهما الا ان المشتري في الثاني شريك فيتقدم عليه فان اراد الحيلة ابتاع السهم بالثمن الا درهما مثلا والباقي بالباقي۔

(١١٥، وان ابتاعها بثمن ثم دفع اليه ثوبا عوضا عنه فالشفعة بالثمن دون الثوب لانه عقد آخر والثمن هو العوض عن الدار۔

قال رضي الله عنه وهذه حيلة اخرى تعم الجوار والشركة فيباع باضعاف قيمته ويعطى بها ثوب بقدر قيمته الا انه لو استحقت المشفوعة يبقى كل الثمن على مشتري الثوب لقيام البيع الثاني فيتضرر به والاوجه ان يباع بالدراهم الثمن دينار حتى اذا استحق المشفوع

تو اوسکے لیے یہ حیلہ کرسکتا ہے کہ اپنے تمام مکان کو فروخت کرے مگر بقدر ایک ہاتھ کی زمین شفیع کے مکان کے قریب سے مستثنیٰ کر لے کہ اس ترکیب سے شفیع شفعہ کا دعویٰ نہ کر سکیگا اسلیے کہ باقی مکان سے اوسکو حق جوار نہیں ہے اسیطرح اگر بقدر ایک ہاتھ شفیع کی مکان کے قریب سے اس مکان کی زمین مشتری کو ہبہ کرے اور پھر مشتری کا قبضہ کرا دے بعد اوسکے باقیماندہ مکان فروخت کر دے تو بھی شفیع مکان میں کچھ دعویٰ نہیں کر سکتا

(١١٤، اگر ایک شخص کسی مکان کا ایک حصہ خرید کر پھر مکان کو بھی خرید لے تو ہمسایہ مکان کے جار کو صرف پہلے حصہ میں شفعہ کا حق ہوگا باقی مکان میں شفعہ کا حق نہ ہوگا اسواسطے کہ جب مشتری نے اوسکا ایک حصہ خرید لیا اور شفیع نے اوسمیں دعویٰ نہیں کیا تو وہ مشتری اوس مکان کا شریک ہو گیا اور شریک کو جار پر تقدم ہوتا ہے ہمسیں معلوم ہوئیں اگر مشتری کو شفعہ سے بچنا منظور ہو تو یہ ترکیب کرسکتا ہے کہ اولاً مکان کے حصہ کو کل مکان کے ثمن میں سے ایک روپیہ کم کر کے خرید لے اور باقی مکان کو ایک روپیہ سے خرید لے کہ کثرت ثمن کی وجہ سے اوس حصہ میں شفیع خود دعویٰ نہ کریگا اور باقی میں اسلیے نہیں کر سکتا کہ مشتری کو اوسپر تقدم ہے

(١١٥، اگر ایک شخص نے بعوض کچھ روپیہ کے ایک مکان خریدا اور روپیہ کے بدلے بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع اوس مکان کو کپڑے کی قیمت پر نہیں لے سکتا بلکہ اوس کو وہی روپیہ دینا پڑیگا جو اوسکا ثمن قرار پایا ہے اسلیے کہ یہ کپڑا مکان کے عوض اوس نے نہیں دیا ہے بلکہ ثمن کے عوض دیا ہے اور ثمن کے عوض کپڑے کا دینا ایک دوسرے بیع ہے مصنف رح نے بیان کیا ہے یہ بھی ایک طرح کا حیلہ ہے اور اس حیلہ سے جار اور نیز شریک کے شفعہ سے انسان بچ سکتا ہے اس طرح پر کہ مثلاً ایک مکان دو چند سہ چند قیمت سے فروخت کرے اور اوسکے عوض بقدر اوسکے اصل قیمت کے ایک کپڑا مشتری سے لیلے مگر اس میں یہ نقصان ہے کہ اگر مکان میں کسی غیر کا حق ثابت ہو گیا اور حقدار نے مکان کو لے لیا تو کپڑے کے بائع کو وہی کل ثمن جو اوسکی قیمت سے بہت زیادہ ہے مشتری کے لیے ادا کرنا پڑیگا اسلیے کہ کپڑے کی بیع بدستور قائم رہیگی اور اگر یہ ترکیب کرے تو یہ نقصان پیش نہیں آتا کہ بائع اس مکان کو زیادہ روپیوں سے فروخت کرکے بعوض روپیوں کے مکان کی اصل قیمت کے موافق مشتری سے اشرفیاں خرید لے اس لیے کہ

يبطل الصرف فيجب رد الدينار لا غير۔

(١١٦) قال ولا تكره الحيلة في اسقاط الشفعة عند ابي يوسف رح وتكره عند محمد رح لان الشفعة انما وجبت لدفع الضرر ولو ابحنا الحيلة ما دفعناه ولابي يوسف رح انه منع عن اثبات الحق فلا يعد ضررا وعلى هذا الخلاف الحيلة في اسقاط الزكاة۔

مسائل متفرقة

(١١٧) قال واذا اشترى خمسة نفر دارا من رجل فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان اشتراها رجل من خمسة اخذها كلها او تركها والفرق ان في الوجه الثاني باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشتري فيتضرر به زيادة الضرر وفي الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق في هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده هو الصحيح الا ان قبل القبض لا يمكنه اخذ نصيب احدهم اذا نقد ما عليه ما لم

اب اگر اوس مکان مین کسی کا حق بر آمد ہوگا تو اشرفیون کی بیع بھی باطل ہوجائیگی اسلیے کہ وہ بیع صرف ہی اور بیع صرف کے اندر قبضہ کرنیسے قبل اگر بائع اور مشتری

(١١٦) اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہین ہی مگر امام محمد رح کے نزدیک برا ہے اسواسطے کہ شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اگر اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مباح کیاجاے تو دفع ضرر کیونکر ہوسکتا ہے۔ ابو یوسف رح یہ جواب دیتے ہین کہ حیلہ کرنے مین دوسرے کے اثبات حق سے اپنی ذات کا بچانا مقصود ہوتا ہے اور اوس مین کسی کی ضرر رسانی مقصود نہین ہوتی۔ اسقاط زکوۃ کیلئے حیلہ کرنے مین بھی یہی اختلاف ہی

متفرق مسائل کا بیان

(١١٧) اگر پانچ شخصون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا اور شفیع صرف ایک کا حصہ لینا چاہی تو لےسکتا ہی اور اگر ایک شخص نے پانچ شخصون سے ایک مکان مشترک خریدا اور شفیع صرف ایک بائع کا حصہ لینا چاہی تو نہین لےسکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ کل مکان کو لیلے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہوجاے اور ان دونوں صورتوں مین فرق یہ ہی کہ دوسری صورت مین اگر شفیع نے صرف ایک بائع کا حصہ لیا تو مشتری کے حق مین بیع کی تفریق لازم آئیگی جس مین اوسکا بہت ضرر ہی اور پہلی صورت مین اگر شفیع نے صرف ایک مشتری کا حصہ لیلیا تو بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی اور باقی مشتریون کو کچھ ضرر نہوگا۔ قول صحیح یہ ہی کہ اس حکم مین قبل از قبضہ یا بعد قبضہ کے کچھ قید نہین ہی بلکہ دونون صورتون کا حال یکسان ہی اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر مشتریون کا ہنوز قبضہ نہین ہوا ہی اور شفیع نے ایک مشتری کا حصہ لینے کی غرض سے بقدر اوس کے حصہ کے بائع کو ثمن ادا کردیا تو جبتک باقی مشتری لوگ بھی اپنے اپنے حصہ کا ثمن ادا نکردینگے اوسوقت تک شفیع کو مکان کے

م کے علیحدگی ہوجائے تو وہ باطل ہوجاتی ہے لہذا اس صورت مین بائع کو اشرفیون کا واپس کرنا پڑیگا روپیہ نہ دینا پڑیگا +

ينقد الآخر حصته كيلا يؤدي إلى تفريق
اليد على البائع بمنزلة أحد
المشتريين بخلاف ما بعد القبض
لأنه سقطت يد البائع وسواء سمى
لكل بعض ثمنا أو كان الثمن جملة
لأن العبرة في هذا للتفرق الصفقة
لا للثمن وههنا تفريعات ذكرناها
في كفاية المنتهى۔

(١١٨) قال ومن اشترى نصف
دار غير مقسوم فقاسمه البائع
أخذ الشفيع النصف الذي صار
للمشتري أو يدع لأن القسمة
من تمام القبض لما فيها من تكميل
الانتفاع ولهذا يتم القبض بالقسمة
في الهبة والشفيع لا ينقض القبض
وإن كان له نفع فيه يعود العهدة
على البائع فكذا لا ينقض ما هو
من تمامه۔

(١١٩) بخلاف ما إذا باع أحد
الشريكين نصيبه من الدار المشتركة
وقاسم المشتري الذي لم يبع حيث
يكون للشفيع نقضه لأن العقد
ما وقع مع الذي قاسم فلم تكن
القسمة من تمام القبض الذي
هو حكم العقد بل هو تصرف بحكم

حصہ پر قبضہ دیا جائیگا جس طرح ایک مشتری اپنے حصہ کا ثمن ادا کرکے بقدر
اپنے حصہ کے مکان کو نہیں لے سکتا ہی جبتک باقی مشتری بھی ادا نہ کردیں۔ اسلیے
کہ اسمین بائع کے قبضہ کی تفریق لازم آئیگی اور اس سے اوسکو زحمت ہوگی
اور اگر مشتریوں نے قبضہ کرلیا ہی تو ایک کا حصہ لینے مین کچھہ دقت نہوگی۔
اسواسطے کہ اب بائع کا قبضہ نہین رہا ہی اور ان صورتون مین خواہ ہر حصہ کا
ثمن جدا جدا قرار پایا ہو یا کل مکان کا ایک ثمن قرار پایا ہو دونون کے
حکم مین کچھہ فرق نہین ہی اسلیے کہ یہان ثمن کا اعتبار نہین کیا گیا ہی بلکہ
اسبات کا اعتبار کیا گیا ہی کہ ایک عقد کی تفریق لازم آتی ہی یا نہین ۔

(١١٨) اگر ایک شخص نے ایک غیر منقسم مکان کا نصف حصہ
خریدا اور بائع نے اوسکو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ مشتری کو
دیدیا تو اس مکان کی شفیع کو اختیار ہوگا کہ تقسیم کر نیسے جس طرف
مکان مشتری کے حصہ مین آیا ہے اوسکو لے لے ورنہ شفعہ سے دست بردار
ہوجائے کیونکہ قبضہ تقسیم کر نیسے کامل ہوتا ہی اسلیے کہ تقسیم کے بغیر
انتفاع کامل نہین حاصل ہوسکتا ولہذا ہبہ کے اندر جبتک تقسیم نہوجائے
قبضہ کامل نہین ہوتا بہر حال تقسیم کرنا قبضہ کا تتمہ ہی اور شفیع کو
قبضہ کے باطل کرنیکا اختیار نہین ہوتا اگرچہ اوسکے باطل کرنے مین
شفیع کا نفع ہو بایں طور کہ مشتری کے قبضہ کو باطل کرکے بائع سے بذریعہ
شفعہ کے مکان کو لیلے اور اگر بعد کو کچھہ وقت پیش ہو تو بائع سے رجوع کرے

(١١٩) اگر ایک مکان مین دو شخص شریک ہین اونمین سے
ایک نے اپنا حصہ فروخت کر ڈالا اور دوسرے نے
مشتری کو وہ حصہ تقسیم کرکے دیدیا تو شفیع کو
اس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اس لیے کہ
اس جگہ وہ تقسیم بائع نے نہین کی ہے لہذا یہ
تقسیم قبضہ کا تتمہ نہ سمجھی جائیگی بلکہ ملکیت کی وجہ
سے وہ ایک قسم کا تصرف سمجھا جائیگا

[illegible]

الملك فينقضه الشفيع كما ينقض بيعه وهبته۔

لہذا شفیع اوسکو باطل کرسکتا ہی جس طرح مشتری کی ہبہ اور بیع کو باطل کرسکتا ہی

(۱۲۰) ثم اطلاق الجواب فی الكتاب يدل على ان الشفيع ياخذ النصف الذی صار للمشتری فی ای جانب كان وهو المروی عن ابی يوسف رح لان المشتری لا يملك ابطال حقه بالقسمة وعن ابی حنيفة رح انه انما ياخذه اذا وقع فی جانب الدار التی يشفع بها لانه لا يبقى جارا فيما يقع فی الجانب الآخر۔

(۱۲۰) جامع صغیر کی عبارت مین چونکہ تخصیص نہین کی ہے اسلیے اوس سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر بائع نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ فروخت کرکے بعد کو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ علیحدہ کردیا تو شفیع کو ہر صورت مین مشتری کے حصہ کو لینے کا اختیار ہے خواہ یہ حصہ کسی جانب نکلے یعنے شفیع کی جوار مین ہو یا دوسری جانب کو ہو اور ابو یوسف رح سے بھی یہی مروی ہی اسلیے کہ تقسیم کرنیسے شفیع کی حق کو مشتری نہین باطل کرسکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اگر یہ حصہ شفیع کی مکان سے متصل ہوگا تو شفیع اوسکو لیسکتا ہی ورنہ نہین لیسکتا اسلیے کہ اگر دوسری جانب کو ہی تو شفیع کو کوئی حق جوار نہین ہی

(۱۲۱) قال ومن باع دارا وله عبد ماذون عليه دين فله الشفعة وكذا اذا كان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لان الاخذ بالشفعة تملك بالثمن فينزل منزلة الشراء وهذا لانه مفيد لانه يتصرف للغرماء۔

بخلاف ما اذا لم يكن عليه دين لانه يبيعه لمولاه ولا شفعة لمن بيع له۔

(۱۲۱) اگر ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو تجارت کی اجازت دے رکھی ہی اور اس شخص نے کوئی مکان فروخت کیا تو اوس مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے وہ غلام لیسکتا ہی بشرطیکہ اوس غلام پر لوگون کا قرضہ ہو اسی طرح اگر یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکا مالک بذریعہ شفعہ کے مکان لے سکتا ہی اس لیے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لینا خریدنے کے حکم مین ہے کیونکہ شفیع ثمن ادا کرکے مکان کا مالک بنتا ہے اور غلام کے اندر قرضدار ہونیکی اسلئے قید لگائی ہو کہ قرضدار ہونیکی وجہ سے قرضخواہون کیلیے اوسکے تصرفات ہونگے اور اگر قرضدار نہین ہے تب وہ مالک کی طرف سے فروخت کرتا ہی اور جس کی طرف سے بیع ہوتی ہی اوسکا شفعہ نہین ہوتا

(۱۲۲) قال وتسليم الاب والوصی الشفعة على الصغير جائز عند ابی حنيفة وابی يوسف وقال محمد وزفر رحمهم الله هو على شفعته اذا بلغ۔

(۱۲۲) اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کی طرف سے شفعہ کو ترک کردیا تو ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکا ترک کردینا صحیح ہوگا اور محمد رح اور زفر رح کے نزدیک بالغ ہوجانیکی بعد وہ نابالغ اپنے شفعہ پر قائم ہوجائیگا۔ مشائخ رح نے بیان کیا ہی

قالوا وعلى هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار دار الصبي فلم يطلبا الشفعة وعلى هذا الخلاف تسليم الوكيل بطلب الشفعة في رواية كتاب الوكالة وهو الصحيح۔

(٢٣١) لمحمد وزفر انه حق ثابت للصغير فلا يملكان ابطاله كديته وقوده ولانه شرع لدفع الضرر فكان ابطاله اضرارا به ولهما انه في معنى التجارة فيملكان تركه الا ترى ان من اوجب بيعا للصبي صح رده من الاب والوصي ولانه دائر بين النفع والضرر وقد يكون النظر في تركه ليبقى الثمن على ملكه والولاية نظرية فيملكانه وسكوتهما كابطالها لكونه دليل الاعراض وهذا اذا بيعت بمثل قيمتها۔

فان بيعت باكثر من قيمتها بما لا يتغابن الناس فيه قيل جاز التسليم بالاجماع لانه تمحض نظرا وقيل لا يصح بالاتفاق لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبي وان بيعت باقل من

بلکہ اگر باپ یا باپ کے وصی کو معلوم ہو کہ نابالغ کے مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا ہے اور وہ شفعہ کو نہ طلب کریں تو اوس میں بھی یہی اختلاف ہی۔ اسی طرح مبسوط کی کتاب الوکالت کی صحیح روایت کے موافق اگر طلب شفعہ کی لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس میں بھی یہی اختلاف ہی

(٢٣١) محمد اور زفر رح کی دلیل یہ ہی کہ شفعہ اوس نابالغ کا ایک حق ہے جو اُس مکان مین ثابت ہوا ہی لہذا باپ یا باپ کا وصی اوسکو نہین باطل کر سکتا جسطرح کسی شخص پر نابالغ کے خونبہا یا اور کوئی قصاص ہو تو باپ یا باپ کا وصی اوسکو باطل نہین کر سکتا علاوہ بریں شفعہ رفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہی اور اُسکے باطل کر دینے مین نابالغ کی ضرر رسانی ہی اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ کے ذریعے سے لین دین کرنے کو تجارت کا حکم ہے لہذا باپ اور وصی اوسکو باطل کر سکتے ہین جسطرح کوئی شخص نابالغ کے اوپر ایک بیع کو ثابت کر دے تو باپ اور وصی اسکو رد کر سکتے ہین دوسرے یہ کہ شفعہ کے لینے مین نفع اور ضرر دونون ہوتے ہین لہذا بعض اوقات مین اُسکا چھوڑ دینا نابالغ کے حق مین خیر خواہی ہو سکتا ہی تاکہ ثمن اوسکے ملکیت مین داخل رہے اور باپ وغیرہ کی ولایت نظری ہی لہذا شفعہ کو ترک کر سکتے ہین اور اُنکا سکوت بھی باطل کرنے کے حکم مین ہی اسلیے کہ سکوت اعراض کی دلیل ہی مگر یہ اختلاف اُسوقت ہی کہ وہ مکان برابر قیمت سے فروخت ہوا ہو اور اگر اسقدر زیادہ سے فروخت ہوا ہی کہ لوگ اسقدر نقصان کے متحمل نہین ہوتے ہین تو بعض کا قول ہی کہ ایسے وقت مین باپ او وصی کا شفعہ کو ترک کر دینا بالاتفاق صحیح ہوگا اسلیے کہ اسمین محض خیر خواہی ہی اور بعض کا قول ہی بالاتفاق اون کا شفعہ کو ترک کر دینا غیر صحیح ہوگا اسلیے کہ جب وہ لینے کے مجاز نہین ہین تو ترک کرنے کے بھی مجاز نہین ہین

قیمتها محاباة کثیرة فعن ابی حنیفة رہ انه لا یصح التسلیم منهما ولا روایة عن ابی یوسف رہ واللہ اعلم۔

بلکہ انکو ایسے وقت میں اجنبی کا حکم ہے۔ اور اگر یہ مکان رعایت کے ساتھ بہت ہی کم قیمت سے فروخت ہوا ہے تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ ان کا شفعہ کو ترک کردینا صحیح نہوگا اور ابو یوسف رح سے اسمیں کوئی روایت مروی نہیں ہے واللہ اعلم۔

الدر المختار فی الفقه للمفتی محمد علاء الدین الحسکفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشفعة

مناسبته تملك مال الغير بغير رضاه۔

غصب کے بعد شفعہ کا بیان اسواسطے کیا ہے کہ شفعہ کے اندر بھی دوسرے کے مال کو بغیر اوسکی رضامندی کے لے لیتا ہے۔

(۱) هی لغة الضم وشرعًا تمليك البقعة جبرا على المشتری بما قام عليه بمثله لو مثليا والا فبقيمته

(۱) لغت میں شفعہ کا لفظ وصل کے معنے مین آتا ہے اور شرع مین ایک فروخت شدہ جایداد کا اگر ثمن مثلی ہے تو مثل دیکر ورنہ اوس کی قیمت دیکر مشتری سے جبرًا لے لینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشتری بشركة او جوار۔

(۲) شفعہ کا سبب اصل مین شفیع کی ملکیت کا مشتری کے ملکیت سے متصل ہونا ہی خواہ شرکت کے طور پر یا جوار کے طور پر

(۳) وشرطها ان يكون المحل عقارا سفلا كان او علوا وان لم يكن طريقه فی السفل لانه التحق بالعقار بما له من حق القرار درر قلت

(۳) شفعہ کے اندر عقار کا ہونا شرط ہے اور جسطرح سے نیچے کا مکان عقار ہے اسیطرح بالاخانہ کو بھی عقار کا حکم ہے اگرچہ اوسکا راستہ نیچے کے مکان مین ہوکر نہو اسواسطے کہ بالاخانہ کو چونکہ نیچے کے مکان پر قائم رہنے کا حق ہے لہٰذا وہ بھی ایک غیر منقول

واما ما جزم به ابن الكمال فى اول باب ماهى فيه من ان البناء اذا بيع مع حق القرار يلتحق بالعقار فرده شيخنا الرملى وافتى بعد مها تبعا للبزازية وغيرها فليحفظ۔

چیز ہے اور ابن کمال نے جو یہ بات بیان کی ہو کہ اگر ایک مکان کی دیوارین مع حق قرار کے فروخت کیجائین تو اونکو عقار کا حکم ہو جاتا ہو تو شیخ رملی نے اس قول کا رد کیا ہو اور بزازیہ وغیرہ کے موافق اسبات کا فتوی دیا ہے کہ انکو عقار کا حکم نہین ہوتا۔

(۴) وركنها اخذ الشفيع من احد المتعاقدين عند وجود سببها وشرطها۔

(۴) شفعہ کا سبب اور شرط پائے جانے کے بعد بائع یا مشتری سے شفیع کو مکان کا لے لینا شفعہ کا رکن ہے۔

(۵) وحكمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنين۔

(۵) شفعہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اوسکا سبب پایا جائے تو طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہو اگرچہ برس گذر جائین۔

(۶) وصفتها ان الاخذ بها بمنزلة شراء مبتدأ فيثبت بها ما يثبت بالشراء كالرد بخيار رؤية وعيب۔

(۶) بذریعہ شفعہ کے کسی چیز کا لینا مستقل طور پر خریدنے کے بمنزلہ ہوتا ہے اور جو احکام خریدنے مین ثابت ہوتے ہین وہ سب شفعہ مین بھی ثابت ہوتے ہین مثلاً خیار رویت اور خیار عیب وغیرہ۔

(۷) تجب له لا عليه بعد البيع ولو فاسدا انقطع فيه حق المالك كما يأتى او بخيار للمشترى وتستقر بالاشهاد فى مجلسه اى طلب المواثبة فلا تبطل بعده وتملك بالاخذ بالتراضى او بقضاء القاضى عطف على الاخذ لثبوت ملك الشفيع بمجرد الحكم قبل الاخذ كما حرره ملاخسرو۔

(۷) بیع کے بعد ایک شخص کا شفعہ دوسرے پر ثابت ہو جاتا ہو اگرچہ یہ بیع فاسد ہو جس مین مالک کا حق زائل ہو گیا ہو یا اس بیع مین مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اور طلب مواثبت سے شفعہ قائم ہو جاتا ہو اور اگر یہ طلب نہ پائی جائے تو باطل ہو جاتا ہے اور شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہو کہ قاضی اوسکے لئے مکان کا حکم دیدے یا باہمی رضامندی سے مدعی علیہ مکان کو اوس کے حوالہ کر دے

\+ \+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۸) بقدر رؤس الشفعاء لا الملك خلافا للشافعى۔

(۸) اگر ایک مکان میں بہت سے لوگ مختلف حصوں کے شریک ہوں اور ایک شخص اپنا حصہ فروخت کر دے تو حنفیہ کے نزدیک سب شریک حق شفعہ مین برابر شریک ہونگے اور امام شافعی کے نزدیک جس کا جتنا حصہ ہوگا اوسی قدر شفعہ کا استحقاق ہوگا۔

(٩) للخليط متعلق بتجب فی نفس المبيع ثم ان لم يكن او سلم له فی حق المبيع وهو الذی قاسم وبقيت له شركة فی حق العقار كالشرب والطريق خاصين۔

(٩) سب سے پہلے وہ شخص شفعہ کا مستحق ہوتا ہے جو نفس عقار کے اندر شریک ہے اگر وہ نہو یا شفعہ کو ترک کردے تو وہ شخص مستحق ہوگا جو عقار کے حق مین شریک ہے یعنے عقار سے اوسنے اپنا حصہ تقسیم کر لیا ہے مگر صرف حق مین اوسکا حصہ باقی ہے مثلاً آبپاشی کا حق یا راستہ چلنے کا حق بشرطیکہ یہ دونون خاص ہون۔

(١٠) ثم فسر ذلك بقوله كشرب نهر صغير لا تجری فيه السفن وطريق لا ينفذ فلو عامين لا شفعة بهما بيانه شرب نهر مشترك بين قوم تسقی اراضيهم منه بيعت ارض منها فلكل اهل الشرب الشفعة ولو النهر عاما او المسئلة بحالها فالشفعة للجار الملاصق فقط۔

(١٠٠) شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے بند راستہ مراد ہے انمین شرکت حاصل ہونے سے شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونون خاص نہون بلکہ عام ہون تو حق شفعہ نہین ثابت ہوتا مثلاً ایک نہر کے آبپاشی مین لوگ شریک ہین اور اپنی اراضیات کو اس نہر سے پانی دیتے ہین تو ہر ایک شریک کو حق شفعہ ہوگا اور اگر یہ نہر بڑی ہے جسمین کشتیان چل سکتی ہین تو صرف فروخت شدہ اراضی کے جار کو حق شفعہ ہوگا۔

(١١) ثم لجار ملاصق ولو ذميا او ماذونا او مكاتبا بابه فی سكة اخری وظهر داره لظهرها فلو بابه فی تلك السكة فهو خليط كما مر۔

- قوله هو شريكه

(١١) شریک فی العقار اور شریک فی حق العقار کے بعد جار ملاصق کو حق شفعہ ہوتا ہے اگرچہ وہ ذمی یا غلام ماذون یا مکاتب ہو اور جار ملاصق وہ شخص ہے جسکی مکان کی پشت بائع کے مکان سے ملی ہوئی ہے اور اُسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے اسلیے کہ اگر اوسی کوچہ مین اُسکا دروازہ ہوگا تو وہ شریک فی حق العقار شمار کیا جائیگا

(١٢) وواضع جذوع علی حائط و شريك فی خشبة عليه جار ولو فی نفس الجدار فشريك ملتقی قلت لكن قال المصنف ولو كان بعض الجيران شريكا فی الجدار لا يتقدم علی غيره من

(١٢) اگر ایک شخص کی کڑیان دوسرے کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین یا یہ شخص صرف ان کڑیون کے اندر شریک ہے تو یہ شخص اوس مکان کا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ جوار کی وجہ سے اُسکو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دیوار کے اندر شرکت ہے تو مکان کے اندر شریک سمجھا جائیگا مین کہتا ہون مگر مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ اگر ایک جار مکان کی دیوار کے اندر شریک ہو

الجيران لان الشركة فى البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة وفى شرح المجمع

(١٣) وكذا الجار المقابل فى السكة الغير النافذة الشفعة بخلاف النافذة۔

(١٤) اسقط بعضهم حقه من الشفعة بعد القضاء فلو قبله فلمن بقى اخذ الكل لزوال المزاحمة ليس لمن بقى اخذ نصيب التارك لانه بالقضاء قطع حق كل واحد منهم فى نصيب الآخر۔ بلدى۔

(١٥) ولو كان بعضهم غائبا يقضى بالشفعة بين الحاضرين فى الجميع لاحتمال عدم طلبه فلا يؤخر بالشك وكذا لو كان الشريك غائبا فطلب الحاضر يقضى له بالشفعة كلها ثم اذا حضر وطلب قضى له بها فلو مثل الاول قضى له بنصفه ولو فوقه فبكله ولو دونه منعه خلاصة۔

(١٦) اسقط الشفيع الشفعة قبل الشراء لم يصح لفقد شرطه وهو البيع۔

تو اُس کو اور لوگون پر جو اوس مکان کے جار ہین کچھ تقدم ہوگا اسواسطے کہ صرف عمارت مین شریک ہونے سے شفعہ کا مستحق نہین ہوتا جبتک کہ زمین مین بھی شریک نہو۔

(١٣) اگر ایک کوچہ سربستہ ہو تو جار مقابل کو بھی حق شفعہ ہوتا ہے اور غیر سربستہ مین نہین ہوتا۔

* * * * *

(١٤) اگر شفعہ کے اندر کئی شخص شریک تھے اور ایک شخص نے اپنا حق چھوڑ دیا باوجودیکہ قاضی نے اُسکو شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو باقی شرکا کو یہ استحقاق نہوگا کہ اس چھوڑنے والے کا حق بھی لے لین اسلیے کہ قاضی کے حکم دینے سے ہر ایک کا حق دوسرے کے حق سے منقطع ہوگیا۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے ایک شخص نے شفعہ کو ترک کردیا تو باقی شرکا اوسکے حق کو بھی لے سکتے ہین۔

(١٥) اگر ایک مکان کے شفعہ مین کئی شخص شریک ہین جنمین سے کچھ غائب اور کچھ حاضر ہین تو ان حاضرین کے لیے کل مکان مین شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا اسلیے کہ ممکن ہے وہ غایب اپنے شفعہ کو نہ طلب کرے لہذا صرف احتمال سے حاضرین کے حق مین تاخیر نہ کیجائیگی۔ اسیطرح اگر ایک شفیع غائب ہے اور حاضر نے شفعہ کا مطالبہ کیا تو اُسوقت کل شفعہ کا اوسکے لیے حکم دیدیا جائیگا بعد ازان اگر اُس غائب نے حاضر ہوکر شفعہ کی درخواست کی تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا جائیگا مگر دوسرا اگر پہلے شفیع کے مثل ہے تو نصف مکان کا اُسکو حکم دیا جائیگا اور اگر اوس سے اعلی درجہ کا ہے تو کل مکان کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُس سے ادنی درجہ کا ہے تو شفعہ سے

(١٦) اگر مکان ہنوز فروخت نہین ہوا تھا کہ شفیع اپنے شفعہ سے دست بردار ہوگیا تو صحیح نہوگا اسلیے کہ ابھی شفعہ کی شرط (یعنے بیع) نہین پائی گئی۔

(۱۷) اراد الشفیع اخذ البعض وترك الباقي لم یملك ذلك جبرا على المشتري لضرر تفریق الصفقة۔

(۱۷) اگر شفیع اسبات کا قصد کرے کہ مکان کا ایک حصہ لے لون اور باقی کو ترک کر دون تو مشتری کے بغیر رضامندی کے ایسا نہین کر سکتا ہے اسلیے کہ اوس بیع کے متفرق کرنے مین مشتری کو ضرر ہے۔

(۱۸) ولو جعل بعض الشفعاء نصیبه لبعض لم یصح وسقط حقه به لاعراضه ویقسم بین البقیة بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء على انه یستحقه فقط بطلت شفعته اذ شرط صحتها ان یطلب الکل کما بسطه الزیلعي فلیحفظ۔ جتبیٰ

(۱۸) اگر ایک مکان کے شفعہ مین بہت سے لوگ شریک ہین جنمین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے ایک شریک کو دیدیا تو صحیح نہوگا مگر دینے والے کا حق اعراض کرنے کی وجہ سے ساقط ہو جائیگا اور باقی سب شریکون پر اسکا حصہ تقسیم ہو جائیگا بلکہ اگر مکان کے شفعہ مین دو شخص شریک ہین اور ایک نے اپنے حق کے موافق نصف مکان مین شفعہ چاہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کے صحیح ہونے مین کل مکان کا طلب کرنا شرط ہی چنانچہ زیلعی نے اسکی تفصیل بیان کی ہی۔

(۱۹) وصح بیع دور مکة فتجب الشفعة فیها وعلیه الفتوى اشباه قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولى وقد قدمناه فلیحفظ لکنه یکره وسنحققه في الحظر۔

(۱۹) مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع بھی صحیح ہوتی ہی اور اونمین بھی شفعہ ثابت ہوتا ہی مفتی بہ قول یہی ہے مین کہتا ہون اس کا نتیجہ یہ ہی کہ اونکو کرایہ پر اوٹھانا بطریق اولیٰ صحیح ہو چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین مگر مکروہ ہے۔ کتاب الحظر والاباحہ مین ہم اس کا بیان عنقریب تحقیق کے ساتھ کرینگے۔

(۲۰) ویطلب الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الى موکله وان سلم لا وبطلت هو المختار۔

(۲۰) اگر ایک شخص نے وکالتہً دوسرے کے لیے مکان خریدا تو شفیع اس وکیل پر شفعہ کا دعوی کر سکتا ہی بشرطیکہ وہ مکان ہنوز موکل کے قبضہ مین اوس نے نہ دیا ہو اور اگر موکل کے قبضہ مین پہنچ گیا ہی تو وکیل پر دعوے نہین ہوسکتا قول مختار یہی ہے۔

(۲۱) ولا شفعة في الوقف ولا له نوازل ولا بجواره شرح مجمع وخانیة خلافا للخلاصة والبزازیة ولعل لا ساقطة قاله المصنف قلت وحمل شیخنا الرملي الاول على الاخذ به والثاني

(۲۱) اگر کوئی شخص اپنا مکان موقف کر دے تو اوسمین شفعہ نہوگا اسیطرح اگر مکان موقوفہ کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو اوسمین شفعہ نہوگا لیکن خلاصہ اور بزازیہ مین اسکے خلاف بیان کیا ہی مگر غالبًا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اونمین لا کا کلمہ کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہی جس کی وجہ سے یہ خلاف ہو گیا ہے چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے

على اخذه بنفسه اذا بيع ففى القبض حق الشفعة يبتنى على صحة البيع انتهى فمفاده ان ما لا يملك من الوقف بحال لا شفعة فيه وما يملك بحال ففيه الشفعة واما اذا بيع بجواره او كان بعض المبيع ملكا وبعضه وقفا وبيع الملك فلا شفعة للوقف والله اعلم۔

مین کہتا ہون ہمارے شیخ رملی نے لاله ولا بجواره کے یہ معنے کہین لاله یعنے وقف کے ذریعے شفعہ نہین ہوسکتا ولا بجواره یعنے وقف کا مکان اگر فروخت ہو تو اسکو بذریعہ شفعہ کے جا نہین لے سکتا کہ وقف کے اندر حق شفعہ بیع کے صحیح ہونے پر موقوف ہے انتہی اسکا حاصل یہ ہے کہ جو وقف کسی حال مین مملوک نہو سکے اوسمین شفعہ نہین ہے اور جو کسی حال مین مملوک ہوسکتا ہے اوسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر مکان موقوفہ کے جوار مین کوئی مکان فروخت ہو یا ایک مکان کا نصف مملوک اور نصف موقوف ہو اور وہ مملوک حصہ فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو شفعہ ہوگا واللہ اعلم

باب طلب الشفعة

طلب شفعہ کا بیان

۲۲، ويطلبها الشفيع فى مجلس علمه من مشتر او رسوله او عدل او عدد بالبيع وان امتد المجلس كالمخيرة هو الاصح درر وعليه المتون خلافا لما فى جواهر الفتاوى انه على الفور وعليه الفتوى۔

۲۲، جس جلسہ مین شفیع کو مشتری یا اُسکے قاصد یا اور کسی ایک پرہیزگار مرد یا معمولی دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد کی زبانی بیع کا حال معلوم ہو تو اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اگرچہ وہ جلسہ بہت دیر تک ہو جسطرح مخیرہ کو اخیر جلسہ تک اختیار ہوتا ہے قول صحیح یہی ہے اور متون کے اندر یہی مذکور ہے مگر جواہر الفتاوی مین بیان کیا ہے کہ فے الفور طلب شفعہ کرنا چاہیے اور اسی پر فتوی ہے۔

۲۳، بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه كانا طالبها او اطلبها وهو يسمى طلب المواثبة اى المبادرة والاشهاد فيه ليس بلازم بل لمخافة الجحود۔

۲۳، شفیع کو طلب شفعہ اون الفاظ کے ساتھ کرنا چاہیے جن سے شفعہ کی طلب مفہوم ہوسکے مثلا مین نے شفعہ کو طلب کیا یا مین شفعہ کا طالب ہون یا شفعہ کو طلب کرتا ہون اور اسکو طلب مواثبت کہتے ہین اسلیے کہ مواثبت مبادرت اور سرعت کے معنے مین ہے اور طلب مواثبت کے اندر لوگون کو گواہ کرنا صرف اسلیے مناسب ہوتا ہے کہ مدعا علیہ انکار نہ کرسکے مگر ضروری نہین ہے۔

۲۴، ثم يشهد على البائع لو العقار فى يده او على المشترى

۲۴، طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد جس کو طلب تقریر بھی کہتے ہین کرنا چاہیے یعنے بائع یا مشتری یا عقار کے پاس جا کر لوگون کو بنے

وان لم يكن ذا يد لانه مالك او عند العقار

طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے مگر بائع کے پاس طلب اشہاد کرنے مین شرط ہی کہ اُس وقت تک مکان پر بائع کا قبضہ ہو اور مشتری کے اندر قبضہ کا ہونا شرط نہین ہے اسواسطے کہ وہ تو مالک بھی ہے

(٢٥) فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا عليه وهو طلب الاشهاد ويسمى طلب التقرير۔

(٢٥) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریق ہی کہ لوگون سے کہدے فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہی اور مین اوسمین شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اسبات کے گواہ رہو۔

(٢٦) وهذا الطلب لابد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول ولم يشهد بطلت شفعته وان لم يتمكن منه لا تبطل۔

(٢٦) شفعہ کے اندر طلب اشہاد کا ہونا بھی ضروری ہی حتے کہ اگر شفیع کسی طور پر خواہ بذریعہ خط کے یا قاصد کے ذریعہ سے ہو طلب اشہاد کر سکتا ہے مگر اوس نے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر کسی صورت سے طلب نہین کر سکتا ہے تو باطل نہوگا۔

(٢٧) ولو اشهد في طلب المواثبة عند احد هؤلاء كفاه وقام مقام الطلبين۔

(٢٧) اگر بیع کے مقام پر شفیع خود موجود تھا اور بائع یا مشتری یا مکان کے پاس اوسنے طلب مواثبت پر لوگونکو گواہ کر دیا تو اب اوسکو دوبارہ طلب اشہاد کی ضرورت نہ رہیگی

(٢٨) ثم بعد هذين الطلبين يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان دار كذا وانا شفيعها بدار كذا الى لو قال بسبب كذا كما في الملتقى لشمل الشريك في نفس المبيع فمره يسلم الدار الي هذا لو قبضها المشتري وطلب الخصومة لا يتوقف عليه وهو يسمى طلب تمليك وخصومة

(٢٨) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد قاضی کے روبرو شفیع کو اسطرح پر شفعہ کی درخواست کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہی اور مین بذریعہ اپنے فلان مکان کے اُسکا شفیع ہون یا فلان سبب سے اُسکا شفیع ہون لہذا تو مشتری کو حکم دیدے کہ وہ مکان کو سپرد حوالہ کرے مگر یہ اُسوقت ہوگا کہ وہ مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہو لیکن یہ طلب اسکے اوپر موقوف نہین ہی اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہین۔

* * * * *

(٢٩) وبتاخيره مطلقا بعذر او بغيره شهرا او اكثر لا تبطل الشفعة حتى يسقطها بلسانه به يفتى وهو

(٢٩) اگر طلب تملیک مین کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے خواہ کسی عذر سے یا بلا عذر خواہ ایک مہینہ تک یا زیادہ تو اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا جبتک خود زبان سے شفعہ کو ترک نہ کرے

ظاهر المذهب وقيل يفتى بقول محمد ان اخره شهرا بلا عذر بطلت كذا في الملتقى يعني دفعا للضرر قلنا دفعه برفعه للقاضي ليامره بالاخذ او الترك۔

اسی پر فتوی ہو اور یہی ظاہر مذہب ہو اور بعض کے نزدیک محمد رح کے قول پر فتوی ہو کہ اگر بلا عذر ایک مہینہ تک تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا ورنہ مشتری کا اوسمین ضرر ہے ہم کہتے ہیں یہ ضرر اسطرح دفع ہو سکتا ہو کہ مشتری قاضی کے روبرو چارہ جوئی کرے کہ قاضی شفیع کو مکان کے لینے یا شفعہ سے دست بردار ہونے کا حکم دیدے۔

(۳۰) واذا طلب الشفيع سأل القاضي الخصم عن مالكية الشفيع لما يشفع به فان اقر بها اي بملكية ما يشفع به او نكل عن الحلف على العلم او برهن الشفيع انها ملكه سأله عن الشراء هل اشتريت ام لا فان اقر به او نكل عن اليمين على الحاصل في شفعة الخليط او على السبب في شفعة الجوار بخلاف الشافعي كما مر في كتاب الدعوى او برهن الشفيع قضى له بها هذا اذا لم ينكر المشتري طلب الشفيع الشفعة فان انكر فالقول له بيمينه ابن كمال۔

(۳۰) جسوقت شفیع قاضی کے روبرو شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ شفیع دعوی کرتا ہو وہ اس مکان کا مالک ہے یا نہین اگر مدعی علیہ نے شفیع کی ملکیت کا اقرار کرلیا یا مالکیت کا انکار کرنے کے بعد اوسکے موافق حلف کرنے سے بھی انکار کیا یا شفیع نے اپنے مالکیت کے گواہ پیش کردئے تو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے مکان کو خریدا ہی یا نہین اگر خریدنے کا اقرار کرلیا یا شریک کے شفعہ کی صورت مین منکر ہوکر حاصل پر حلف کیا یا شفیع نے گواہ پیش کردئے یا شفعہ بالجوار کی صورت میں سبب پر حلف کرنے سے انکار کیا تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا بخلاف شافعی رح کے مگر یہ اوسوقت ہو کہ مشتری شفیع کے طلب شفعہ کرنے سے انکار نہ کرے اور اگر انکار کیا تو قسم لیکر اوسکا قول مقبول ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۳۱) وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره وللمشتري حبس الدار ليقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اي بعد القضاء وأما قبله فتبطل عند محمد لعدم التاكد كذا ذكره الزيلعي اد الثمن

(۳۱) دعوے کے وقت شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری نہین ہو بلکہ بغیر حاضر کیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا مگر حکم دینے کے بعد ثمن کا موجود کرنا ضروری ہو اور مشتری ثمن کے وصول پانے تک مکان کو روک سکتا ہو اور اگر قاضی نے شفیع کو ادائے ثمن کا حکم دیا اور پھر اوس نے تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو گا مگر یہ اوسوقت ہو کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دے چکا ہو اور اگر ہنوز حکم نہین دیا تھا

فاخر لم تبطل شفعته

توحمہ رم کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ہنوز اسکو استحکام نہیں ہوا تھا

(۳۲) والخصم للشفيع المشترى مطلقا والبائع قبل التسليم الاول بملكه والثانى بيده ابن كمال ولكن لا تسمع البينة عليه حتى يحضر المشترى لانه المالك ويفسخ بحضوره ولو سلم للمشترى لا يلزم حضور البائع لزوال الملك واليد عنه ابن كمال ويقضى القاضى بالشفعة والعهدة لضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع قبل تسليم المبيع الى المشترى والعهدة على المشترى لو بعده لما مر

(۳۲) مشتری سے تو بہرحال شفیع دعوی کرسکتا ہے اسلیے کہ وہ مکان کا مالک ہے اور اگر بائع نے ہنوز مکان کو مشتری کے قبضہ میں نہیں دیا ہے تو بائع کا قبضہ ہونے کی وجہ سے شفیع اوسپر بھی دعوی کرسکتا ہے مگر جبتک مشتری بھی بائع کے ساتھ حاضر نہوگا شفیع کے گواہ مشتری کے اوپر مسموع نہونگے اسلیے کہ مالک وہی ہے اور اوسیکے روبرو بیع کو قاضی فسخ کریگا اور شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا ہے تو قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اسلیے کہ اسکا نہ قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے اور اگر شفیع نے ثمن کو ادا کرکے مکان لے لیا بعد ازان مکان میں کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کا قبضہ ہونے کی صورت میں بائع ذمہ دار ہوگا اور قبضہ ہو جانے کی صورت میں مشتری ذمہ دار ہوگا۔

(۳۳) للشفيع خيار الروية والعيب وان شرط المشترى البراءة منه دون خيار الشرط والاجل اختيار

(۳۳) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری سے بائع نے عیب سے بری ہونے کی شرط کرلی ہو مگر شفیع کو خیار شرط اور خیار اجل ثابت نہیں ہوتا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۳۴) وفى الاشباه الشفعة بيع فى كل الاحكام الاضمان الغرور للجبر

- کہ اوپر مذکور ہوا

(۳۴) اشباہ میں مذکور ہے کہ تمام احکام کے اندر شفعہ کو بیع کا حکم ہے بجز اوس صورت کے کہ بیع کے اندر فریب کی حالت میں بائع کو تاوان دینا پڑتا ہے اور شفعہ کے اندر نہیں دینا پڑتا اسلیے کہ شفیع جبرا مکان کا مالک

(۳۵) وان اختلف الشفيع والمشترى فى الثمن والدار مقبوضة والثمن منقود صدق المشترى بيمينه لانه منكر ولا يتحالفان وان برهنا فالشفيع احق لان بينته ملزمة۔

(۳۵) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور مکان مشتری کے قبضہ میں آچکا اور وہ ثمن ادا کرچکا ہے تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسلیے کہ وہ منکر ہے اور دونوں سے حلف نہ لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کردیے تو شفیع کے گواہوں کا حق ہوگا اسلیے کہ اونسے ایک کا حق دوسرے کے اوپر ثابت ہوتا ہے۔

(۳۶) ادعى المشترى ثمنا وادعى

(۳۶) مشتری کہتا ہے میں نے یہ مکان سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع

بالفه اقل منه بلاقبضه فالقول له اى للبائع ومع قبضه للمشترى ولو عكسا فبعد قبضه القول للمشترى وقبله يتحالفان واى نكل اعتبر قول صاحبه وان حلفا فسخ البيع وياخذ الشفيع بما قال البائع ملتقى۔

(۳۷) وحط البعض يظهر فى حق الشفيع فياخذ بالباقى وكذا هبة البعض الا اذا كانت بعد القبض اشباه۔

(۳۸) وحط الكل والزيادة لا فياخذ بكل المسمى ولو حط النصف ثم النصف ياخذ بالنصف الاخير ولو علم انه شراه بالف فسلم ثم حط البائع مائة فله الشفعة كما لو باعه بالف فسلم ثم زاد البائع له جارية او متاعا قنيه۔ [illegible]

(۳۹) وفى الشراء بمثلى ولو حكما كالخمر فى حق المسلم ابن كمال ياخذه بمثله وفى الشراء القيمى بالقيمة اى يوم الشراء ففى بيع عقار بعقار ياخذ الشفيع كلا من العقارين بقيمة الاخر۔

کہتا ہے مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے مگر ہنوز مکان پر اوسکا قبضہ نہیں ہوا ہے تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ ہوگیا ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر اوسکے برعکس صورت ہے یعنے مشتری پچاس کا اور بائع سو کا مدعی ہے اور مشتری کا قبضہ ہوگیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ نہین ہوا تھا تو دونوں سے حلف لیا جائیگا اور جو شخص حلف سے انکار کریگا اوس سے دوسرے کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے حلف کر لیا تو بیع فسخ کردیجائیگی اور بائع کے قول کے موافق شفیع مکانکو لیگا۔

(۳۷) اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کری تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہو جائیگی اور اوسی کمی کے ساتھ مکان کو لیگا اسیطرح اگر بائع مشتری کے لیے کچھ ثمن ہبہ کردے تو شفیع کے حق مین کمی ہو جائیگی مگر وصول کرنیکے بعد اگر کچھ ثمن ہبہ کیا ہے تو کمی نہوگی۔

(۳۸) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا یا مشتری نے کچھ ثمن اپنی طرف سے بڑہا دیا تو شفیع کے اعتبار سے اس کا لحاظ نکیا جائیگا بلکہ پورا ثمن دینا پڑیگا اور اگر بائع نے اولاً نصف ثمن کی کمی کرکے بعد ازان باقی نصف کو بھی چھوڑ دیا تو اخیر نصف ثمن سے شفیع مکان کو لے لیگا۔ اور اگر شفیع کو اولاً معلوم ہوا کہ وہ مکان ہزار کو فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان بائع نے سو روپیہ کی کمی کردی تو اوسکو شفعہ ثابت ہو جائیگا جسطرح بائع نے وہ مکان ہزار کو فروخت کیا اور شفیع نے شفعہ نہ کیا بعد ازان بائع نے مکان کے ساتھ ایک

(۳۹) اگر کوئی مکان مثلی چیز کے ساتھ فروخت ہوا اگرچہ وہ چیز حکماً مثلی ہو جسطرح مسلمان کے حق مین شراب کا حکم ہے تو اس صورت مین شفیع کو مکان کے بدلے مین مثل دینا پڑیگا اور اگر قیمتی چیز کے ساتھ فروخت ہوا ہے تو خرید کے وقت کی قیمت دینا پڑیگی اور اگر ایک مکان بعوض دوسرے مکان کے فروخت ہوا تو ہر ایک مکان کا شفیع اوس مکان کو دوسرے مکان کی قیمت دیکر لے لیگا۔

(۴۰۷)، وفی الشراء بثمن مؤجل یاخذ بحال او طلب الشفعة فی الحال واخذ بعد الاجل ولا تیجل ما علی المشتری لو اخذ بحال ولو سکت عنه فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعته خلافا لابی یوسف۔

(۴۰۷) اگر ایک مکان ثمن مؤجل سے فروخت ہوا تو شفیع فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے سکتا ہے یا اسکو چاہیے کہ طلب شفعہ تو فی الحال کرے مگر مدت گذرنے کے بعد مکان کو بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر اوس نے فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے لیا تو مشتری کو فی الحال بائع کے لیے ثمن ادا کرنا پڑے گا اور اگر شفیع نے طلب شفعہ سے سکوت کیا اور اس مدت تک انتظار کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا بخلاف ابو یوسف رح کے۔

\+ + + + + +

(۴۱۷)، ویاخذ بمثل الخمر وقیمة الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لابد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعة ابن کمال معزیا للمبسوط ویاخذ بقیمتهما لو کان الشفیع مسلما لمنعه عن تملیکها وتملکهما ثم قیمة الخنزیر هنا قائمة مقام الدار لا مقام الخنزیر ولان الاجرم تملیکها بخلاف المرور علی العاشر۔ وطریق معرفة قیمة الخمر والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیه فالقول للمشتری عنایه۔

(۴۱۷)، اگر بائع اور مشتری اور شفیع ذمی لوگ ہیں اور مکان کی بیع شراب یا خنزیر سے ہوئی ہو تو شفیع کو شراب کے بدلے میں شراب اور خنزیر کے بدلے میں اوسکی قیمت دینی پڑیگی اور اس صورت میں بائع کا ذمی ہونا ضروری ہے اسلیے کہ اگر وہ مسلمان ہو تو بیع صحیح نہو گی اور شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شفیع مسلمان شخص ہو تو دونون کے بدلہ اسکو قیمت ہی دینا پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان شراب اور خنزیر کا لین دین نہیں کر سکتا مگر اسجگہ خنزیر کی قیمت مکان کے قائم مقام سمجھی جائیگی خنزیر کے قائم مقام نہ سمجھی جائیگی دلہذا دوسرے کا اسکو مالک بنا سکتا ہی بخلاف اوس صورت کے کہ ایک مسلمان نصاب کے قدر خنزیر لیکر عاشر کی طرف گذرے کہ اوس مسلمان سے خنزیر کی قیمت میں سے کچھ نلیا جائیگا اور اگر کافر ہو تو اوس سے لیا جائیگا۔ اور شراب یا خنزیر کی قیمت کا اندازہ کسی ذمی سے کرایا جائیگا جو مسلمان ہو گیا ہو یا کسی فاسق سے جس نے توبہ کر لی ہو اور اگر قیمت کے اندر اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۴۲۷)، ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمة البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب

(۴۲۷)، اگر مشتری نے اراضی کے اندر درخت لگالیے یا عمارت بنالی تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیلے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قیمت اندازہ کیجائے جسطرح غصب کے اندر بیان

(۴۳) قلت واما لو دهنها بالوان كثيرة او طلاها بجص كثير خير الشفيع بين تركها او اخذها واعطاء ما زاد الصبغ فيها لتعذر نقضه ولا قيمة لنقضه بخلاف البناء حاوی الزاهدی وسیجیء۔

(۴۳) مین کہتا ہون اگر مشتری نے ایک مکان خرید کر بہت سی لاگت لگاکر اوسپر قلعی وغیرہ یا اوسکی استرکاری کرالے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ شفعہ چہوڑ دے خواہ اوسکے ثمن مین اسقدر دام زیادہ کر دے جتنی اوسکے لاگت مین صرف ہوئے ہین اسلیے کہ اُس قلعی اور مصالحہ وغیرہ کا دیوارون پر سے چہوٹنا دشوار ہے اور چہوٹا لینے کے بعد اوسکے لیے کچہ معتدبہ قیمت نہین ہوتی بخلاف عمارت وغیرہ کے

(۴۴) لو بنی المشتری او غرس اوكلف الشفیع المشتری قلعهما الا اذا كان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع له ان یاخذها مع قیمة البناء والغرس مقلوعة غیر ثابتة قهستانی۔

(۴۴) اگر مشتری نے اراضی کے اندر عمارت بنالی یا درخت لگالیے اور اوسکے اوکہاڑنے مین زمین کا نقصان ہے تو شفیع ثمن کے ساتھ درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیسکتا ہے جو اوکہاڑنے کی غرض سے اوسکی قیمت ہوتی ہو ÷ ÷

(۴۵) وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمة البناء والغرس او ترك وبه قال الشافعی ومالك قلنا هی فیما لغیره فیه حق اقوی ولذا تقدم علیه فینقضه كما ینقض الشفیع جمیع تصرفاً المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زیلعی وزاهدی۔

(۴۵) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ جس صورت مین مشتری نے عمارت وغیرہ بنالی ہو تو شفیع کو صرف یہ اختیار رہتا ہے کہ ثمن کے ساتھ عمارت وغیرہ کی قیمت دیکر اوسکو لے یا شفعہ کو ترک کردے امام شافعی رح اور امام مالک رح کا قول بہی یہی ہے اور حنفیہ کہتے ہین کہ مشتری نے یہ عمارت وغیرہ ایسی اراضی مین بنالی ہے جسمین دوسرے کا حق مقدم ہے ولہذا اوسکو تقدم ہے سو اسواسطے اسکا تصرف باطل ہو جائیگا جسطرح اوسکے تمام تصرفات جیسے کہ وقف کرنا یا مسجد یا مقبرہ بنانا یا ہبہ کرنا باطل ہو جاتا ہے۔

(۴۶) واما الزرع فلا یقلع استحساناً لان له نهایة معلومة ویبقی بالاجر

(۴۶) اگر مشتری نے اوس زمین مین کہیتی کرلی تو استحسان کے طور پر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ شفیع اوسکو نہ اوکہاڑے اسلیے کہ اول تو وہ ایک خاص مدت تک رہتے ہے علاوہ برین شفیع کو اوسکی اُجرت ملجائیگی۔

(۴۷) ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمة البناء

(۴۷) اگر شفیع نے شفعہ کے ذریعہ سے ایک زمین لیکر اوس مین عمارت وغیرہ بنالی بعد ازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو اپنے مدعی علیہ سے فقط ثمن واپس لے سکتا ہے اور عمارت وغیرہ کی قیمت

والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف المشتری۔

کسی سے نہیں لے سکتا اسلیے کہ وہ سکو کسی نے فریب نہیں دیا ہے بخلاف مشتری کے کہ اوسکو دہوکا ہو سکتا ہے۔

(۴۸) ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جفت الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن یقابل الاصل لا الوصف وھذا اذا لم یبق شئ من نقض او خشب فلو بقی و اخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد وعلی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی۔

(۴۸) اگر خریدشدہ مکان خود بخود منہدم ہوگیا یا باغ کے درخت خود بخود خشک ہوگئے تو شفیع کو پورا ثمن دینا پڑیگا کیونکہ ثمن دے سکتا ہے اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ ثمن اصل مبیع کے مقابل ہوتا ہے وصف کے مقابل نہیں ہوتا مگر یہ اوس وقت ہے کہ مکان کا ملبہ اور درختوں کی لکڑی نہ باقی رہی ہو اور اگر باقی ہو اور مشتری نے زمین سے جدا ہونے کے بعد اوسکو لے لیا ہو تو وہ زمین کے تابع نہ رہیگا اور بقدر اوسکے ثمن مین کمی کر دیجائیگی مگر اوس ثمن کو مکان کی اوس قیمت پر جو خریدنے کے وقت تھی اور ملبہ کی اوس قیمت پر جو لیتے وقت ہے تقسیم کرینگے اور اوسکے حساب سے کمی کر دیجائیگی

✦ ✦ ✦ ✦

(۴۹) قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ھلک بعد انفصالہ لم یسقط شئ من الثمن لعدم حبسہ اذ ھو من التوابع والتوابع لا یقابلھا شئ من الثمن وبالاخذ بالشفعۃ تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ھلک ما دخل تبعا قبل القبض ولا یسقط بمثلہ شئ من الثمن فالہ شیخنا۔

(۴۹) اگر مکان خود بخود منہدم ہوگیا یا درخت خود بخود خشک ہوگئے اور زمین سے جدا ہو جانے کے بعد مشتری نے اوسکو نہیں لیا مثلا وہ خود ہلاک ہوگئے تو ثمن مین سے شفیع کے حق مین کچھ کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ مشتری نے اوسکو نہیں روکا بس وہ توابع مین سے ہونگے اور توابع کے مقابل مین ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے اور شفعہ کے ذریعہ سے لینے مین یہ بیع شفیع کی طرف منتقل ہوگئی اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ چیز جو بالتبع بیع کے اندر داخل ہوئی تھی ہلاک ہوگئی اور ایسے وقت مین ثمن مین کچھ کمی نہیں ہوتی ہے شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

(۵۰) بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بحصتہ لان الغائت بعض الاصل زیلعی

(۵۰) اگر زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو کر تلف ہوگیا تو بقدر اوس کے شفیع کے حق مین ثمن کم ہو جائیگا اسلیے کہ یہان اصل مبیع کا حصہ فوت ہوگیا۔

✦ ✦ ✦ ✦

(۵۱) ویأخذ بحصة العرصة من الثمن ان نقض المشتری البناء لانه قصد الاتلاف وفی الارض الآفة سماویة ویقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد بخلاف انهدامه کما لتقومه بالحبس۔

(۵۱) اگر مشتری نے مکان کو خود منہدم کردیا تو صرف زمین کے قدر ثمن ادا کرکے شفیع لیگا اسلیے کہ یہان قصداً اوس نے عمارت کو تلف کیا ہے اور دریا برد ہو جانے کی صورت مین اسکا کچھ اختیار نہین تھا بلکہ وہ آفت سماوی تھی مگر اس صورت مین ثمن کو زمین اور عمارت کی اوس قیمت پر تقسیم کرینگے جو عقد کے زمانہ مین اوسکی قیمت ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود منہدم ہو جائے اسلیے کہ روکنے سے اوسکی قیمت ہو جاتی ہے۔

(۵۲) ونقض الاجنبی کنقضه ای المشتری۔

(۵۲) اگر کسی اجنبی شخص نے مکان کو منہدم کردیا تو اوس کو بھی مشتری کے منہدم کرنے کا حکم ہے یعنے شفیع کے حق مین ثمن کم ہوجائیگا

(۵۳) والنقض بالکسر المنقوض له ای للمشتری ولیس للشفیع اخذه لزوال التبعیة بانفصاله ویأخذ بثمرها استحسانا لاتصاله۔

(۵۳) اگر مکان منہدم ہوگیا تو مکان کا ملبہ مشتری کو ملیگا شفیع کو نہ ملیگا اسلیے کہ زمین سے جدا ہو جانے کی وجہ سے وہ ملبہ زمین کے توابع مین سے نہین رہا گو درختون کا پھل شفیع کو استحسان کے اعتبار سے ملجائیگا اسلیے کہ درختون کے ساتھ اوسکو اتصال ہے۔

(۵۴) من ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی یده وان جذه المشتری فلیس للشفیع اخذه لما مر او هلك بآفة سماویة وقد اشتراها بثمرها سقطت حصته من الثمن فی الاول ای شراها بثمرها وبکل الثمن فی الثانی لحدوثه بعد القبض۔

(۵۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس درختون پر پھل آگیا اور مشتری نے اوسکو کاٹ لیا تو شفیع اوسکو نہ لے سکیگا اور اگر مع پھل کے خریدا اور آفت سماوی سے ہلاک ہوگیا تو پہلی صورت مین بقدر اوس کے ثمن مین کمی کردیجائیگی اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیے کہ قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦

(۵۵) قضی بالشفعة للشفیع لیس له ترکها شرح وهبانیة لتحول الصفقة الیه بخلاف ما قبل

(۵۵) جب قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اب وہ شفعہ کو ترک نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ اب وہ عقد شفیع کیطرف منتقل ہوگیا بخلاف اوس صورت کے کہ قاضی نے

القضاء۔

ہنوز حکم نہ دیا ہو۔

(٥٦) الطلب في بيع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا وفي هبة بعوض مشروط ولا شيوع فيهما وقت التقابض وفي بيع فضولي او بخيار بائع وقت البيع عند الثاني ووقت الاجارة عند الثالث وبخيار مشتر وقت البيع اتفاقا مجتبى۔

(٥٦) بیع فاسد کی صورت مین طلب شفعہ بالاتفاق اوس وقت کرنا چاہیے جب بائع کا حق اوس سے منقطع ہو جائے اور جس ہبہ کے اندر عوض شرط کیا گیا ہو اور عوضین ایک مشترک اور غیر معین چیز نہین تو تقابض کے بعد طلب شفعہ کرنا چاہیے اور بیع فضولی یا اوس بیع مین جسکے اندر بائع کو اختیار شرط کیا گیا ہو ابو یوسف رح کے نزدیک بیع کی وقت اور امام محمد رح کے نزدیک اجازت کی وقت طلب کرنا چاہیے اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو تو بالاتفاق بیع کے وقت طلب کرنا چاہیے

(٥٧) من لم ير الشفعة بالجوار كالشافعي مثلا طلبها عند حاكم يراها يقول له هل تعتقد وجوبها ان قال نعم اعتقد ذلك حكم له بها والا يقله لا يحكم منية وبزازية

(٥٧) اگر ایک شافعی المذہب نے جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہے ایسے قاضی کے روبرو شفعہ کا دعوی کیا جو اوسکا قائل ہو تو قاضی کو اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو شفعہ بالجوار کو مانتا ہی اگر اوسنے کہدیا ہان مانتا ہون تب تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائے ورنہ حکم نہ دیا جائے۔

فروع

(٥٨) اخر الشفيع ايجاب الطلب لكون القاضي لا يراها فهو معذور وكذا لو طلب من القاضي احضاره فامتنع بخلاف سبت اليهودي كما يأتي۔

(٥٨) اگر شفیع نے طلب تملیک مین اسوجہ سے تاخیر کی کہ اوسکے شہر کا قاضی شفعہ بالجوار کا قائل نہین تھا تو شفیع معذور سمجھا جائیگا اسیطرح اگر شفیع نے قاضی سے مدعی علیہ کے حاضر کرانے کی درخواست کی اور قاضی نے اوسکو حاضر نہ کرایا تو شفیع معذور ہوگا اور اگر کسی یہودی نے ہفتہ کے روز بیع کی خبر سنکر طلب شفعہ مین تاخیر کی تو وہ معذور نہوگا

(٥٩) شرى ارضا بمائة فرفع ترابها وباعه بمائة ثم اخذها الشفيع بالشفعة اخذها بخمسين لان ثمنها يقسم على قيمة الارض يوم الشراء قبل رفع التراب وعلى

(٥٩) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوس مین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو مٹی فروخت کر ڈالی بعدہ شفیع نے بذریعہ شفعہ کے اوسکو لے لیا تو شفیع کو پچاس روپیہ دینا پڑینگے اسواسطے کہ اوسکا ثمن زمین کی اوس قیمت پر جو خریدتے وقت بغیر مٹی کے کھودوائی تھی اور اوس مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور وہ دونون برابر

قیمۃ التراب الذی باعہ و ھما سواء و لو کبسھا کما کانت فالجواب لاتیفاوت و یقال للمشتری ارفع ماکبست فیھا فھو ملک حاوی الزاھدی۔

ہین اور اگر اوس مٹی کو ڈال کر زمین کو بدستور سابق ہموار کر دیا تو اوسکا حکم بھی یہی ہے اور مشتری سے کہا جائیگا تو نے جو اسکے اندر بھر دو ڈالا ہے اوس کو اوٹھا کر بیجا اس لیے کہ وہ تیرا مال ہے۔

* * * * *

(۶۰) وفیہ شری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن و یاخذھا بالشفعۃ لانہ ملکھا ببیع فاسد انتھی قلت وسیجیئ انہ لاشفعۃ فیما بیع فاسد او لو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا اسقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت۔

(۶۰) حاوی زاہدی مین بیان کیا ہو اگر ایک مکان باین قرار داد خریدا کہ اسکا ثمن اوسوقت ادا کرونگا جب کھیت کٹینگے تو شفیع فی الفور ثمن ادا کر کے شفعہ کے ذریعہ سے اوسکو نہین لے سکتا ہے اسلیے کہ مشتری بیع فاسد سے اوسکا مالک ہوا ہے مگر مین کہتا ہون عنقریب یہ مسئلہ آتا ہو کہ بیع فاسد کے اندر شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ مشتری کا قبضہ ہو گیا ہو اسلیے کہ فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے مگر عمارت وغیرہ بنانے سے اگر فسخ ساقط ہو جائے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۶۱) وفی المبسوط الھبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموھوب اذا قبض الکل فلو وھب دارا علی عوض الف درھم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فھو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ۔

(۶۱) ہبہ بشرط العوض مین موہوب لہ اوسوقت مالک ہوتا ہے جب عوض اور معوض دونون قبضہ مین آجائین لہذا اگر بعوض ہزار روپیہ کے ایک مکان ہبہ کیا اور صرف مکان یا صرف روپیہ پر کسی کا قبضہ ہوا تھا کہ شفیع نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس کا شفعہ باطل نہوگا اور جب دوسری عوض پر قبضہ ہو جائیگا تو شفیع شفعہ کے ذریعے مکان کو لے لیگا۔

* * * * *

باب ماتثبت ھی فیہ او لاتثبت

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزون مین نہین ثابت ہوتا

(۶۲) لاتثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض خرج الھبۃ ھو مال

۶۲ (۱) بالقصد صرف عقار کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ بعوض کسی قسم کے مال کے انسان کو عقار کی ملکیت حاصل ہو

خرج المهر وان لم يكن يقسم خلافا للشافعي كرحي اي بيت الرحي مع الرحي بهاية وحمام وبير ونهر وبيت صغير لا يمكن قسمته۔

اگرچہ وہ عقار ایسی چیز ہو جسکی تقسیم نہو سکے لہذا ہبہ کے طور پر یا مہر کے عوض میں گر بالکیت حاصل ہو تو شفعہ ثابت نہیں ہوتا اور امام شافعی رح کے نزدیک اوس عقار میں بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہی جسکی تقسیم نہیں ہو سکتی جسطرح پنچکی حمام کنواں نہر چھوٹا سا مکان۔

(٦٣) لا في عرض بالسكون ماليس بعقار فيكون ما بعده من عطف الخاص على العام وذلك خلافا لمالك (بناء ونخل) اذا بيعا قصدا ولو مع حق القرار خلافا لما نصه ابن الكمال لمخالفته المنقول كما افاده شيخنا الرملي۔

(٦٣) غیر منقولات میں اور کشتی میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا مگر کشتی میں امام مالک رح کا اختلاف ہے اور دیوار یا درخت مستقل طور پر فروخت ہو تو اوسمیں بھی شفعہ نہیں ثابت ہوتا اگرچہ مع حق قرار کے انکی بیع کیجائے مگر ابن کمال نے اسکے خلاف سمجھا ہی اسلیے کہ حق قرار کے ساتھ فروخت ہونے سے وہ منقول کے منافی ہو جائیگی چنانچہ شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(٦٤) (ولا في ارث وصدقة وهبة لا بعوض مشروط ودار قسمت او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد ومهر وان قوبل ببعضها اي الدار مال لان معنى البيع تابع فيه واوجباها في حصة المال۔

(٦٤) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا اوس ہبہ کے جسمیں عوض کی شرط نہو کوئی مکان ملے یا ایک مکان کو شریک آپس میں تقسیم کریں یا بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کوئی مکان کرایہ پر لیا جائے یا بعوض ایک مکان کے بیوی اپنے خاوند سے خلع کرائے یا بعوض ایک مکان کے غلام کو آزاد کیا جائے یا قاتل مقتول کے وارثوں کو ایک مکان دیکر صلح کرے یا ایک مکان مہر قرار دیا جائے تو ان مکانات میں شفعہ نہیں ثابت ہوتا اگرچہ مکان کے ایک حصہ کے عوض میں کچھ مال دیا جائے

(٦٥) (ودار بيعت بخيار البائع ولم يسقط خياره فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخيار في الصحيح وقيل عند البيع وصحح۔

(٦٥) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمیں بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور ساقط ہونے کے بعد ثابت ہو جائیگا بشرطیکہ اختیار کے ساقط ہوتے ہی طلب شفعہ پائی جائے قول صحیح یہی ہے اور بعض کے نزدیک قول صحیح یہ ہے

(٦٦) او بيعت الدار بيعا فاسدا ولم يسقط فسخه فان سقط حق فسخه كان بني المشتري

(٦٦) اسیطرح اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جب تک فسخ کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط

فیہا تثبت الشفعة کما مر او ردہ بخیار رویة او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما زعمه المصنف تبعا للدرر بعد ما سلمت ای اذا بیع وسلمت الشفعة ثم رد المبیع بخیار رویة او شرط کیف ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعة لانه فسخ لا بیع۔

دیا مثلا مشتری نے اوسمین کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسیطرح اگر خیار رویت یا شرط کیوجہ سے یا بحکم قاضی عیب کیوجہ ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے پہلے شفیع شفعہ کو ترک کر چکا تھا تو شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ وہ بیع نہین ہے بلکہ پہلی بیع کا فسخ ہے۔ درر کے موافق مصنف کا گمان یہ ہے کہ خیار رویت اور شرط مین بھی واپس کرنے کے لیے قاضی کا حکم چاہیے۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

(۶۷) بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالة فان له الشفعة لان الرد بعیب بلا قضاء والاقالة بمنزلة بیع مبتدأ۔

(۶۷) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی عیب کی وجہ سے مکان کو واپس کر دیا یا باہمی رضامندی بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کر لیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ بغیر حکم قاضی عیب کیوجہ سے واپس کرنے اور اقالہ کرنے کا بیع جدید کا حکم ہے۔

(۶۸) وتثبت الشفعة للعبد الماذون المستغرق بالدین احاطة الدین برقبته وکسبه لیس بشرط ابن کمال فی مبیع سیده۔

وتثبت لسیده فی مبیعه بناء علی ان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء وشراء احدهما من الآخر یجوز۔

(۶۸) اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اُسکا ایک غلام ہے جسکو اسنے تجارت کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ غلام لوگون کے قرض مین مستغرق ہے تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور قرضہ دین کا ہونا شرط نہین ہے کہ اوسکی ذات اور مال کو محیط ہو اسیطرح اگر ایسا غلام کوئی مکان فروخت کرے تو مالک کو بھی شفعہ ہو جاتا ہے اسلیے کہ بذریعہ شفعہ کے مکان کا لینا خریدنے کے حکم مین ہے اور ایسے غلام اور مالک کے مابین خرید فروخت ہو سکتی ہے۔

✢ ✢ ✢ ✢

(۶۹) وتثبت لمن شری اصالة او وکالة او اشتری له بالوکالة وفائدته انه لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلهما الشفعة ولو هو شریکا وللدار جار فلا شفعة

(۶۹) اگر ایک شخص اصالتاً یا وکالتاً ایک مکان خریدے یا دوسرے کو وکیل کر کے خریدے تو اُسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور اُسکا نتیجہ یہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اوس مکان کے اندر شریک ہو اور اوس مکان مین ایک شریک اور ہو تو اُن دونون کا شفعہ ثابت رہیگا اور اگر شریک فقط یہی ہے مگر ایک شخص اوسکا

للجار مع وجوده۔

۷۰، لاشفعة لمن باع اصالة او وكالة او بيع له اى وكل بالبيع او ضمن الدرك والاصل ان الشفعة تبطل باظهار الرغبة عنها لا فيها

باب مايبطلها

۷۱، يبطلها ترك طلب المواثبة تركه بان لايطلب فى مجلس اخبر فيه بالبيع ابن كمال وتقدم ترجيحه او ترك طلب الاشهاد عند عقار اوذى يد لا الاشهاد عند طلب المواثبة لانه غير لازم مع القدرة كما مر

۷۲، ويبطلها تسليمها بعد البيع علم بالسقوط او لا فقط لا قبله كما مر ولو تسليمها من اب او وصى خلافا لمحمد فيما بيع بقيمته او اقل ملتقى۔

۷۳، الوكيل يطلبها اذا اسلم الشفعة واقر على الموكل بتسليمه الشفعة صح لو كان التسليم او الاقرار عند القاضى والا لم يصح لكنه يخرج من الخصومة

۷۴، وسكوت من يملك التسليم تسليم۔

۷۵، ويبطلها صلحه منها على عوض

ہی جی ہو تو شریک کے ہوتے ہوے جار کو شفعہ نہوگا۔

۷۰، اگر اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان کو فروخت کیا یا کسی دوسرے نے اوسکی طرف سے فروخت کیا یا یہ شخص بائع کا ضامن ہو گیا کہ اس مکان میں کسی کا حق برآمد ہو تو میں ذمہ دار ہوں ان سب صورتوں میں اس شخص کو شفعہ کا استحقاق نہ ہوگا اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جس چیز سے شفیع کا شفعہ سے اعراض ظاہر ہو

اون امور کا بیان جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

۷۱، قول مرجح یہ ہو کہ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوس جلسہ میں اوس نے طلب مواثبت نہیں کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر مکان یا بائع یا مشتری کے پاس جاکر طلب مواثبت کے بعد باوجود امکان کے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مگر طلب مواثبت کے وقت گواہ نکرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ گواہ کرنا ضروری نہیں ہو۔

۷۲، اگر بیع کے بعد شفعہ کو ترک کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ شفیع کو اختیار کے ساقط ہونے کا علم ہو یا نہو اور بیع سے قبل ترک کر دینے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور اگر باپ یا وصی نے شفعہ کو ترک کر دیا تو بھی نابالغ کا شفعہ باطل ہو جائیگا اور جس صورت میں

۷۳، اگر ایک شخص کو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کر دیا یا اسبات کا اقرار کیا کہ میرے موکل نے شفعہ کو ترک کر دیا ہو تو شفعہ باطل ہو جائیگا بشرطیکہ قاضی کے روبرو وکیل ترک یا اقرار کرے ورنہ باطل نہو گا البتہ اوسکے اوپر دعوی نہوسکیگا

۷۴، جو شخص شفعہ کو زبان سے ترک کر سکتا ہو اوسکا سکوت کرنا بھی زبان سے ترک کرنے کے حکم میں ہو۔

۷۵، اگر شفیع مدعی علیہ سے بجز اس مکان کے کچھ مال

ای غیر المشفوع لما یاتی وعلیہ رده لانہ رشوة ویبطلها بیع شفعتہ بمال ولا یلزم المال وکذا الکفالۃ بالنفس بخلاف القود۔

لیکن صلح کرلی تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا اسلیے کہ وہ رشوت ہے اسیطرح اگر کوئی شخص شفعہ کو بعوض کچھ مال کے فروخت کرڈالے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مال لازم نہیں ہوتا اور کفالت کا بھی یہی حکم ہے بخلاف قصاص کے۔

(۷۶) ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعتہ۔

(۷۶) اگر شفیع نے مشتری سے نصف ثمن دیکر نصف مکان کے لینے پر صلح کرلی تو صحیح ہوگی اور اگر اوس مکان میں سے ایک کمرہ کے لینے اور اوسکی قدر ثمن ادا کرنے پر صلح کی تو صحیح نہوگی اسلیے کہ لیتے وقت ثمن مجہول ہے مگر اوس کا شفعہ نہ ساقط ہوگا۔

(۷۷) ویبطلها موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا تبطل۔

(۷۷) اگر شفیع مکان کو لینے سے پہلے مرگیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو شفعہ کا حق نہ رہیگا خواہ طلب شفعہ کے بعد مرا ہو یا اوس سے پہلے مگر شافعی رح کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اور اگر قاضی نے اوسکی زندگی مین شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(۷۸) لا یبطلها موت المشتری لبقاء المستحق۔

(۷۸) اگر مشتری مرجائے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۷۹) ویبطلها بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم ببیعها ام لا وکذا لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرة او وقفا مسجلا در ر۔

(۷۹) جس مکان کے ذریعہ سے شفیع کو شفعہ کا استحقاق تھا اگر وہ مکان شفیع نے فروخت کرڈالا اور ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہیں دیا تھا تو بہر حال اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کی بیع کا اوسوقت تک علم ہوا یا نہو اسیطرح اگر شفیع اپنے مکان کو مسجد یا مقبرہ یا

(۸۰) ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب۔

(۸۰) اگر شفیع نے اپنا مکان فروخت کیا اور اپنے لیے اختیار اُسکے اندر شرط کرلیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ ہنوز وہ مکان اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے

(۸۱) ویبطلها شراء الشفیع من المشتری فلمن دونہ او مثلہ اخذها منہ بالشفعۃ بالعقد الاول او الثانی بخلاف ما لو اشتراها ابتداء

(۸۱) اگر شفیع نے مشتری سے مکان مشفوعہ کو خریدا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اس شفیع کے برابر درجہ کا یا ادنیٰ درجہ کا شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے خواہ بیع اول کے اعتبار سے لیوے خواہ بیع دوم کے اعتبار سے خلاف اوس صورت کے کہ شفیع اول ہی مرتبہ اوس مکان کو خریدے

حيث لا شفعة لمن دونه۔ زیلعی

(۸۲) وكذا يبطلها ان استاجرها او ساومها بيعا او اجارة ملتقى او طلب منه ان يوليه عقد الشراء او ضمن الدرك مستدركه بامر انها تبطل في الكل لدليل الاعراض زيلعي۔

بائع سے خریدے کہ اسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور اوس سے ادنیٰ درجہ کو ثابت نہین

(۸۲) اگر شفیع نے مشتری سے مکان کو کرایہ پر لیا یا اوس سے مکان کی قیمت یا کرایہ ٹھیرایا یا مشتری سے اسبات کی درخواست کی کہ جتنے کو تو نے خرید اہی اوسی قیمت کو میرے ہاتھ فروخت کر دے یا فروخت ہوتے وقت مشتری کے لیے ضامن ہوگیا کہ اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون تو ان سب صورتون مین اعراض کی دلیل پائے جانے سے شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۳) قيل للشفيع انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت باقل او ببر او شعير او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فله الشفعة ولو بان انها بيعت بدنانير او بعروض قيمتها الف فلا شفعة والفرق بينهما ان هذا قيمي وذاك مثلي فربما يسهل عليه وان كثر۔

(۸۳) شفیع کو اولاً معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا بعوض گیہون یا جو یا ایسی چیز کے جو شمار کے حساب سے فروخت ہوتی ہی وہ مکان فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہی تو پھر اسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر دوسری مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ بعوض اشرفیون یا بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ایکہزار ہی تو شفعہ ثابت نہوگا اور فرق یہ ہی کہ یہ ذوات القیم مین سے ہین اور وہ ذوات الامثال مین سے اور بسا اوقات مثل کا دینا آسان ہوتا ہی اگرچہ

(۸۴) ولو علم ان المشتري زيد فسلم ثم بان انه بكر فله الشفعة ولو علم ان المشتري هو مع غيره كان له اخذ نصيب غيره لعدم التسليم في حقه۔

(۸۴) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خرید اہی اور یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ بکر نے خریدا ہی تو اوسکو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر دوسری دفعہ یہ معلوم ہو کہ زید نے اور بکر نے ملکر خرید ا ہی تو بکر کے حصہ کو لیسکتا ہی زید کے حصہ کو نہین لے سکتا اسلیے کہ بکر کے حصہ مین اوسنے

(۸۵) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة في الكل۔

(۸۵) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوا ہی اور یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کل فروخت ہوا ہی تو وہ کل مکان مین شفعہ کر سکتا ہی۔

(۸۶) وفي عكسه بان اخبر بشراء الكل فسلم ثم ظهر شراء النصف لا شفعة له على الظاهر لان التسليم

(۸۶) شفیع کو اولاً معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہو گیا بعد ازان معلوم ہوا اوسکا نصف فروخت ہوا ہی تو ظاہر مذہب کے موافق اوسکو اب شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ جب کل مکان مین شفعہ کو ترک کر دیا تو

مو دونا ہی ہو

یہ شفعہ کی بعض صورتون کی بحث ہے۔

فی الکل لتسلیم فی کل ابعاضه بخلاف عکسه۔

اوس کے کل اجزا مین بھی ترک کر دیا بخلاف پہلی صورت کے۔

(۸۷) ثم شرع فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعة لعدم الاتصال والقول بان نصب ذراعا سهو سهو۔

(۸۷) بعض حیلے ایسے ہین جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی یا خود شفیع دعوی نہین کرتا۔ از انجملہ ایک حیلہ یہ ہی کہ بائع نے کل زمین کو فروخت کرے مگر ایک ذراع شفیع کے قریب سے بیچ کے اندر مستثنی کردے کہ اب وہ شفیع باقی زمین مین شفعہ کا دعوی نہین کر سکتا اسلیئے کہ باقی زمین کو اوسکی زمین سے اتصال نہین پایا جاتا۔

(۸۸) وکذا لا شفعه لو وهب هذا القدر للمشتری وقبضه۔

(۸۸) اگر ایک مکان مین سے صرف ایک ذراع ہبہ کے طور پر مشتری کو دیدیا اور مشتری کا اوسپر قبضہ کرا دیا اور باقی مکان کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو شفیع کچھ نہین کر سکتا ہی۔

(۸۹) وان ابتاع سهما منه بثمن ثم ابتاع بقیتها فالشفعة للجار فی السهم الاول فقط والباقی للمشتری لانه شریك۔

(۸۹) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری مکان کے ایک حصہ کو یا بالفرض ایک گز زمین کو جو شفیع کی زمین سے متصل ہی پورے مکان کے ثمن مین سے ایک حصہ کم کرکے خریدے بعد ازان باقی مکان کو ایک روپیہ سے خریدے کہ یہان صرف پہلے حصہ مین شفیع دعوی کر سکتا ہی مگر گرانی کی وجہ سے وہ اوسکو نہ لیگا اور باقی مکا مین دعوی نہین کر سکتا اسلیئے کہ مشتری اوس مکان کا شریک اور یہ شفیع اوسکا جار ہی اور شریک کو جار پر تقدم ہی اور اس صورت مین یہ شفیع اسبات کا حلف نہین لے سکتا کہ یہ کارروائی مین نے تیرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے نہین کی البتہ اسبات کا حلف لیسکتا ہے کہ یہ بیع جو میرے اور مشتری کے مابین ہوئی ہی غرضی طور پر نہین تھی۔

وحیلة کله ان یشتری الذراع او السهم بکل الثمن الا درهما ثم الباقی بالباقی ولیس له تحلیفه بالله ما اردت به ابطال شفعتی وله تحلیفه بالله ان البیع الاول ما کان تلجئة مؤید ن اده معزیا للوجیز۔

(۹۰) وان ابتاعه بثمن کثیر ثم دفعه ثوبا عنه فالشفعة بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیه وهذه حیلة تعم الشریك والجار لکنها تضر بالبائع اذ یلزمه کل الثمن اذا یستحق المنزل فالاولی بیع دراهم الثمن بدینار

(۹۰) ایک حیلہ ایسا ہی کہ اوسمین نہ شریک کا شفعہ چلسکتا ہی نہ جار کا چل سکتا ہی وہ یہ ہی کہ بائع اوس مکان کو مشتری کے ہاتھ بہت زیادہ ثمن سے فروخت کرے اور یہ مشتری بعوض اوس ثمن کے بائع کو ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو کہ اس صورت مین اگر شفیع مکان کو لینا چاہیگا تو اوس کپڑے کی قیمت دیکر نہین لے سکتا بلکہ اوسکو وہی ثمن دینا پڑیگا جو بیع کے وقت قرار پایا ہی مگر اسمین بائع کا ضرر ہو اسلیئے کہ اگر بالفرض

ليبطل الصرف اذا استحق رحيلة
اخرى احسن واسهل وهى المتعارفة
فى الامصار ذكرها بقوله ـ
وكذا الواشترى بدراهم
معلومة بوزن او اشارة مع قبضة
فلوس اشير اليها وجهل قدرها
وضيع الفلوس بعد القبض فى المجلس
لان جهالة الثمن تمنع الشفعة
در قلت ونحوه فى المضمرات
وينبغى ان الشفيع لوقال
انا اعلم قيمة الفلوس وهى كذا
ان ياخذها بالدراهم وقيمتها
كما لواشترى دارا بعرض اوعقار
للشفيع اخذها بقيمته كما مر
قاله ـ
المصنف ثم نقل عن مقطعات
الظهيرية ما يوافقه قلت ووافقه
فى تنوير البصائر واقره شيخنا لكن
تعقبه ابنه فى زواهر الجواهر
بانه مخالف للاول ولما فى المتون
والشروح مقدم على الفتاوى كما
مر مرارا انتهى ـ
(٩١) وقد منا انه لاشفعة فيما بيع
فاسد اولو بعد القبض لاحتمال
الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوه

مکان کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کو وہی ثمن واپس کرنا پڑیگا جو طے
ہوا اور اگر یہ کیا جائے کہ اوسکا ثمن روپیہ قرار دیکر اشرفیاں اوسکے بدلہ
دے لی جائین کہ حق برآمد ہونے سے یہ اشرفیین کہ روپیہ کے ساتھ بیع باطل
ہوجائیگی اور اشرفیاں واپس کرنا پڑینگی ـ اور ایک حیلہ مشہور و متعارف
یہ ہے کہ مثلاً ایک مکان کچھ روپیون کے ساتھ فروخت کیا جائے جنکی تعداد معلوم بلحاظ
وزن یا اشارہ سے انکو متعین کردیا جائے اور روپیہ کے ساتھ ایک مٹھی پیسے بھی
دیدیے جائین جنکی تعداد بھی مجہول ہو مگر صرف اشارہ سے انکو متعین کردیا
جائے اور اوسی جلسہ مین قبضہ کرلینے کے بعد وہ پیسے کہین صرف کردیے جائین
تو اب شفیع اوس مکان کو نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ اسوقت اوسکے ثمن کا
تعین نہین ہوسکتا مگر اس صورت مین اگر شفیع بیان کرے کہ پیسونکی قیمت
مجھکو معلوم ہے اور وہ قیمت یہ ہے تو مناسب ہے کہ وہ مکان شفیع کو روپیہ کے
بدلہ روپیہ اور پیسون کے بدلہ اونکی قیمت لیکر دلادیا جائے جسطرح کوئی
مکان بعوض مکان یا بعوض غلام وغیرہ کی فروخت ہو تو شفیع کو اونکے
بدلہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے مصنف کا قول یہی ہے پھر مقطعات ظہیریہ سے
بھی اسی کے مطابق نقل کیا ہے ـ مین کہتا ہون تنویر الابصار مین بھی
اوسکی موافقت کی ہے اور ہمارے اوستاد نے بھی اوسکو تسلیم کیا ہے
مگر اونکے فرزند نے زواہر الجواہر مین اونکا تعاقب کیا ہے کہ یہ قول
پہلے قول کے مخالف ہے اور متون اور شروح کے اندر جو مسائل
مذکور ہین فتاوے پر اون کو تقدم ہے چنانچہ
کئی مرتبہ ہم اسبات کو پہلے بھی بیان کرچکے
ہین ـ

\+ \+ \+ \+ \+

(٩١) بیع فاسد کے اندر شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مشتری کا
قبضہ ہوگیا ہو اسلیے کہ اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے البتہ
جسوقت کہ یہ احتمال جاتا رہے مثلاً مشتری زمین کے اندر عمارت

وجبت والله اعلم۔

دیغیرہ بنالے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا واللہ اعلم۔

(۹۲) تكره الحيلة لاسقاط الشفعة بعد ثبوتها وفاقا كقوله للشفيع اشتره منى ذكره البزازى۔

(۹۲) کسی کا شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد اوسکے ساقط کرنے کیواسطے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے مثلا شفیع سے کہنا کہ تو مجھسے مکان خریدلے اگر وہ دہوکہ مین آگیا اور اوسنے کہا اچھا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۹۳) واما الحيلة لدفع ثبوتها ابتداء فعند ابي يوسف لاتكره وعند محمد تكره ويفتى بقول ابي يوسف فى الشفعة قيده فى السراجية بما اذا كان الجار غير محتاج اليه واستحسنه محشى الاشباه وبضده وهو الكراهة فى الزكوة والحج وآية السجدة جوهرة ولاحيلة موجودة فى كلامهم لاسقاط الحيلة بزازية قال وطلبناها كثيرا فلم نجدها۔

(۹۳) ثبوت شفعہ سے پہلے اگر حیلہ کیا جائے جس سے شفعہ نہ ثابت ہونے پائے تو ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے مگر محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہے اور سراجیہ کے اندر حیلہ کرنے کو اوس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے جسمین جار کو اوسکی ضرورت نہو اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اور زکوۃ وحج وآیت سجدہ کے اندر حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ فقہار کے کلام مین اسقاط حیلہ کے لیے بھی کوئی حیلہ کرنا مذکور نہین ہے بزازیہ والے نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اس کی بہت تلاش کی مگر ہم کو نہین ملا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۹۴) اذا اشترى جماعة عقارا والبائع واحد تيعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم فللشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم ويترك الباقى وبعكسه وهو ما اذا تعدد البائع واتحد المشترى لا يتعدد الاخذ بها بل ياخذ الكل او يترك لان فيه تفريق الصفقة على المشترى بخلاف الاول لقيام الشفيع مقام احدهم فلم تتفرق الصفقة بلا فرق بين كونه قبل القبض او بعده سمى لكل بعض ثمنا

(۹۴) اگر چند لوگون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ صرف ایک خریدار کے حصہ کو شفعہ کے ذریعہ سے لیلے اور باقی کے حصہ کو ترک کردے اور اگر چند لوگون سے ایک مکان مشترک ایک شخص نے خریدا تو شفیع کو اختیار نہو گا کہ صرف ایک بایع کے حصہ کو لیلے اور باقی کو ترک کردے بلکہ یا تو اوسکو کل مکان لینا پڑے گا یا بالکل ترک کرنا پڑے گا اسلیے کہ اس صورت مین ایک بیع کا مشتری کو اوپر تفرقہ لازم آیگا بخلاف پہلی صورت کے کہ اوسکے اندر شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور عقد کی تفریق نہ لازم آیگی اور اس حکم مین اسبات کی کچھ تخصیص نہین ہے کہ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ ہر حصہ مکان یا ہر ایک مشتری کا جدا جدا ثمن قرار پایا ہو یا اسکی کچھ تفصیل نہو اسلیے کہ بیان اتحاد بیع کا اعتبار ہے

او سمی لکل جملة لان العبرة ھنا لاتحاد الصفقة لا لاتحاد الثمن۔

اتحاد ثمن کا اعتبار نہین ہے۔

* * * * * *

(۹۵) واعلم انه لو طلب الحصة فهو علی شفعته۔

(۹۵) معلوم کرو کہ صورت مذکورہ مین اگر شفیع نے صرف ایک حصہ مین شفعہ طلب کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(۹۶) ولو اشتری دارین او قریتین بمصرین بصفقة اخذها شفیعهما معا او ترکهما لا احدهما ولو احداهما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع ویاتی۔

(۹۶) اگر دو مکان یا دو گانون جو دو شہرونکے اندر واقع ہین ایک بیع سے فروخت ہوے اور ایک شخص کا ان دونون مین شفعہ ہو تو اس شفیع کو ختیار ہوگا کہ ان دونون کو ہٹا لیلے یا دونون کو ترک کر دے صرف ایک کو نہین لے سکتا ہو اگرچہ ایک مشرق مین اور دوسرا مغرب مین ہو۔

(۹۷) والمعتبر فی هذا ای العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد به دون المالک فلو وکل واحد جماعة فللشفیع اخذ نصیب بعضهم

(۹۷) وحدت اور تعدد کے اندر صرف عقد کرنے والے کا اعتبار ہو اسلیے کہ عقد کے احکام اوسیکے ساتھ متعلق ہوتے ہین اصل مالک کا اسمین کچھ اعتبار نہین ہو لھذا اگر ایک شخص نے چند لوگون کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ صرف ایک وکیل کے حصہ کے قدر

لینے کا اختیار ہوگا اور باقی کو ترک کر دے

(۹۸) اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل له بالقسمة وان وقع فی غیر جانبه علی الاصح ولیس له ای للشفیع نقضها مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانها من تمام القبض حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع النقض کما ذکره بقوله بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبه من دار مشترکة وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضه کنقض بیعه وهبته کما لو

(۹۸) اگر ایک شخص نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خرید کر بعد ازان بائع سے اوس نے مکان کو تقسیم کر لیا تو جس طرف کا حصہ مشتری کے حصہ مین آیگا شفیع کو وہی حصہ لینا پڑے گا خواہ وہ حصہ شفیع کے مکان سے متصل نہو قول صحیح یہی ہے اور نیز قول صحیح کے موافق شفیع کو اوس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوگا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے ہو اسلیے کہ تقسیم قبضہ کرنے کا تتمہ ہے بخلاف اوس صورت کے کہ زید و عمر ایک مکان مین شریک ہین اور عمر اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے بعد ازان مشتری زید سے مکان کو تقسیم کر لے تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا استحقاق ہوگا جسطرح مشتری کی بیع اور ہبہ وغیرہ کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار رہتا ہے علے ہذا القیاس اگر دو شخص ایک مکان کو خریدین جسمین یہ دونون شفیع ہون بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہو جائے اور اس عرصہ مین یہ دونون مشتری مکان کو باہم تقسیم کر چکے ہون

اشترى اثنان دارا وهما شفيعان ثم جاء شفيع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غيره فله اى للشفيع ان ينقض القسمة ضرورة صيرورة النصف ثلثا شرح وهبانيه۔

(۹۹) اختلف الجار والمشترى فى ملكية الدار التى يسكن فيها الشفيع الذى هو الجار فالقول للمشترى لانه ينكر استحقاق الشفعة وللجار تحليفه اى تحليف المشترى على العلم عند ابى يوسف وبه يفتى كما لو انكر المشترى طلب المواثبة فانه يحلف على العلم وان انكر المشترى طلب الاشهاد عند لقائه حلف المشترى على البتات لانه محيط به علما دون الاول حاوى الزاهدى ولو برهنا فبينة الشفيع احق وقال ابو يوسف بينة المشترى فروع۔

(۱۰۰) باع ما فى اجارة الغير وهو شفيعها فان اجاز البيع اخذها بالشفعة والا بطلت الاجارة وان ردها۔

(۱۰۱) شرى لطفله والاب شفيع له الشفعة والوصى كالاب۔

قلت ولكن فى شرح المجمع ما يخالف فتنبه۔

خواہ باہمی رضامندی سے تقسیم کرین یا بحکم قاضی تو اس تیسرے کو اونکی تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ اب وہ مکان اون دونون کو نصف نصف نہ ملیگا بلکہ ثلث ثلث ملیگا۔

+ + + + + +

(۹۹) اگر شفیع بالجوار اور مشتری کے مابین اسبات مین اختلاف ہوا کہ جس مکان کے ذریعے سے شفیع دعوی کرتا ہی وہ اُسکی ملک ہی یا نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ استحقاق شفعہ سے منکر ہی اور شفیع کو ابو یوسف رح کے نزدیک یہ اختیار ہوگا کہ مشتری سے باین طور حلف لے کہ خدا کی قسم مجھی نہین معلوم کہ وہ مکان شفیع کا ہی اور اسی پر فتوی ہے جسطرح مشتری طلب مواثبت کرنے سے منکر ہو تو شفیع مشتری سے اوسکے علم کے موافق حلف لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ شفیع نے مجھسے ملاقات کے وقت طلب اشہاد نہین کی تو مشتری سے قطعی طور پر حلف لیا جائیگا اسلیے کہ اوسمین شک کا احتمال نہین ہی بخلاف صورت اول کے اور اگر دونون نے گواہ پیش کردئے تو شفیع کے گواہون کو تقدم ہوگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کے گواہ مقدم ہون گے۔

+ + + + + +

(۱۰۰) ایک مکان کسی کے پاس کرایہ پر ہی اور اوس کرایہ دار کا اوسمین شفعہ بھی ہی اب مالک مکان نے مکان کو فروخت کیا اور شفیع کی اجارہ پہ اوسکو موقوف کیا شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو اُسکا شفعہ باطل

(۱۰۱) ایک شفیع نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور اوس مکان میں شفعہ بھی تھا تو شفعہ نہ باطل ہوگا اور وصی کو بھی باپکا حکم ہی مین کہتا ہون مگر شرح مجمع مین اسکے خلاف بیان کیا ہی۔

مد ۳۳ کلام اگر رد شفیع تعلق با اجازت نہیں دی تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

١٠٢، لو كانت دار الشفيع ملاصقة لبعض المبيع كان له الشفعة فيما لازقه فقط ولو فيه تفريق الصفقة

١٠٢، اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین متعدد کمرے ہین اور ایک شخص کا مکان صرف ایک کمرہ سے ملا ہوا ہو تو اس مالک کو صرف اوس کمرہ مین شفعہ ہوگا اگرچہ اوسمین عقد واحد کی تفریق لازم آئیگی

١٠٣، الابراء العام من الشفيع يبطلها قضاء مطلقا لا ديانة ان لم يعلم بها۔

١٠٣، اگر شفیع نے بائع سے کہدیا کہ تیرے اوپر جو کچھ میرا حق ہو مین تجکو اوس سے بری کرتا ہون اور اسکو یہ معلوم نہو کہ اسکے اوپر میرا شفعہ ہو تو عند القاضی

[illegible]

١٠٤، اذا صبغ المشتری البناء فجاء الشفيع خير ان شاء اعطاه ما زاد الصبغ او ترکه۔

١٠٤، اگر مشتری نے اوس مکان پر قلعی وغیرہ کرادی بعد از ان شفیع نے حاضر ہو کر دعوی کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے ساتھ قلعی وغیرہ کی لاگت بھی دیکر مکان کو لیلے۔ یا بالکل چھوڑ دے۔

١٠٥، اخر الحاضر طلبه ليكون القاضی لا يراها فهو معذور۔ ومبدیہ

١٠٥، اگر شفیع کے شہر مین ایسا قاضی کوئی نہین تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو اسواسطے اوسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو اسکا شفعہ باطل نہوگا

١٠٦، يهودی سمع بالبيع يوم السبت فلم يطلب لم يكن عذرا قلت يؤخذ منه ان اليهودی اذا طلب خصمه من القاضی احضاره يوم سبته فانه يكلفه الحضور ولا يكون سبته عذرا وهی واقعة الفتوی اله المصنف قلت وهی فی واقعات نسا ہی۔ ص ۱۱۳ مجمع رمہ

١٠٦، اگر شفیع ایک یہودی شخص ہو اور ہفتہ کے روز اسکو بیع حال معلوم ہوا اسوجہ سے اوسنے طلب شفعہ نہین کی تو وہ معذور نہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مین کہتا ہون اس سے ایک یہ مسئلہ نکلتا ہو کہ اگر یہودی کے اوپر کوئی شخص دعوی کرے اور یہ مدعی قاضی سے ہفتہ کے روز اوسکے حاضر کروانے کی درخواست کرے تو ہفتہ کی وجہ سے وہ معذور نہوگا بلکہ اسکو حاضر ہونا پڑے گا واقعۃ الفتوی مین اسی کا بیان کیا ہے مین کہتا ہون واقعات حسامی مین ہے

١٠، ادعی الشفيع علی المشتری انه قال لابطالها يحلف فی الوهبانية خلافه قلت وسنذکره لان ابن المصنف فی حاشيته للاشباه ايده بما لا مزيد عليه فليحفظ۔

١٠٧، شفیع نے مشتری پر اسبات کا دعوی کیا کہ تو نے میرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے حیلہ کیا ہے تو شفیع اوس سے حلف لے سکتا ہے مگر وہبانیہ مین اوسکے خلاف مذکور ہو مین کہتا ہون اسکو عنقریب ہم بیان کرینگے اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے حاشیہ مین نہایت درجہ اسکی تائید کی ہے۔

١٠٨، تعليق ابطالها بالشرط جائز۔

١٠٨، ابطال شفعہ کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنا جائز ہے۔

١٠٩، لمدعی فی رقبة الدار وشفعته فيها يقول هذه الدار داری انا

١٠٩، اگر ایک شخص کسی مکان مین شفعہ کا بھی مدعی ہو اور خود اوس مکان کے مالکیت کا بھی مدعی ہو تو یہ بات ممکن ہو مگر اوسکو

ادعیہا فان وصلت الی ولا فانا علی شفعتی فیہا

(۱۱۰) استولی الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما والا کان ظالما۔

(۱۱۱) اشیاء علی عدد الرؤس العقل والشفعۃ واجرۃ القسام والطریق اذا اختلفوا فیہ الکل من الاشباہ۔

(۱۱۲) لا شفعۃ لمرتد عنایۃ۔

بایں طور دعوی کرنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہے اور میں اسکا مدعی ہوں اگر وہ مجھ کو مل گیا تو فبہا ورنہ میں اپنے شفعہ پر قائم ہوں۔

(۱۱۰) اگر بغیر حکم قاضی شفیع نے مکان پر قبضہ کر لیا تو دیکھا جائیگا کہ اُسنے کیونکر قبضہ کیا ہے اگر کسی عالم کے قول پر اعتماد کر کے ایسا کیا ہے تب تو کچھ ظلم نہوگا ورنہ وہ ظالم سمجھا جائیگا۔

(۱۱۱) چند چیزیں ایسی ہیں کہ جتنے لوگ اونکے شریک ہوتے ہیں اونپر وہ چیزیں برابر برابر تقسیم ہوتی ہیں اگرچہ اونکی شرکت مختلف طور پر ہو۔

(۱۱۲) مرتد کا شفعہ نہیں ثابت ہوتا۔

+ + + + + + + + + + +

(۱۱۳) صبی شفیع لا ولی لہ لا تبطل شفعتہ وان نصب القاضی فیما یطلبہا جاز جواہر۔

(۱۱۴) شری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت القبض مثمرۃ سقط بقدرہ والا لا لانہ لا حصۃ لہ من الثمن حینئذ مؤید زادہ معزیا لواقعات الحسامی۔

(۱۱۵) وفی الوہبانیۃ ویاخذ فیما اشتری لصغیرہ اب ووصی للبلوغ یؤخر ولیس لہ تفریق دارین بیعتا ولو غیر جار فالتفرق احذر وما ضر اسقاط التحیل مسقطا وتحلیفہ فی المنکر لا شک انکر

(۱۱۳) ایک نابالغ کا کسی مکان میں شفعہ ہے اور اسکا کوئی ولی نہیں ہے تو اوسکا شفعہ نہ باطل ہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرف سے کسی شخص کو طلب کے لیے مقرر کر دے جو اوسکا پیرو کار ہو تو بھی جائز ہے۔

(۱۱۴) ایک شخص نے باغ خریدا اور اوسکا شفیع غائب تھا اس عرصہ میں درختوں پر پھل تیار ہو گئے اور مشتری نے اونکو کھا لیا بعد اُسکے شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ کے ذریعے باغ کو لے لیا تو دیکھا جائیگا کہ مشتری کے قبضہ میں جسوقت وہ باغ آیا ہے اوسوقت اوسکے اوپر پھل تھا یا نہیں اگر اُسوقت پھل تھا تو بقدر اُسکے شفیع سے ثمن میں کمی ہو جائیگی ورنہ کمی نہوگی اسواسطے کہ ثمن کا کوئی حصہ ایسی صورت میں اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

(۱۱۵) وہبانیہ میں بیان کیا ہے اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کے لیے ایک مکان خریدا جسمیں اُسکا شفعہ ہے تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا مگر اوسکی بلوغ تک تاخیر کیجائیگی اور اگر ایک شخص نے دو مکان فروخت کیے جنمیں کسیکا شفعہ ہے تو اس شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ ایک مکان کو خریدے اور دوسرے کو چھوڑ دے اور اگر دوسرے مکان کا جار دوسرا ہے تب تو خواہ مخواہ تفریق کیجائیگی اور اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور حیلہ کرنیکی

شرح الوقاية فی الفقه لمولانا عبيد الله بن مسعود بن تاج الشريعة

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(۱) م هی تملك عقار على مشتريه جبرا بمثل ثمنه ش ای بمثل ثمن المشتری و هو الثمن الذی اشتری به۔

(۱) شفعہ کے معنے مین مالک ہونا عقار کا مشتری پر جبر کرکے اوس کی مثل ثمن ادا کرکے یعنے جس ثمن سے مشتری نے لیا ہے اوسیکے مثل ثمن دیکر جبرا اُس سے لے لینا۔

(۲) م وتجب بعد البيع ش المراد بالوجوب الثبوت۔

(۲) شفعہ۔ بیع کے بعد۔ ثابت ہوتا ہے۔

(۳) م وتستقر بالاشهاد ش اذ حق الشفعة قبل الاشهاد متزلزل لانه بحيث لو اخر فی الطلب تبطل فاذا اشهد استقرای لاتبطل بعد ذلك بالتاخير۔

(۳) گواہ کرنے سے شفعہ کا استحکام ہو جاتا ہے اسلیے کہ حق شفعہ بطلب اشہاد کے پہلے متزلزل تھا کیونکہ شفیع اگر اوسکی طلب مین تاخیر کرے تو باطل ہو جائیگا اور اگر طلب اشہاد کردے تو اُسکا استحکام ہو جائیگا اب اسکے بعد تاخیر کرنے سے اوسکا بطلان نہین ہو سکتا۔

(۴) م ويملك بالاخذ بالتراضی

(۴) شفیع زمین کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو رضی مشتری

وبقضاء القاضی بقدر رؤس الشفعاء لا الملك ش ای انما یملك العقار اذا اخذه الشفیع برضا وبرضی المشتری وقوله او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لا علی التراضی لان القاضی اذا حکم یثبت الملك للشفیع قبل اخذہ

ای مرضی سے وہ زمین اوسکو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے اور اوسکی تقسیم موافق تعداد شفعاء کے ہوتی ہے نہ بتعداد حصے کے یعنے شفیع اوس عقار کا مالک جبھی ہوتا ہے کہ باہمی بخاطر سے عقار کو مشتری سے لیلے اگر بغیر اوسکے رضامند کیے لیگا تو مالک ہو جائیگا اور بقضاء القاضی کا عطف لفظ اخذ پر ہے نہ التراضی پر اسلیے کہ جب اوسکے لیے قاضی کا حکم ہو جائیگا تو لینے سے قبل اوسکی ملکیت ثابت ہو جائیگی۔

(٥) م للخلیط فی نفس المبیع ثم له فی حق المبیع ش ای ثم للشریك فی حق المبیع۔

(٥) اولا شفعہ اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہو ازان بعد اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جسنے شریک سے اپنا حصہ جدا کر لیا ہو مگر حقوق مبیع میں اوسکی شرکت باقی ہے۔

(٦) م کالشرب والطریق الخاصتین ش کشرب نهر لا تجری فیه السفن وطریق لا ینفذ۔

(٦) طریق خاص اور شرب خاص میں شرکت ہونے سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمیں کشتی نہ چل سکتی ہو۔

(٧) م ثم للجار الملاصق بابه فی سکة اخری کواضع جذوع علی الحائط ش انما ذکر واضع الجذوع لیعلم انه جار ولیس بخلیط ولا یشترط للجار الملاصق وضع الجذوع حتی لو لم یکن له شیء علی الحائط یکون جارا ملاصقا۔

(٧) شریک فی حق المبیع کے بعد اوس جار کو حق شفعہ ہے جسکا مکان مکان مبیعہ سے ملا ہوا ہو لیکن اوسکے مکان کا دروازہ کسی دوسرے کوچے میں ہو مثلا ایک شخص اپنے مکان کی کڑیان مکان مبیعہ پر رکھے تو کڑیان رکھنے والا جار ہی شمار کیا جائیگا شریک نہ شمار کیا جائیگا اور جار ملاصق کے لیے کڑیوں کا رکھنا کچھ ضروری نہیں ہے کہ اگر مکان مبیعہ کی دیوار پر اس جار کا کچھ بھی حق نہ ہوگا تب بھی وہ جار ملاصق سمجھا جائیگا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(٨) وعند الشافعی رح لا یثبت الشفعة للجار بل للاولین۔

(٨) شافعی رح فرماتے ہیں کہ شفعہ خاص خلیط فی نفس المبیع وخلیط فی حق المبیع کے لیے ثابت ہوتا ہے نہ جار ملاصق کے لیے۔

(٩) م ویطلبها الشفیع فی مجلس علمه بالبیع بلفظ یفهم طلبها کطلبت الشفعة ونحوه ش مثل انا طالب

(٩) شفیع کو جب بیع کی اطلاع ہو تو مجلس علم میں وہ ایسے الفاظ سے شفعہ طلب کرے جیسے طلب شفعہ سمجھی جائے مثلا یوں کہے کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں نے شفعہ کی طلب کی ایسے کہ حق قائم میں

للشفعۃ اذا طلبھا واعتبار مجلس العلم اختیار الکرخی۔

(۱۰) وعند بعض المشائخ رحمہ اللہ لیس لہ خیار المجلس حتی ان سکت ادنی سکوت تبطل شفعتہ۔

(۱۰) بعض مشائخ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ شفیع کو خیار مجلس نہین ہے بلکہ اوسکو جسوقت شفعہ کی خبر ہو پہنچے فورًا اوسکی طلب کرے اگر تھوڑی سی دیر بھی سکوت کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

م و ھو طلب مواثبۃ ش انما سمی بھذا لیدل علی غایۃ التعجیل کان الشفیع یثب ویطلب الشفعۃ۔

اور اس طلب کا نام طلب مواثبت ہے اور طلب مواثبت کے نام رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس طلب مین بہت جلدی ہوتی ہے گویا کہ شفیع کودتا جاتا ہے اور شفعہ کو طلب کرتا جاتا ہے۔

(۱۱) م ثم یشھد عند العقار او علی من معہ من بائع او مشتر فیقول اشتری فلان ھذہ الدار وانا شفیعھا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبھا الآن فاشھدوا علیہ وھو طلب اشھاد ش۔

(۱۱) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کرنا چاہیے اور اوسکا یہ طریقہ ہے کہ شفیع عقار پر جاکر یا اوس شخص کے پاس کہ جسکے قبضہ مین وہ جایداد ہے خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یون کہے کہ اس مکان کو زید نے خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور بلاشبہ مین نے اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی مین اسکو طلب کرتا ہون تم اوسپر گواہ رہو۔

(۱۲) اعلم ان ھذا الطلب انما یجب عند التمکن من الاشھاد عند الدار او عند صاحب الید حتی لو تمکن ولم یشھد بطلت شفعتہ۔

(۱۲) معلوم کرو کہ یہ طلب ایک ضروری امر ہے جبکہ شفیع کو مکان یا قابض کے پاس جاکر گواہ کرنے کی قدرت ہو حتی کہ اگر باوجود قدرت کے طلب اشہاد نہ کی تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۳) وفی الذخیرۃ اذا کان الشفیع فی طریق مکۃ فطلب طلب المواثبۃ وعجز عن طلب الاشھاد عند الدار او عند صاحب الید یوکل وکیلا ان وجد وان لم یجد یرسل

(۱۳) ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر شفیع مکہ کے راستہ مین ہے اور اوسنے بیع کا حال معلوم کرکے طلب مواثبت کی درخواست کی اور مکان پر یا قابض کے پاس جاکر طلب اشہاد سے عاجز تھا سو جس موقع پائے تو ایک وکیل کرے اور اگر کوئی وکیل دستیاب نہو تو اوسکو قاصد یا خط کا بھیجنا چاہیے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے

رسولا او کتابا فان لم یجد فهو علی شفعته فاذا حضر طلب وان وجد ولم یفعل بطلت شفعته۔

تو وہ اپنے شفعہ پر قائم ہی اور جب حاضر ہو طلب کرے اور اگر باوجود ان قدرت کے ان امور پر کچہ کارروائی نکی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴)م ثم یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار اکذا وانا شفیعها بدارکذا فمره لیسلم الیّ وهو طلب تملیك وخصومة وبتاخیره لاتبطل الشفعة[۱۵] وقال محمد رح اذا اخره شهرا بطلت وبه یفتی واذا طلب سأل القاضی الخصم عنهاش ای عن مالکیة الشفیع الدار المشفوع بها۔

(۱۴) شفیع کو ان طلبون کے بعد تیسری طلب قاضی کے پاس یون کرنی چاہیے کہ زید نے فلان مکان خریدا ہی اور مین اپنے فلان مکان کیوجہ سے اوس مکان بیعہ کا شفیع ہون تم مشتری کو حکم دو کہ وہ مکان مجکو حوالہ کر دے اور اس طلب کا نام طلب تملیک اور طلب خصومت ہی اور ان دونون طلبون کے بعد اس طلب مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا امام[۱۵] محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر ایک مہینہ کی مدت تک طلب تملیک مین تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

(۱۶)م فان اقر بملك ما یشفع به او نکل عن الحلف علی العلم بانه مالك کذا او برهن الشفیع سأله عن الشراء فان اقر به او نکل من الحلف علی الحاصل او السبب ش۔

(۱۶) جسوقت شفیع نے قاضی کے پاس جا کر اپنے شفعہ کی درخواست کی تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ شفیع اوس مکان کا مالک ہی جسکی وجہ سے وہ دعوی کرتا ہی یا نہین اگر اقرار کر لیا یا اپنے علم پہ قسم کہانے سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ سنا دئے تو اسکے بعد قاضی کو اوس سے سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان خریدا ہی یا نہین پس اگر اوسنے خریدنے کا اقرار کیا یا قسم کہانے سے حاصل

(۱۷) اعلم ان ثبوت الشفعة ان کان متفقا علیه یحلف علی الحاصل بالله ما یستحق هذا الشفیع الشفعة علیّ وان کان مختلفا فیه کشفعة الجوار یحلف علی السبب بالله ما اشتریت هذه الدار لانه ربما یحلف علی الحاصل بمذهب

(۱۷) معلوم کرو کہ جسجگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ ہی تو وہاں حلف حاصل پر لیا جائیگا کہ قسم خدا کی اس شفیع کا مجہپر استحقاق شفعہ نہین ہی اور جس جگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ نہو بلکہ اوسمین اختلاف ہو جیسے شفعہ جوارین تو وہان سبب پر حلف لیا جائیگا کہ قسم خدا کی مین نے اس مکان کو نہین خریدا ہی اسواسطے کہ اگر یہان بہی حاصل پر حلف لیا جائے تو اوسکو گنجائش ہی کہ موافق مذہب شافعی رحمہ اللہ کے حلف کرے اور کتاب الدعوی مین

[۱۵] [illegible]

الشافعي رح وقد سبق في كتاب الدعوى۔

اوسکا بیان ہوچکا ہے۔

(۱۸) م او برهن الشفيع قضى له بها وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره وللمشتري حبس الدار بقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اد الثمن فاخر لا تبطل شفعته والخصم البائع ان لم يسلم ش اى خصم الشفيع البائع ان لم يسلم المبيع الى المشتري۔

(۱۸) اگر شفیع نے مدعی علیہ کے خریدنے پر گواہ سنادے تو قاضی ان سب صورتون مین شفعہ کا حکم دے دیگا اگرچہ شفیع نے وقت دعوی کے ثمن حاضر عدالت نکیا ہو اور جب قاضی شفیع کو شفعہ کا حکم دیدے تو اب شفیع کو ثمن کا حاضر کردینا لازمی بات ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ تا قبضہ ثمن مکان مشفوعہ کو روک رکھے اور اگر شفیع سے ادائے ثمن کے لیے کہا گیا اور اوسنے ادائے ثمن مین تاخیر کی تو شفعہ باطل نہوگا اور جب تک بائع نے مکان مشفوعہ کو حوالہ مشتری کے نہین کیا ہو تو شفیع کا مدعی علیہ بائع ہے۔

مراد اگر ہنوز مکان مبیعہ بائع کے قبضہ مین ہو۔

(۱۹) م ولا تسمع البينة عليه حتى يحضر المشتري فيفسخ بحضوره ش۔

(۱۹) جب تک کہ مشتری حاضر عدالت نہو تو اوسکے اوپر گواہی کی ساعت نہوگی اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکی موجودگی مین بیع کا فسخ ہونا چاہیے۔

(۲۰) انما يشترط حضور البائع والمشتري لان الملك له واليد للبائع فاذا سلم الى المشتري لا يشترط حضور البائع لانه صار اجنبيا۔

(۲۰) بائع اور مشتری کے حاضر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر مکان مشفوعہ مشتری کے قبضہ مین آگیا ہو تو بائع کو اجنبی ہونے کی وجہ سے عدالت مین حاضر ہونے کی ضرورت نہین۔

(۲۱) م ويقضى للشفيع بالشفعة والعهدة على البائع ش حتى يجب تسليم الدار على البائع وعند الاستحقاق يكون عهدة الثمن على البائع فيطلب منه

(۲۱) اگر قاضی شفیع کو حکم شفعہ کا دے اور مکان مبیعہ بائع کے قبضہ مین ہے تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہوگی حتے کہ بائع پر مکان کا تسلیم کرنا ضروری ہے اور اگر مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہے اور اوسی سے مطالبہ ثمن کا کیا جائیگا۔

(۲۲) م وللشفيع خيار الروية والعيب وان شرط المشتري البراءة عنه۔

(۲۲) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا اگرچہ مشتری نے اوس سے ہر ایک قسم کی براءت شرط کرلی ہو

(۲۳) وان اختلف الشفيع والمشتري في الثمن صدق المشتري ش اى مع الحلف لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عند نقد الاقل والمشتري ينكره۔

(۲۳) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو اوسمین مشتری کا قول مع حلف کے معتبر ہوگا اسلیے کہ شفیع فی الحقیقت اسبات کا مدعی ہے کہ مین تھوڑا ثمن دیکر اسس مکان مبیعہ کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے منکر ہے۔

(۲۴) م ولو برهنا فالشفيع احق ش هذا عند ابي حنيفة ومحمد رح وجهما ما ذكرنا ايضا يمكن صدق البينتين بجريان العقد مرتين فياخذ الشفيع بالاقل وعند ابي يوسف رح بينة المشتري احق لانها اكثر اثباتا۔

(۲۴) اگر مشتری اور شفیع دونون نے اختلاف ثمن کی صورتمین اپنے اپنے گواہ سنا دئیے تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہون گے اون دونون کی دلیل ہم بیان کر چکے ہین اور نیز دونون کے گواہون کا سچا ہونا یون ممکن ہے کہ بیع دو مرتبہ ہوئی ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بذریعہ اُس کے کہ جو کم دامون سے ہوی ہے لیلے اور ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسلیے کہ اون سے

(۲۵) م وان ادعى المشتري ثمنا وبائعه اقل منه بلا قبضه فالقول له ش اى بلا قبض الثمن فالقول للبائع۔

(۲۵) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے یہ مکان اتنی قیمت پر خریدا ہے اور بائع نے اوس سے کم قیمت مین فروخت کرنے کا دعوی کیا اور مشتری کو ہنوز اس اختلاف کی صورتمین ثمن نہین وصول ہوا ہے تو بائع کا قول معتبر ہوگا۔

(۲۶) م ومع قبضه للمشتري ش اى مع قبض الثمن القول للمشتري

(۲۶) اگر صورت مذکورہ بالامین مشتری ثمن کو وصول کر چکا ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا۔

(۲۷) م واخذ في حط الكل بالكل ش مسئلة حط البعض قد مرت في باب المرابحة بقوله والشفيع ياخذ بالاقل في الفصلين۔

(۲۷) اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دے تو شفیع کو مشتری کے لیے کل قیمت دینی ہوگی اور بعض ثمن کے کم کر دینے کا مسئلہ باب المرابحت مین والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین کے تحت مین گذر چکا ہے۔

(۲۸) م وفي الشراء بثمن مثلي بمثله وفي غيره بالقيمة وفي عقار بعقار اخذ كل بقيمة الاخر وفي ثمن

(۲۸) اگر مشتری نے بعوض ثمن مثلی کے مکان خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن کا مثل دینا چاہیے اور اگر اوسنے ثمن غیر مثلی سے خریدا ہو تو شفیع کو ثمن کی قیمت دینا چاہیے اور اگر کوئی جائداد

موجل بحال او طلب فی الحال
واخذ بعد الاجل ش هذا عندنا
واما عند زفر والشافعی رح فی قوله
القدیم فله ان یاخذه فی الحال
بالثمن الموجل۔

(۲۹) م ولو سکت عنه بطلت ش
ای ان سکت عن الطلب وصبر
حتی یطلب عند الاجل بطلت
شفعته۔

\+ \+ \+ \+

(۳۰) م وفی شراء ذمی بخمر او خنزیر
والشفیع ذمی بمثل الخمر وقیمة الخنزیر
والشفیع المسلم بقیمة کل وفی بناء
المشتری وغرسه بالثمن وقیمتهما
مقلوعین کما فی الغصب او کلف
المشتری قلعهما ش ای اخذ الشفیع
فیما اذا بنی المشتری او غرس بالثمن
وقیمتهما مقلوعین او کلف المشتری
قلع البناء والغرس والمراد بقیمتهما
مقلوعین قیمتهما مستحق القلع کما
فی الغصب وعن ابی یوسف رح انه
لا یکلف بالقلع بل یخیر بین ان
یاخذ بالثمن وقیمة البناء والغرس
وبین ان یترك وهو قول الشافعی
رح لان التکلیف بالقلع من احکام
العدوان والمشتری هنا محق فی

بعوض کسی جایداد کے فروخت ہو تو ہر ایک جائداد کا شفیع
اوس جایداد کو دوسرے جایداد کی قیمت ادا کرکے لیگا۔
اگر قرض کے طور پر ایک مکان کی بیع ہوئی تو شفیع کو اختیار ہے کہ خواہ
فی الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لے یا قرض کی مدت پوری
ہونے تک انتظار کرے جب مدت پوری ہو جائے تو اوسکو ثمن دیکر لے لے

(۲۹) اگر شفیع نے طلب سے صورت مذکورہ مین سکوت کیا
تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+

(۳۰) اگر ذمی نے بدلے شراب یا سؤر کے مکان خریدا
اور اسکا شفیع بھی ذمی ہو تو شراب کے بدلہ شراب اور
سؤر کے بدلہ اوسکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہو اور اگر
شفیع مسلمان ہے تو وہ دونوں صورتوں مین قیمت دیکر
مکان لے سکتا ہے۔ اور اگر شفیع مکان مشفوعہ کو ایسے
وقت مین لینا چاہے کہ مشتری نے اوسمین عمارت بنالی
یا درخت لگالیے ہوں تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور
درختوں اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لے جو اوکھاڑنے
کی غرض سے اونکی قیمت لگائی جائے یا مشتری کو عمارت کے
ڈھانے اور درختوں کے گرانے پر مجبور کرے اور ابو یوسف رح
فرماتے ہین شفیع مشتری پر اوسکے اوکھاڑنے کا جبر نکریگا
بلکہ اوسکو صرف اختیار ہوگا کہ خواہ ثمن اور عمارت اور
درختوں کی قیمت دیکر لے یا بالکل چھوڑ دے اور شافعی رح
کا بھی یہی قول ہے اسلیے کہ عمارت اور درختوں کے
اوکھاڑنے کا اوسپر جبر کرنا ظلم ہے کیونکہ مشتری نے یہ عمارت
بیجا نہین بنائی ہے بلکہ اوسکو بنانے کا حق تھا حنفیہ رح

یہ قول حنفیہ کے نزدیک ہے اور زفر اور شافعی رح کے
نزدیک باعتبار اونکے قول
قدیم کے یہ بات ہے کہ شفیع
اوس مکان کو فی الحال
لے سکتا ہے اور ثمن کا ادا کرنا
اوسکو وقت میعاد پر ضروری
ہوگا

البناء قلنا بنی فی موضع تعلق به حق متاکد للغیر من غیر تسلیط۔

فرماتے ہین کہ مشتری نے ایسی جگہ مین عمارت بنالی ہو یا درخت لگائیے ہین جسمین غیر یعنی شفیع کا حق ثابت ہو رہا ہو اور شفیع نے اوسکو تصرف کا اختیار نہین دیا ہے۔

(۳۱) م ورجع الشفیع بالثمن فقط ان بنی اوغرس ثم استحقت ش ای ان اخذ الشفیع بالشفعة وبنی اوغرس ثم استحقت الارض رجع بالثمن فقط ولا یرجع بقیمة البناء او الغرس علی احد بخلاف المشتری فانه یرجع بقیمة البناء او الغرس علی البائع لانه مسلط من جهته بخلاف الشفیع فانه اخذ جبرا۔

(۳۱) اگر شفیع نے ایک مکان کو حق شفعہ مین لیکر اوسمین عمارت بنالی اور درخت لگالیئے اسکے بعد اوسمین کسیکا حق برآمد ہوا تو ایسی صورت مین شفیع مشتری سے صرف ثمن واپس کر سکتا ہے اور عمارت اور درختون کی قیمت نہ بائع سے واپس کر سکتا ہے نہ مشتری سے بخلاف مشتری کے کہ اگر وہان ایسی صورت پیش آئے تو وہ عمارت اور درختون کی قیمت بائع سے واپس کر سکتا ہے اسلیے کہ مشتری نے بائع کی طرف سے اوس مبیع پر تسلط حاصل کیا ہے بخلاف شفیع کے کہ اوس نے جبرا اوسپر قبضہ کیا ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۳۲) م ویکل الثمن ان خربت اوجف الشجر ش اشتری دارا فخربت او بستانا فجف الشجر فالشفیع ان اراد ان یاخذ بالشفعة یاخذ بجمیع الثمن۔

(۳۲) اگر مشتری نے ایک مکان خریدا از ان بعد وہ خراب ہو گیا یا اوسنے باغ خریدا اوسکے بعد درخت خشک ہو گئے تو اگر شفیع اوس مکان یا باغ کو لینے کا قصد کرے تو پورا ثمن دیکر اوسکو لے سکتا ہے مکان کے خراب ہونے اور درختونکے خشک ہو جانے سے اوسکی قیمت مین کمی نہین کر سکتا۔

(۳۳) م واخذ العرصة لا النقض بحصتها ان هدم المشتری البناء ش انما یاخذ بالحصة لان المشتری قصد الاتلاف وفی الاول تلف بآفة سماویة ولا یاخذ النقض لانه لیس عقارا ولم یبق تبعا۔

(۳۳) اگر مشتری نے ایک مکان خریدکر اوسکو منہدم کر دیا تو شفیع فقط زمین کی قیمت دیکر لے سکتا ہے اینٹ پتھر وغیرہ مشتری کا ہوگا اسلیے کہ مشتری نے خود اوسکے برباد کرنے کا قصد کیا تھا بخلاف پہلی صورت کے کہ وہان آفت سماوی سے وہ تلف ہوا ہے اور اینٹ پتھر اسلیے نہین لے سکتا کہ نہ وہ خود عقار ہے نہ تابع عقار کے ہے اسلیئے

(۳۴) م وفی شراء ارض مع ثمر نخیل

(۳۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا۔

[illegible]

فيها او لا ثمر عليها فاثمر معه اخذها بثمرها وبحصتها من الثمران جذه المشترى فى الاول وبالكل فى الثانى ش شرى ارضا وذكر ثمر النخيل فى البيع اذ لا يدخل بدون الذكر او شرى ولم يكن على الشجر ثمر فاثمر فى يد المشترى فالشفيع ياخذ الارض مع الثمر فى الفصلين وان جذه المشترى فالشفيع ياخذ الارض بدون ثمر النخيل لكن فى الاصل الاول ياخذ بحصة الارض من الثمن وفى الاصل ياخذ بكل الثمن لان الثمر لم يكن موجودا وقت العقد فلا يقابله شئ من الثمن۔

یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس آکر درختون پر پھل آگیا تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونون صورتون مین درخت اور پھل لیلے اور اگر مشتری نے اوسکو توڑ لیا تو پہلی صورت مین شفیع پھل کی قیمت منہا کرکے زمین کی قیمت دے گا اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے تو وہ مبیع کے اندر بالذات داخل نہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوسکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

م باب ماهى فيه اولا ومايبطلها

ش اى باب مايكون فيه الشفعة اولا يكون ومايبطل الشفعة۔

(۳۵) م انما يجب قصدا فى عقار ملك بعوض هومال وان لم يقسم كرحى وحمام وبير ش اى الشفعة القصدية تختص بالعقار بخلاف غير القصدية

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزون مین نہین ثابت ہوتا اور کن چیزون سے باطل ہوجاتا ہے

(۳۵) شفعہ بالذات غیر منقول مین ثابت ہوتا ہے جو بعوض کسی قسم کے مال کے ملک مین داخل ہو اگرچہ اوس غیر منقول کی تقسیم نہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان یعنے شفعہ بالذات غیر منقول کے ساتھ مخصوص ہے اور جن چیزون کو منقولات کے ساتھ تعلق ہے اون مین بھی بالتبع

فانہا تثبت فی غیر العقار فان الشجر والثمر یوخذان بالشفعۃ تبعا للعقار ثم لا بد ان یکون العقار ملک بعوض حتی لو ملک بھبۃ لا تثبت الشفعۃ ثم العوض لا بد ان یکون مالا حتی لو خولع علی دار لا تثبت الشفعۃ وانما قال وان لم یقسم لان الشفعۃ لا تثبت عند الشافعی رح فیما لا یقسم لان الشفعۃ لدفع مؤنۃ القسمۃ عندہ وعندنا لدفع ضرر الجوار۔

شفعہ ثابت ہوتا ہی جیسے درخت اور پھل مین بھی زمین کے ساتھ شفعہ ثابت ہوجاتا ہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اوس غیر منقول کا مملوک بعوض ہونا ضروری ہے حتی کہ اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ بلا عوض کے مکان کا مالک ہوا تو اوسین شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور عوض مین مال کی شرط اسواسطے لگائی ہی تاکہ وہ صورت نکل جائے جسمین کہ عوض مال نہو حتی کہ اگر کوئی مکان خلع کے عوض مین دیا جائے تو اوسمین شفعہ نہ ثابت ہوگا اور یہ بات کہ وہ غیر منقول اگرچہ تقسیم کے قابل نہو اوسمین شفعہ ثابت ہوجاتا ہی اسلیے بیان کی ہے کہ شافعی رح کے نزدیک غیر قابل القسمۃ چیزونمین شفعہ نہین ثابت ہوتا کیونکہ انکے نزدیک تقسیم کے وقت دور کرنے کے لیے شفعہ مقرر کیا گیا ہی اور حنفیہ رح کے نزدیک ضرر جوار دور کرنے کے لیے۔

(۳۶) م لا فی عرض وفلک وبناء ونخل بیعا قصدا ش حتی ان بیع البناء والنخیل بتبعیۃ الارض تجب فیہما الشفعۃ۔

(۳۶) غیر منقول چیزمین اور کشتی مین اور دیوارون اور درختون مین اگر خود تنہا بلا زمین کے فروخت کیے جاوین تو شفعہ نہین ہے حتے کہ اگر زمین کے تابع ہوکر فروخت ہون تو اونمین شفعہ ثابت ہوتا ہی۔

(۳۷) م وارث وصدقۃ وھبۃ لا بعوض ودار قسمت ش لان فی القسمۃ معنی الافراز۔ ویہ بمنزلہ اجرہ

(۳۷) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا ہبہ بلا عوض کے کوئی شخص ایک مکان کا مالک ہو یا ایک مکان مشترک کو شریک لوگ باہم تقسیم کرین تو ان سب صورتون مین اوس مکان م

(۳۸) م او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مھرا وان قوبل ببعضہا مال ش فمن قولہ او جعلت اجرۃ خلاف الشافعی رح فان ھذہ الاعواض متقومۃ عندہ ولنا ان تقوم المنافع

(۳۸) اگر ایک مکان اجرت مین یا بدلے خلع یا آزادی کے یا بدلے صلح دم خون کے جو قصدا کیا گیا ہو یا وہ مکان جو مہر قرار دیا یا ہو اگرچہ بعض مکان کے مقابلے مال بھی ہو ان سب صورتو مین مکان کے اندر شفعہ نہین ہے اور شافعی رح ان سب صورتو مین خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اون کے نزدیک یہ سب عوض متقوم چیزین ہین اور حنفیہ کی یہ

ضروری فلا تظهر فی حق الشفعة وکذا الدم والعتق واذا قوبل ببعضها مال کما اذا تزوجها على دار على ان ترد علیه الفا فلا شفعة فی جمیع الدار عند ابی حنیفة رح وقالا تجب فی حصة الالف اذ فیها مبادلة مالیة وهو یقول معنی البیع تابع فیه ولهذا ینعقد بلفظ النکاح ولا یفسد بشرط النکاح ولا شفعة فی الاصل فکذا فی البیع۔

(۳۹) م او بیعت بخیار البائع وما سقط خیاره ش حتى اذا سقط الخیار ثبت الشفعة

(۴۰) م او بیعا فاسدا وما سقط فسخه ش فانه اذا بیع بیعا فاسدا او سقط حق الفسخ بان بنی المشتری فیها تثبت الشفعة۔

(۴۱) م او رد بخیار رویة او شرط او عیب بقضاء بعد ما سلمت ش ای بیع وسلمت الشفعة ثم رد البیع بخیار الرویة وبقضاء القاضی فلا شفعة لانه فسخ لا بیع۔

(۴۲) م وتجب برد بلا قضاء وباقالة ش ای یثبت الشفعة فی الرد بالعیب بلا قضاء القاضی لانه لما لم یجب الرد فاخذه بالرضا صار کانه اشتراه وکذا تجب الشفعة بالاقالة لان الاقالة بیع فی حق الثالث والشفیع

دلیل ہے کہ منافع کا متقوم ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے لہذا شفعہ کے حق مین اونکے متقوم ہونے کا کچھ اثر نہوگا بعض مکان کے مقابلے مین مال کے ہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک عورت کا مہر مکان اس شرط پر مقرر کیا کہ تو ایکہزار روپیہ مجھے ادا کردے تو اس صورت مین ابوحنیفہ رح کے نزدیک مکان کے کسی چیز مین شفعہ نہ ثابت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مکان کے اندر ہزار روپیہ کے حصہ مین شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ مکان کے اوس جز مین مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہے اور امام صاحب فرماتے ہین کہ بیع کے معنے اوسمین تبعا ہین اسلیے لفظ نکاح سے اوسکا انعقاد ہوجاتا ہے اور نکاح کی شرط

(۳۹) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوجائیگا بشرطیکہ اختیار ساقط ہو

(۴۰) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جبتک فسخ کا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط ہوگیا مثلاً مشتری نے اوسمین کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا۔

(۴۱) اگر خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے یا بحکم قاضی عیب کی وجہ سے ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے قبل شفیع اپنے حق شفعہ کو چھوڑ چکا تھا تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ واپس کرنا بیع جدید نہین ہے بلکہ بیع کا فسخ ہے۔

(۴۲) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی کے عیب کی سبب سے مکان کو واپس کردیا یا باہمی رضامندی سے بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ جب وہ واپس کرنا لازم نہین تھا تو اس تقدیر پر خوشی سے اوسکا واپس لینا خریدنے کے حکم مین ہوگا اور اسیطرح اقالہ اگرچہ بائع اور مشتری کے حق مین بیع کا فسخ ہے مگر شفیع کے حق مین وہ ایک بیع جدید ہے

[illegible]

ثالثهما۔

۴۳۱، م و للعبد الماذون مديونا في مبيع سيده و لسيده في مبيعه ش اي تجب الشفعة للعبد الماذون حال كونه مديونا دينا محيطا برقبته وكسبه فله الشفعة فيما باع سيده وكذا للسيد حق الشفعة فيما باع العبد الماذون المذكور بناء على ان ما في يده ملك له۔

۴۳۲، م ولمن شرى او اشترى له لا لمن باع او بيع له او ضمن للدرك ش اي يجب الشفعة للمشتري سواء اشترى اصالة او وكالة وكذا تجب الشفعة لمن اشتري له اي لمن وكل آخر بالشراء فاشترى لاجل الموكل والموكل شفيع كان له الشفعة وفائدته انه لو كان المشتري او المؤكل بالشراء شريكا وللدار شريك آخر فلهما الشفعة ولو كان هو شريكا وللدار جار فلا شفعة للجار مع وجوده ولا يكون للبائع شفعة سواء كان اصيلا او وكيلا وكذا لا شفعة لمن بيع له اي ان وكل بالبيع والمؤكل شفيع فلا شفعة له وكذا اذا ضمن

۴۳۱، اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا ایک غلام ہو جس کو اسنے تجارت کی اجازت دی رکھی ہو اور یہ غلام لوگون کے قرض مین مستغرق ہو تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہو جائے گا اور اسیطرح اگر غلام مذکور نے مکان فروخت کیا تو اوسکے مالک کو اوس مین حق شفعہ ہے اسلیے کہ جو چیز غلام کے قبضہ مین ہے وہ مالک کی ملک ہے۔

۴۳۲، اگر ایک شخص نے اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان خریدا تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص کو خریدنے کے لیے وکیل مقرر کیا اور اوسنے اپنے موکل کے لیے مکان خریدا اور وہ موکل اوس مکان کا شفیع بھی ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا اور اوسکا نتیجہ یہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اگر اوس مکان مین شریک ہو اور اوس مکان مین ایک شریک اور بھی ہو تو دونون کا شفعہ رہیگا اور اگر صرف یہی شریک ہو مگر ایک شخص اوس کا جار ہے تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہ ملیگا اور بائع نے خواہ اصالۃً فروخت کیا ہو یا وکالۃً کسیطرح سے اوسکو حق شفعہ نہو گا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کسی دوسرے کو وکیل کر کے وہ مکان فروخت کیا اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص اس طور ضامن ہو گیا کہ اوس مکان مین کسیکا حق برآمد ہو تو مین اوس کا ذمہ دار ہون اور وہ شخص شفیع ہو تو اوسکو حق شفعہ نہ حاصل ہو گا اسلیے کہ ذمہ دار ہونے سے

الدرك نبيع وهو شفيع لاشفعة
له لان الاستخلاص عليه۔

۴۷۵، م ولا فيما بيع الاذراعا من
طول حد الشفيع ش هذا حيلة
لاسقاط شفعة الجوار وهي ان
يباع الدار الامقدار عرضه
ذراع او شبر او اصبع وطوله
تمام ما لاصق من الدار المبيعة
دار الشفيع فانه اذا لم يبع ما لا
يلاصق دار الشفيع لا يثبت
الشفعة۔

۴۷۶، م او شرى سهما منها بثمن
ثم باقيها الا في السهم الاول ش
هذا حيلة اخرى لاسقاط شفعة
الجوار وهي انه اذا اراد ان يشترى
الدار بالف يشترى شيئا قليلا
منها كسهم واحد من الف سهم
مثلا بالف الا درهما ثم يشترى
الباقي بدرهم فالشفيع لا ياخذ
الشفعة الا في السهم الاول بثمنه
لا في الباقي لان المشترى صار
شريكا وهو احق من الجار۔

۴۷۷، م او شرى بثمن ثم دفع عنه
ثوبا الا بالثمن ش هذه حيلة
اخرى تعم الجوار وغيره وهي ما

سالم مکان کا مشتری کو دینا شفیع پر لازم
ہوگا

۴۷۵، اگر کسی شخص نے اپنی زمین کی بیع اس صورت
کے ساتھ کی کہ جو شفیع کے حد کی طرف ملی ہوی ہے
اوسطرف سے ایک گز زمین بیع سے مستثنے کردی تو
شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور اصل مین یہ اسقاط شفعہ
بالجوار کا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کو
بیع کیا مگر کسیقدر زمین جسکا عرض مثلاً ایک گز یا ایک
بالشت یا ایک انگشت ہو اور طول مین شفیع کے مکان سے
ملی ہوئی ہو مستثنے کردی گئی کہ اسو قتمین شفعہ نرہیگا اسلیے کہ شفیع کا شفعہ فقط اتصال کے
سبب سے تھا اور اس جگہ باقی مکان کو شفیع سے اتصال نہ رہا تو شفعہ
بھی نہ رہا

۴۷۶، اگر زمین کے حصون مین سے ایک حصہ خرید کیا
اسکے بعد باقی زمین کو خرید لیا تو اس صورت مین شفیع کو
فقط پہلے حصہ مین شفعہ ملے گا نہ باقی حصونمین شفعہ جوار کے
ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے
کہ ایک شخص نے ہزار روپیہ مین مکان خریدنے کا ارادہ کیا
تو اُسکا یہ حیلہ ہے کہ اوس مکان مین سے کسیقدر حصہ اگرچہ
ہزاروان حصہ ہو اوس حصے کو ایک کم ہزار مین خریدلے اسکے بعد
باقی مکان کو ایک روپیہ مین خریدلے تو شفیع صرف اپنے حق شفعہ
مین مکان کا ہزاروان حصہ ایک کم ہزار روپیہ مین خرید سکتا
ہے اور باقی مکان کو ایک روپیہ مین نہین خرید سکتا اسلیے کہ مشتری
دوسرے حصون مین شریک ہے اور شفیع جار ہے اور شریک جار پر مقدم ہوتا ہے

۴۷۷، اگر ایک شخص نے بعوض ثمن کے ایک مکان خریدا
اُسکے بعد ثمن کے بدلے مین بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع
بعوض ثمن کے اوس مکان کو لے سکتا ہے کپڑے کی قیمت

اذا اريد بيع الدار بمائة فيشترى الدار بالف ثم يدفع ثوبا يساوى مائة فى مقابلة الالف فالشفيع لا ياخذه الا بالالف۔

(۴۸) م ولا يكره حيلة اسقاط الشفعة والزكوة عند ابى يوسف رحمه الله وبه يفتى فى الشفعة وبضده فى الزكوة ش۔

اعلم ان حيلة اسقاطها لا يكره عند ابى يوسف رح ويكره عند محمد رح ويفتى فى الشفعة بقول ابى يوسف رح لانه منع عن وجوب الحق لا اسقاط للحق الثابت وهكذا يقول فى الزكوة لكن هذا فى غاية الشناعة لانه ايثار للبخل وقطع رزق الفقراء الذين قدره الله تعالى فى مال الاغنياء والانخراط فى سلك الذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها فى سبيل الله والاستبشار بالبشارهم الله تعالى وقول الشفعة انما شرعت لدفع ضرر الجوار فالمشترى ان كان ممن يتضرر به الجيران لا يحل اسقاطها وان كان رجلا صالحا ينتفع به الجيران و

دیگر نہین لے سکتا اور یہ بھی اسقاط شفعہ کا ایک حیلہ ہے جسمین شریک اور جوار سب یکسان ہین اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان سو روپیہ کو خریدنا منظور ہو تو فرضی طور پر ایکہزار کو خرید لے اسکے بعد بمقابلہ ہزار روپیہ کے سو روپیہ کی مالیت کا کپڑا دیدے کہ شفیع

(۴۸) شفعہ اور زکوۃ کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک برا ہے اور شفعہ کے باب مین ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے اسلیے کہ اوسنے ثبوت حق سے اعراض کیا ہے حق ثابت کا اسقاط نہین کیا ہے اور زکوۃ کے اندر بھی ابو یوسف رح حیلہ کے برا نہونے کی یہی وجہ بیان کرتے ہین مگر اس بارے مین اونکا قول نہایت درجہ کا ناپسندیدہ ہے اسلیئے کہ اس حیلہ مین بخل کا اختیار کرنا اور فقرا کے رزق کا قطع کرنا ہے جسکو خدائے تعالی نے امرا کے مال مین مقرر فرمایا ہے اور اس حیلہ کی وجہ سے اون لوگون کے زمرہ مین داخل ہونا اور عذاب الیم کی خوشخبری کا مستحق ہونا ہے جنکی شان مین یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے الذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها فى سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم الاية يعنے جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہین اور خدا کی راہ مین اونکو خرچ نہین کرتے الخ اور شفعہ دفع ضرر جوار کے لیے مقرر کیا گیا ہے پس مشتری اگر اون لوگون مین ہے کہ جن سے ہمسایہ لوگ تکلیف پاتے ہین تو ایسی صورت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا درست نہین اور اگر وہ نیک بخت آدمی ہے اور ہمسایہ لوگ اوس سے نفع پاتے ہین اور شفیع ایک ظالم شخص ہے جو اپنے ہمسایون سے عداوت

۱۲ اگر وہ اس مکان کو خریدنا چاہے تو ہزار روپیہ میں لے سکتا ہے نہ سو روپیہ میں۔

الشفیع متعنت لا یجب جارہ فیحتال فی اسقاطها

دیکھتا ہو اوسکا رہنا نہین چاہتا تو اوسوقت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔

(۴۹) م ویبطلها ترکه طلب المواثبة او الاشهاد وتسلیمها بعد البیع فقط ش ای التسلیم قبل البیع لا یبطلها۔ ایمۂ ثلثہ

(۴۹) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُس مجلس مین اُسنے طلب مواثبت یا طلب اشہاد نکی اور بیع کے بعد شفعہ کو ترک کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور بیع کے قبل طلب کرنے سے شفعہ باطل ہے

(۵۰) م ولو من الاب او الوصی او الوکیل ش ای الوکیل بطلب الشفعة فان تسلیم هولاء یبطل الشفعة عند ابی حنیفة رح وابی یوسف رح خلافا لمحمد وزفر رح فان هذا ابطال حق ثابت للصغیر وانها شرعت لدفع الضرر ولهما انه فی معنی ترك الشراء۔

(۵۰) اگر باپ یا وصی یا وکیل طلب شفعہ نے شفعہ تسلیم کر دیا تو نابالغ اور موکل کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ان لوگون کا تسلیم شفعہ ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف رح کے نزدیک شفعہ کو باطل کر دیتا ہے اور امام محمد اور زفر رح کا اسمین اختلاف ہے وہ فرماتے ہین کہ اس صورت مین نابالغ کے حق کا باطل کر دینا ہے اور شفعہ رفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اونکے نزدیک یہ معنے ہین کہ اوس نے خریدنے کو ترک کر دیا ہے کسی حق ثابت کو نہین باطل کیا۔

(۵۱) م وصلحه منها علی عوض ورد عوضه ش ای الصلح علی العوض یبطل الشفعة لانه تسلیم لکن الصلح غیر جائز لانه مجرد حق التملك فیجب رد العوض۔

(۵۱) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو اس صورت مین حق شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا کیونکہ صلح کرنے مین شفعہ کا باطل کرنا ہے لیکن یہ صلح عوض کے اعتبار سے درست نہین اسلیے کہ یہان محض حق تملک ہے لہذا عوض واپس کرنا ضروری ہے

(۵۲) م وموت الشفیع لا المشتری ش فان الشفیع اذا مات تبطل الشفعة ولا تورث عنه خلافا للشافعی رح لانها لیست بمال وهذا اذا مات بعد البیع قبل القضاء اما اذا مات بعد قضاء القاضی قبل نقد الثمن او بعده تصیر للورثة۔

(۵۲) اگر شفیع مرجائے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو حق شفعہ کا نہیگا مگر شافعی رح کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اسلیے کہ وہ مال نہین ہے یہ جب ہے کہ اگر شفیع بیع کے بعد اور قاضی کے حکم دینے سے پہلے مرجائے اور اگر بعد از حکم قبل ادائے ثمن یا بعد ادائے ثمن کے مرگیا تو اوسکے وارثون کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور مرنے سے باطل نہوگا۔

(۵۳) م وبیع ما یشفع بہ قبل القضاء بہا ش لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك بخلاف ما اذا كان البيع بشرط الخيار۔

(۵۴) م فان سمع شراءك فسلم فظهر شراء غيرك او بيعه بالف فسلم وكان باقل او بكيلي او وزني او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فهي له وبعرض كذلك لا ش اي سمع البيع بالف فسلم وكان باقل او كان بكيلي او وزني او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فالشفعة ثابتة له لان هذه الاشياء من ذوات الامثال فالشفيع ياخذ بها وربما يكون له الاخذ بهذه الاشياء ايسر وان كانت قيمتها اكثر من الالف فيكون له حق الشفعة بخلاف ما اذا ظهر ان البيع كان بعرض قيمته الف او اكثر لا يبقى له الشفعة لان الشفيع ياخذ هنا بالقيمة فان كانت قيمته الفا فقد سلم البيع به وان كانت قيمته اكثر فتسليم البيع بالف تسليم البيع بالاكثر بالطريق الاولى۔

(۵۳) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے لینا ذاتی مکان کہ جسکی وجہ سے اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تھا فروخت کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے پہلے استحقاق کا سبب جاتا رہا بخلاف اوس صورت کے۔

(۵۴) اگر شفیع نے سنا کہ مکان زید نے خریدا ہے اور اوسنے اپنا شفعہ تسلیم کر دیا اوسکے بعد ظاہر ہوا کہ عمرو نے خریدا ہے یا اوسکو معلوم ہوا کہ مکان کے ہزار روپیہ مین بیع ہوی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا ازان بعد معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو بیع ہوئی ہے یا ایسی چیز کے بدلہ مین فروخت ہوا ہے جو ناپ یا تول یا شمار سے فروخت ہوتی ہی کہ جسکی قیمت ہزار روپیہ یا اوس سے زیادہ ہی تو ایسی صورت مین حق شفعہ پھر ثابت ہو جاتا ہی اسلیے کہ یہ چیزین مثلی ہین اور شفیع انکے بدلے لے سکتا ہی کیونکہ بسا اوقات اوسکو ان چیزون کا دینا بہ نسبت نقد روپیہ کے نہایت آسان ہوتا ہے اگرچہ اونکی قیمت ہزار روپیہ سے زیادہ ہو لہذا اون صورتون مین شفیع کو حق شفعہ ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ بیع بدلے غلام وغیرہ کے ہوئی ہے کہ جس کی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہی تو اوس کا شفعہ باقی نرہے گا اسلیے کہ اس جگہ شفیع قیمت دیکر مکان کو لے گا اور ہزار روپیہ پر تو وہ چھوڑ ہی چکا ہے اور اگر ہزار سے زیادہ ہے تو اوس وقت مین شفیع بطریق اولے شفعہ سے دست بردار ہے۔

\+ + + + + + + + + +

(۵۵) م وللشفيع حصة احد المشتريين

(۵۵) چند لوگون نے ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو

مگر جب شفیع بیع مین اختیار شرط کرے تو وہان حق شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ اختیار کی وجہ سے ملکیت زائل نہوگی۔

لا احد الباعة ش اى اشترى جماعة من واحد فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان باع جماعة من واحد لا ياخذ حصة احد البائعين ويترك حصة الباقية بل ان شاء اخذ كلها او ترك لان هنا يتفرق الصفقة على المشتري وثمه لا تتفرق وايضا يتحقق في الاول دفع ضرر الجار لا في الثاني

٥٦، م والنصف مفرزا اذا بيع مشاعا من دار نقسما ش اى اشترى نصفا مشاعا من دار فقسمه البائع والمشتري فالشفيع ياخذ النصف مفرزا لان القسمة من تمام القبض۔

ایک ہی کے حصہ کے لینے کا اختیار ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ چند لوگون نے ملکر ایک شخص کے ہاتھ مکان فروخت کیا تو شفیع کو یہ اختیار نہین ہے کہ اُن بائعون مین سے ایک کا لے لے اور باقی کو چھوڑ دے بلکہ چاہے کل کو لے لے یا کل کو چھوڑ دے اسلیے کہ اسجگہ بمقابلہ مشتری کے تفریق بیع کی ہوتی ہے اور اوس جگہ نہین ہوتی اور نیز صورت اول مین دفع ضرر جوار ہے دوسری صورت مین دفع ضرر جار کا تحقق نہین ہے۔

٥٦، اگر ایک شخص نے ایک مکان غیر تقسیم شدہ مین سے نصف مکان خریدا پھر بائع اور مشتری دونون نے اپنا اپنا حصہ جدا کر لیا تو شفیع کو وہی نصف مکان لینا پڑے گا جو تقسیم کرنے سے اوس کو ملا ہے اس لیے کہ تقسیم سے قبضہ کامل ہو جاتا ہے اور وہ قبضہ کا تتمہ ہے۔